بسم اللہ الرحمن الرحیم
تحفۃ البلاغۃ
شرح اردو
دروس البلاغۃ
تشریح
جناب مولانا مزمل علی صاحب
استاذ دار العلوم دیوبند
مکتبۃ الحرمین

تحفۃ البلاغۃ

شرحِ اُردو

دُروسُ البلاغۃ

مُنکم

◎

تشریح

جناب مولانا مُزمّل علی صاحب آسامی

اُستاذ دارُ العُلوم دیوبند

اشاعت

مکتبۃ الحرمین

الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

۰۴۲_۳۷۲۴۸۰۱۳ ۰۳۲۱_۴۳۹۹۳۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ________ تحفۃ البلاغہ شرح اُردو دروس البلاغہ

شارح ________ جناب مولانا مزمل علی صاحب

موضوع ________ بلاغت

اُردو بازار لاہور

دکان نمبر ۲۲-الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
۴۳۹۹۳۱۳_۰۳۲۱=۴۳۹۹۳۱۳_۰۳۳۱

کتاب کی دستیابی کے مراکز

مکتبہ	مقام	مکتبہ	مقام
مکتبہ رحمانیہ	اردو بازار لاہور	مکتبہ شیخ	بہادر آباد کراچی
مکتبہ سید احمد شہید	اردو بازار لاہور	مکتبہ ندوہ	کراچی
مکتبہ قاسمیہ	اردو بازار لاہور	مکتبہ امدادیہ	ملتان
مکتبہ مجددیہ	اردو بازار لاہور	مکتبہ حقانیہ	ملتان
بیت العلوم	اردو بازار لاہور	ادارہ تالیفات اشرفیہ	ملتان
ادارہ اسلامیات	انارکلی لاہور	مکتبہ اسلامیہ	لاہور/فیصل آباد
زم زم پبلشرز	کراچی	مدرسۃ الحسنین	فیصل آباد
قدیمی کتب خانہ	کراچی	مکتبۃ العارفی	فیصل آباد
دار الاشاعت	کراچی	مکتبہ رشیدیہ	کوئٹہ
مکتبہ عمر فاروق	کراچی	مکتبہ علمیہ	اکوڑہ خٹک

ہر اچھے کتب خانہ سے ہماری کتب باصرار طلب فرمائیں

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی پر ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

انتساب

ناچیز اپنی یہ اولین تحریری کاوش، ایک گھر بار، برگزیدہ اور سراپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنے حق میں سرمایۂ صد افتخار تصور کرتا ہے۔ اس سے مراد شیخ طریقت، استاذ گرامی مرتبت حضرت مولانا شیخ احمد علی صاحب مد ظلہ، خلیفۂ اجل حضرت شیخ الاسلامؒ و شیخ الحدیث دار العلوم بانسکنڈی، آسام کی ذات اقدس ہے، جن کی نگاہِ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لیے آسان ہوگئیں۔

مزمل علی غفرلہٗ

رائے عالی

حضرت اقدس شیخ احمد علی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکنڈی آسام

احقر سے عزیز جناب مولانا مزمل علی سلمہ کا جو ابتداء سے تلمذانہ، نیاز مندانہ اور روحانی ارادت کا رشتہ ہے اس کی قدر و قیمت کے اظہار کے لیے میرا بیان اور قلم قاصر ہے اسی مخفی رشتہ سے سرشار ہوکر آں عزیز نے اپنی پہلی کامیاب تصنیفی کاوش کو میری ذات کی طرف منسوب کیا ہے جس کو میں تہہ دل سے قبول کرتا ہوں اور مبارکبادی کے ساتھ دل کی گہرائی سے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو تدریسی اور تصنیفی میدانوں میں مزید ترک تازی عطا فرمائے اور امت کے ہر اہل علم باذوق کی طرف سے ان کو جزاء خیر عطا فرمائے! آمین ثم آمین!

دعا گو

احمد علی غفرلہ

(شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکنڈی آسام)

۸ر جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

تقریظ

گرامی عزت حضرت مولانا **نعمت اللہ** صاحب اعظمی مدظلہٗ
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد.
اکثر مدارس میں علم معانی اور بلاغت کے لیے ابتدائی مرحلہ میں تلخیص المفتاح داخل درس تھی۔ نصاب مرتب کرنے والوں کے پیش نظر اس کتاب کے داخل کرنے پر جو فوائد مدِ نظر تھے۔ اس کم استعدادی کے زمانے میں اس پر مرتب نہیں ہو رہے تھے۔ جس کی وجہ سے رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند نے ابتدائی مرحلے کے لیے دروس البلاغہ کو تجویز کیا، مولانا مزمل علی صاحب آسامی، استاذ دارالعلوم دیوبند سے اس کتاب کی تدریس متعلق ہے جس کی وجہ سے موصوف کو اس کتاب کے نشیب و فراز سے پوری واقفیت ہے۔
موصوف نے اپنے تلامذہ کی درخواست پر اس کتاب کو شرح کے طور پر مرتب کیا جو موصوف کی تدریسی دنیا میں پہلی کاوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو نافع بنائے اور طلبہ عزیز زیادہ سے زیادہ نفع اٹھائیں اور مؤلف کو مزید توفیق عطا فرمائے! آمین! وماذلك على الله بعزيز.

نعمت اللہ غفرلہٗ
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
۱۱ر جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی
استاذ فقہ وادب عربی دار العلوم دیوبند

الحمد لاهله والصلوٰة على اهلها وبعد:

مسودہ کتاب "تحفۃ البلاغۃ" شرح اردو دروس البلاغۃ میرے سامنے ہے، الف سے لے کر یاء تک تقریباً پوری کتاب باصرہ نواز ہوئی، عزیز محترم جناب مولانا مزمل علی صاحب آسامی، (حفظہ اللہ) استاذ دار العلوم دیوبند نے اس کی توضیح و تشریح کا خوبی کے ساتھ حق ادا کر دیا ہے۔

دراصل دروس البلاغۃ اصولی مباحث پر مشتمل کتاب ہے بلکہ علوم بلاغت کے سلسلہ میں دریا بہ کوزہ کا مصداق ہے، طلبہ کے عمومی ذہن کو سامنے رکھ کر اس کی تسہیل و تشریح کی اشد ضرورت تھی خاص کر شواہد میں پیش کردہ اشعار کی تحقیق و تطبیق کی۔

چنانچہ فاضل مرتب نے قلم اٹھایا اور صاف ستھرے انداز میں کتاب کی بہترین شرح پیش کی، کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا، عبارت پر اعراب کے ضبط میں بھی دقت اور دیدہ ریزی سے کام لیا، ترجمہ نہایت شستہ اور تشریح میں طرز تحریر شگفتہ ہے الفاظ کی ضروری تحقیق سے شرح کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے مزید برآں جگہ جگہ یہ قیمتی فوائد سے آراستہ ہے۔ الغرض ضروری مباحث کو چھوڑا نہیں ہے اور غیر ضروری بحث کو چھیڑا نہیں ہے۔

دروس البلاغۃ کی دیگر شرح بھی سامنے آئی مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است، یہ شرح تدریسی تجربوں کا نتیجہ ہے، یوں بھی پر مغز ہے، نیز نقاش نقش

ثانی بہتر کشد ز اول، بھی اپنی جگہ حقیقت ہے، اس لیے بحیثیت مجموعی طلبہ کے لیے نہایت کار آمد اور مفید ثابت ہوگی انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ آں موصوف مکرم کو اس اہم اور علمی ضرورت کے پورا کرنے پر بیش از بیش اجر جزیل عنایت فرمائے، آگے بھی علمی تحقیقات و خدمات کی مزید توفیق بخشے اور شرح کو قبول عام عطا فرمائے! آمین ثم آمین!

خیر خواہ

عبد الخالق سنبھلی

مدرس دار العلوم دیوبند

۱۰/۶/۱۴۱۹ھ

باسمہ تعالیٰ

اپنی بات

"دروس البلاغہ" علم بلاغت کی بہت مستند اور جامع کتاب ہے۔ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کی ذہنی صلاحیت اور ان کے معیار فہم کو پیش نظر رکھ کر سلیس اور فصیح عربی زبان میں ترتیب دی گئی ہے۔ گذشتہ چند سالوں کے دوران مبتدی طلبہ کے لیے، فنون پر جو آسان کتابیں شامل نصاب کی گئیں، ان میں سے ایک کتاب "دروس البلاغہ" بھی ہے۔

یہاں ضمناً یہ بات عرض کردینی مناسب ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو فن بیان میں لکھی گئی، وہ خلیل احمد بصری (متوفی ۱۷۰ھ) کے شاگرد، رشید تیمی (متوفی ۲۱۰ھ) کی کتاب "مجاز القرآن" ہے۔ اور علم بدیع میں سب سے پہلے جو کتاب تالیف کی گئی ہے، وہ عبداللہ بن معتز عباسی (متوفی ۲۹۲ھ) کی "کتاب البدیع" ہے۔

جب کہ علم معانی کے اصول وضوابط کا سب سے پہلا مؤلف کون ہے، حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ معانی میں جن علمائے بلاغت کا کلام نقل کیا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "البیان والتبیین" ابو عثمان عمرو جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کی ہے۔

بہر حال ابتدائی دور میں تینوں علوم آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ علوم بلاغت کے ماہر عبدالقاہر جرجانی (متوفی ۴۷۱ھ) نے معانی میں "دلائل الاعجاز" اور بیان میں "اسرار البلاغہ" دو ایسی بے مثال کتابیں لکھیں، جن میں معانی اور بیان کے تمام مباحث یکجا کر دیے گئے۔

پھر ان کے بعد علامہ ابو یوسف سکاکی (متوفی ۶۲۶ھ) آئے، جنہوں نے ان علوم کو انتہائے کمال تک پہنچا دیا۔ بعد ازاں شروح اور تلخیصات کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ زیر نظر کتاب "تحفۃ البلاغہ" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

دروس البلاغہ میں معانی، بیان اور بدیع سے متعلق اصطلاحات کی تعریف نہایت سہل انداز میں کی گئی ہے۔ مزید سہولت اور دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے شستہ عربی اشعار اور قرآنی آیات سے مثالیں دی گئی ہیں۔ اس سے جہاں طالب علم کو ان اصطلاحوں سے واقفیت ہوتی ہے، وہیں مثال میں دی گئیں قرآنی آیتوں کے بلاغی پہلو کا بھی اسے علم ہوتا ہے۔

چوں کہ یہ کتاب، مدارس عربیہ کے نصاب میں کچھ عرصہ پہلے ہی داخل کی گئی ہے؛ اس لیے اس کی اردو میں کوئی مناسب تشریح و ترجمہ دستیاب نہیں ہے۔ اس کے سبب طلبہ کے لیے اصطلاحات اور ان کی تعریفات کو سمجھنا پھر اشعار کا ترجمہ یاد رکھنا خاصا دشوار رہتا ہے اور بعض اوقات درج کتاب مشکل اشعار، اساتذہ کے لیے بھی پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔

ان وجوہات کے پیش نظر شروع سے ہی اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کتاب ہذا کی آسان اور عام فہم اردو زبان میں ترجمہ اور تشریح کی جائے۔

دروس البلاغہ کی تدریس گذشتہ پانچ سال سے احقر سے وابستہ رہی ہے۔ اس عرصے میں احقر کو بھی اس ضرورت کا بھرپور احساس ہوا اور بار بار ارادہ کیا، مگر بے مائیگی کا احساس ہر مرتبہ رکاوٹ بنتا رہا۔ لیکن ادھر کچھ مہینوں سے بعض مخلص احباب کا نہ صرف مشورہ، بلکہ اصرار رہا کہ احقر اس کتاب کی تشریح کا کام انجام دے۔ جب معذرت خواہی اور ٹالم ٹول سے کوئی بات نہ بنی تو اللہ کا نام لے کر احقر نے ترجمہ اور تشریح کا کام شروع کر دیا۔

اس میں راقم نے جن باتوں کی خصوصیت کے ساتھ رعایت برتی ہے، وہ یہ ہیں:

۱ - عبارت کا سادہ، دل نشیں اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ

۲ - مختصر مگر تشفی بخش تشریح

۳ - اشعار کے مشکل الفاظ کی تحقیق، متعلقہ شعراء کے ناموں کی تصریح، دل کو لگنے والے انداز میں ترجمانی اور ان سے ملتے جلتے اردو اشعار کا اضافہ۔

۴ - ہر لفظ پر صحیح اعراب دیے جانے کا اہتمام۔

۵ - فنی اصطلاحات کی نہایت مناسب اور جامع تعریف اور تشریح۔

اس سلسلے میں احقر نے متعدد کتابوں سے استفادہ کیا، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: تذکرۃ البلاغہ، مطول، مختصر المعانی، اسرار البلاغہ، حاشیہ الدسوقی اور الفصاحہ، جب کہ کتاب میں وارد قرآنی آیتوں کا ترجمہ عموماً ترجمہ شیخ الہند سے ماخوذ ہے۔

احقر نے اس کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ یہ تشریح طلبہ واساتذہ دونوں کے لیے مفید، کار آمد اور دونوں کی ضرورتوں کو بہ خوبی پوری کرے۔

بحمد اللہ یہ انداز، احباب اور مخلصین کو پسند آیا اور انہوں نے توقع سے کہیں زیادہ احقر کی حوصلہ افزائی کی۔ (فللّٰہ الحمد)

اس تعلق سے یہ عاجز اپنے مخلص محسنین اور احباب کا شکر گذار ہے، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ احقر کی اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، بلکہ اس سلسلے میں اس کی ہر طرح رہ نمائی بھی کی۔ بالخصوص حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی استاذ حدیث دار العلوم دیو بند اور حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی استاذ فقہ وادب عربی دار العلوم دیو بند، کہ اول الذکر نے نظر ثانی کی زحمت فرما کر گراں بار کیا اور ثانی الذکر نے بالاستیعاب، حرفاً حرفاً دقت کے ساتھ نظر ڈالی اور جگہ جگہ مناسب مشوروں سے نوازا۔ نیز برادرم مولانا عبد الرشید صاحب بستوی استاذ دار العلوم دیو بند اور عزیزی مولوی ذوالفقار احمد بہرائچی ریسرچ اسکالر شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیو بند، کہ انہوں نے زبان وبیان کی نوک وپلک سنوار نے کے ساتھ ساتھ پروف ریڈنگ میں بھی اپنا متوقع تعاون دیا۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان سب حضرات کو ان کی محنتوں کا صلہ عطا فرمائے، کتاب کو طلبہ اور اساتذہ کے حق میں نافع بنائے اور احقر کی اس کوشش کو شرفِ قبول سے ہم کنار کر کے اس کے لیے اس قسم کی مزید کاوشوں کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

دعا گو

مزمل علی غفرلہٗ

خادم تدریس دار العلوم دیو بند

۱۴۱۹/۶/۸ھ ۱۹۹۸/۹/۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عُلُوْمُ الْبَلَاغَةِ

فن بلاغت کے علوم

مُقَدِّمَةٌ فِی الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ

مقدمہ، فصاحت اور بلاغت کی تعریفات کے بیان میں

اَلْفَصَاحَةُ فِي اللُّغَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْبَيَانِ وَ الظُّهُوْرِ. يُقَالُ اَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِيْ مَنْطِقِهٖ إِذَا بَانَ وَ ظَهَرَ كَلَامُهٗ. وَ تَقَعُ فِي الْإِصْطِلَاحِ وَصْفاً لِلْكَلِمَةِ وَ الْكَلَامِ وَ الْمُتَكَلِّمِ.

ترجمہ: فصاحت، لغت میں بیان اور ظہور کے معنی کی خبر دیتی ہے جیسا کہ عرب کے محاورہ میں کہا جاتا ہے "اَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِيْ مَنْطِقِهٖ" بچہ اپنی بول چال میں صاف گو ہو گیا جب بچہ کی بات واضح اور صاف ہونے لگے۔ یعنی یہ ایسے وقت کہتے ہیں جب بچہ کی گفتگو بالکل صاف ہو جائے اور اس کے الفاظ بالکل صحیح اور درست ہو کر اس کی زبان سے نکلنے لگیں، اور اصطلاح میں فصاحت: کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت واقع ہوا کرتی ہے۔

توضیح: فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے علم معانی علم بیان اور علم بدیع۔ علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال جانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔

علم بیان: وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک معنی کو چند مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

علم بدیع: وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے کلام کو حسین بنانے کا طریقہ علوم ہوتا ہے

مقدمة: **مقدمة الجيش** سے ماخوذ ہے۔ **مقدمة الجيش** لشکر کے اگلے دستے کو کہتے ہیں بعض نے مُقَدَّمَه فتح دال کے ساتھ پڑھا ہے، اس بنا پر یہ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے، بعض نے مُقَدِّمَه کو بکسر دال پڑھا ہے، اس بنا پر یہ باب تفعیل کا اسم فاعل ہے۔ جس نے اسم مفعول پڑھا ہے اس نے تقدیم کو فعل متعدی قرار دیا ہے، لیکن جس نے اسم فاعل پڑھا ہے، اس نے تقدیم کو فعل لازم قرار دیا ہے یعنی مُقَدِّمَه مُتَقَدِّمَه کے معنی میں ہے۔

فَفَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ سَلامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَ مُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ وَ الْغَرَابَةِ . فَتَنَافُرُ الْحُرُوْفِ وَصْفٌ فِي الْكَلِمَةِ يُوْجِبُ ثِقْلَهَا عَلَى اللِّسَانِ وَ عُسْرَ النُّطْقِ بِهَا نَحْوُ الظَّشِّ لِلْمَوْضِعِ الْخَشِنِ وَ الْهُعْخُعِ لِنَبَاتٍ تَرْعَاهُ الْإِبِلُ وَ النُّقَاخِ لِلْمَاءِ الْعَذْبِ الصَّافِي وَالْمُسْتَشْزِرِ لِلْمَفْتُوْلِ .

ترجمہ: فصاحت فی الکلمہ کے معنی کلمہ کا تنافر حروف، مخالفت قیاس اور غرابت سے خالی ہونا پس تنافر حروف کلمہ کا ایک ایسا وصف ہے جو زبان پر حروف کی ثقالت کو اور ان کے تلفظ کی دشواری کو ثابت کرتا ہے یعنی اس کی ادائیگی میں زبان پر ایک قسم کا بوجھ ہوتا ہے جیسے الظش کھردری اور سخت زمین کے لیے اور الھعخع اس گھاس کے لیے جسے اونٹ چرتے ہیں اور النقاخ صاف اور میٹھے پانی کے لیے اور المستشزر مفتول کے لیے (بٹے ہوئے بال کے لیے یا رسی کے لیے)

توضیح: تنافریہ نفرت سے ماخوذ ہے یعنی ایک ہی کلمہ میں ایسے حروف جمع ہو جائیں جن کے اجتماع سے زبان پر ان کی ادائیگی اور تلفظ میں ثقل پیدا ہو جائے جیسے ظش، ھعخع، نقاح اور مستشزر طبع سلیم گواہ ہے کہ یہ سب کلمات زبان پر گراں ہیں ان میں سے ھعخع میں سب سے زیادہ ثقالت ہے اس کے بعد مستشزرات میں پھر دوسرے الفاظ میں۔ اور تنافر کی شناخت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کو ماہرین زبان کا ذوقِ صحیح اور طبع سلیم ثقیل سمجھے وہ تنافر ہے، خواہ اجتماعِ حروف قریب المخارج یا بعید المخارج کے سبب ہو یا کسی اور سبب سے تو فصاحتِ کلمہ کا مذکورہ تینوں چیزوں سے خالی ہونا ضروری ہے اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی کسی کلام میں پایا جائیگا تو کلام فصاحت سے گر جائے گا۔ ان تینوں پر منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ (۱) کلمہ کے مادہ میں کوئی عیب پایا جائے تو اسے تنافر حروف کہتے ہیں (۲) کلمہ کی صورت میں کوئی خرابی واقع ہو تو اس کو مخالفتِ قیاس کہتے ہیں (۳) کلمہ کے اپنے موضوع لہٗ پر دلالت کرنے میں کوئی خرابی ہو تو اس کو غرابت کہتے ہیں، اس کے علاوہ چوتھی کوئی چیز کلمہ کو عیب دار نہیں بناتی۔

فائدہ: کلمات کے حسن وقبح کی پہچان میں اور ان کی سلاست اور غیر سلاست کی معرفت میں ذوق سلیم کی حیثیت ایک ستون کی سی ہے کیوں کہ الفاظ آواز ہیں جس طرح بلبل کی آواز سے خوشی اور مسرّت حاصل ہوتی ہے اور کوّے اور اُلّو کے آواز سے نفرت، ٹھیک اسی طرح بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کے سننے سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے سنتے ہی متلی آنے لگتی ہے جیسے اَلْمُزْنَةُ، اَلدِّيْمَةُ زوردار بارش کے لیے مستعمل ہیں آسان اور شیریں ہیں ان کو سننے سے نفرت نہیں ہوتی اس کے خلاف اَلْبُعَاقُ کو لیجئے اس کے معنی بھی وہی ہیں جو پہلے دونوں کے ہیں لیکن اس لفظ کے سننے سے کانوں پر سخت ضرب پڑتی ہے اور سمع خراشی ہوتی ہے۔

وَ مُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُوْنِ الصَّرْفِيْ كَجَمْعِ بُوْقٍ عَلٰى بُوْقَاتٍ فِيْ قَوْلِ الْمُتَنَبِّيْ:

فَاِنْ يَكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ
فَفِي النَّاسِ بُوْقَاتٌ لَهَا وَ طُبُوْلُ

اِذِ الْقِيَاسُ فِي جَمْعِهٖ لِلْقِلَّةِ اَبْوَاقٌ
وَ كَمَوْدَدَةٍ فِي قَوْلِهٖ ؎

اِنَّ بَنِيَّ لَلِئَامٌ زَهَدَهْ
مَالِيْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ مَوْدَدَهْ

وَ الْقِيَاسُ مَوَدَّةٌ بِالْاِدْغَامِ

ترجمہ: اور مخالفت قیاس لغوی علم صرف کے قانون کے مطابق کلام کا استعمال نہ کرنا جیسے بوق کی جمع بوقات لانا جیسا کہ متنبی شاعر نے اپنے اس قول میں استعمال کیا ہے۔ ترجمہ شعر: جب بعض لوگ (ممدوح سیف الدولہ مراد ہے) دولت کے لیے تلوار بن جائیں (تاکہ دولت کی مدد کریں اور اس کی مدافعت کریں) تو اے ممدوح! تیرے سوا انسانوں میں جتنے بادشاہ ہیں سب ہی دولت کے لیے بمنزلہ بگل اور نقاروں کے ہوجاتے ہیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے ممدوح! تو جب کسی دولت اور سلطنت کا حامی بن جاتا ہے تو دوسرے تمام سلاطین تیرے تابع ہوجاتے ہیں۔

بوق بگل بڑے باجے کو کہتے ہیں اس کی جمع قلت بوقات ہے شعر میں یہ لفظ قانونِ لغت کے خلاف استعمال کیا گیا ہے اسکی جمع کثرت بُوْقٌ وبَوَائِقُ آتی ہے۔

اسی طرح شاعر (متنبی) کے قول میں مودده کا لفظ خلاف قاعدہ ہے۔ شعر کا ترجمہ: میرے بچے بالکل نالائق اور نکمے ہیں میری محبت ان کے دل میں ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ صرف کا قاعدہ چاہتا ہے کہ مودّۃ ادغام کے ساتھ ہو۔

توضیح: مخالفت قیاس لغوی کا مطلب یہ ہے فن صرف اور لغت میں جو قاعدے بتائے گئے ہیں ان کے مخالف ہو یعنی واضع کی وضع کے مخالف ہو اس بنا پر وہ الفاظ جو شاذ ہیں لیکن فصحاء نے ان کو اسی طرح استعمال کیا ہے فصیح ہیں جیسے اَبیٰ

، یاَبیٰ اگرچہ یہ الفاظ صرفی قانون کے مطابق نہیں ہیں، لیکن واضع نے ان کو اسی طرح استعمال کیا ہے اس لیے فصیح ہیں۔ مخالفت قیاس کا مطلب بتاتے ہوئے جو یہ بات کہی گئی تھی کہ کلمہ وضع واضع کے خلاف استعمال ہو یہ اس لیے کہ اگر کلمہ قانونِ مفردات کے خلاف ہو مگر واضع نے اس کو اسی طرح وضع کر دیا ہو تو وہ مخالفِ قیاس نہ کہلائے گا جیسے بئر کی جمع قانونِ مفردات کے لحاظ سے اَبیارٌ آنی چاہیے مگر چوں کہ آبارٌ منقول ہے اس لیے یہ آبارٌ مخالفِ قیاس بن کر فصاحت سے خارج نہ ہوگا جیسے ماء کی جمع مِیاہٌ میں ہمزہ ہا سے بدل گئی ہے یا آلٌ میں ہا الف سے بدل گئی ہے اور یہ تبدیلی قانونِ صرف کے خلاف ہے کہ ہا الف یا ہمزہ سے نہیں بدلتی مگر چوں کہ واضع سے اسی طرح منقول ہیں اس لیے فصیح ہیں۔ (دسوقی میں اس کی صراحت موجود ہے) مخالفت قیاس کی مثال میں شاعر ابوالنجم کے ذیل کے شعر میں اَجْلَلِ کا لفظ بھی پیش کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْأَجْلَلِ
اَلْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْقَدِیْمِ الْاَوَّلِ
أَنْتَ مَلِیْكُ النَّاسِ رَبًّا فَاقْبَلْ
ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ الْاَفْضَلِ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بلند و برتر ہے اپنی ذات اور صفات میں جو اکیلا اور تنہا قدیم اور اول ہے۔ تو تمام لوگوں کا مالک ہے اس حال میں کہ تو رب پس میری دعا قبول کر پھر افضل انبیاء پر درود ہو۔ تو اَجْلَل کو صرفی قاعدے سے اَجَلِّ بہ تشدید اللام پڑھتے ہیں فصحاء بھی بہ تشدید اللام پڑھتے ہیں اور عوام بھی، اس لیے اَجْلَلْ بغیر تشدید کے غیر فصیح اور خلافِ قاعدہ ہے۔ اسی طرح اردو میں بھی مخالفتِ قیاس پائی جاتی ہے مثلاً مذکر کی جگہ مؤنث یا مؤنث کی جگہ میں مذکر لانا یا رائے ہندی کی جگہ میں رائے مخففہ استعمال کرنا جیسے خلق یکجا ہوئی کنارہ پر ☆ حشر برپا ہوئی کنارہ پر، حشر کو برخلاف جمہور فصحاء کے شاعر مؤنث لایا ہے اسی طرح ساق سیمیں تری شب دیکھ کے گوری گوری ☆ شرم سے شمع ہوئی جاتی تھوری

تھوڑی۔ اس میں تھوڑی کو جو رائے ثقیلہ (ڑ) سے ہے گوری کا جو رائے خفیفہ سے ہے قافیہ کیا ہے۔ الغرض یہ چیزیں خلاف قیاسِ لغت و اصطلاح اور مخل فصاحت ہیں۔

حَلِّ کلمات: "یَكُ" اصل میں یکن تھا اِنْ شرطیہ جازمہ کی وجہ سے واو حذف ہو گیا، ساتھ ساتھ خلاف قیاس نون بھی حذف ہو گیا قرآن شریف میں اس کی نظیر موجود ہے "وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا" ان حرف شرط، بَعْضُ النَّاس، یكُ کا اسم، سیفاً لدولة خبر، یكُ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط۔ فاء جزاء کے واسطے فی الناس خبر مقدم۔ بوقات لها وطبول مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

اس شعر میں محل استشہاد بوقات ہے۔

بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنِی تھا بَنِیْنَ کی اضافت جب "ی" کی طرف ہوئی تو نون حذف ہو گیا پھر یاء کو یاء میں مدغم کر دیا بَنِیَّ ہو گیا۔ لِئَامٌ یہ لَئِیْمٌ کی جمع جیسے کَرِیْمٌ کی جمع کِرَامٌ اور زَهَدَةٌ، زَاهِدٌ کی جمع ہے۔ جیسے بَارٌّ کی جمع بَرَرَةٌ. صُدُوْرٌ یہ صدر کی جمع ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، بَنِیَّ اس کا اسم، لام تاکید کے واسطے، لِئَام خبر اول اور زهدة خبر ثانی ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ باقی ترکیب آسان ہے۔ اس شعر میں محل استشہاد موددہ ہے۔

وَ الْغَرَابَةُ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنٰى نَحْوُ تَكَأْكَأَ بِمَعْنٰى اِجْتَمَعَ وَ افْرَنْقَعَ بِمَعْنٰى اِنْصَرَفَ وَ اطْلَخَمَّ بِمَعْنٰى اِشْتَدَّ .

ترجمہ: غرابت کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح نہ ہو۔ جیسے تَكَأْكَأَ بمعنی اِجْتَمَعَ (جمع ہوا) افرنقع بمعنی انصرف (واپس ہو گیا) اور اطلخم بمعنی اشتدَّ (سخت ہو گیا)

توضیح: بعض حضرات غرابت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں كَوْنُ الْكَلِمَةِ وَحْشِيَّةً غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنٰى وَ لَا مَاْنُوْسَةَ الْاِسْتِعْمَالِ. کلمہ کا نامانوس ہونا

نیز معنی کے لحاظ سے غیر واضح اور استعمال میں معروف نہ ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ جب عیسیٰ بن عمر ایک مرتبہ اپنی سواری سے گر گیا تھا تو بہت سارے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اس وقت عیسیٰ نے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا: "مَالَكُمْ تَكَأْكَأْتُمْ عَلَىَّ كَتَكَأْكُؤِكُمْ عَلٰى ذِيْ جِنَّةٍ اِفْرَنْقِعُوا عَنِّى (تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے تم کسی آسیب زدہ پر جمع ہوتے ہو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ) یہاں اس نے تکأ کأ کو اجتمع کے معنی میں لیا ہے اسی طرح افرنقع کو انصرف کے معنی میں لیا ہے یہ الفاظ مذکورہ معنوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ یہ الفاظ غیر مانوس اور غیر معروف ہیں، اس لیے ان کو غریب کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ فصاحت کے لیے ایک شرط اور ہے کہ کراہت فی السمع سے خالی ہو کہ اس لفظ کے سننے میں کراہت نہ معلوم ہو یعنی اس لفظ کا سننا کانوں کے واسطے ناگوار نہ ہو جیسے جِرِشّٰی کا لفظ متنبی کے اس شعر میں

مُبَارَكُ الإسْمِ اَغَرُّ اللَّقَبِ
كَرِيْمُ الجِرِشّٰى شَرِيْفُ النَّسَبِ

(سیف الدولہ مبارک نام والا ہے، روشن لقب والا ہے، بزرگ نفس والا، شریف نسب والا ہے) لیکن حقیقت میں فصاحت کی تعریف میں وَكَرَاهَةٌ فِي السَّمْعِ کی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جس لفظ کے سننے سے کانوں کو ناگواری ہوتی ہے وہ لفظ وحشی ہے اس میں تنافر حروف ہے اس لیے جب فصاحت کی تعریف میں کہہ دیا کہ تنافر حروف سے خالی ہو تو یہ کہنے کی ضرورت نہ رہی کہ کراہت فی السمع سے خالی ہو۔ الغرض جرشی میں تنافر الحروف موجود ہے اس طرح کے الفاظ کو فصاحت سے نکالنے کے لیے الگ سے کوئی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

فَصَاحَةُ الْكَلَامِ سَلَامَتُهٗ مِنْ تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَمِعَةً وَ مِنْ ضُعْفِ التَّالِيْفِ وَ مِنَ التَّعْقِيْدِ مَعَ فَصَاحَةِ كَلِمَاتِهٖ

فَالتَّنَافُرُ وَصْفٌ فِي الْكَلَامِ يُوْجِبُ ثِقْلَهٗ عَلٰى

اللِّسَانِ وَ عُسْرَ النُّطْقِ بِهٖ نَحْوُ ۔

فِی رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلُكَ يَشْرَعُ
وَ لَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ
كَرِيْمٌ مَتٰى اَمْدَحْهُ اَمْدَحْهُ وَ الْوَرٰى مَعِيْ
وَ اِذَا مَا لُمْتُهٗ لُمْتُهٗ وَحْدِیْ

حلّ کلمات: کریم متی امدحہ امدحہ الخ۔ متی شرطیہ کی وجہ سے فعل مضارع کو دونوں جگہ مجزوم ہے۔ لُمتُ لَوْمٌ سے مشتق ہے ملامت کرنے کے معنی میں لُمتُ کی تعلیل بالکل قُلتُ کی طرح ہے۔ وحدی متوحداً کے معنی میں ہو کر لُمتُ کی تُ ضمیر سے حال واقع ہے اسی طرح والوری معی بھی ترکیب میں امدحُ فعل کی ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ باقی ترکیب آسان ہے۔

اور لَیسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ میں قَبْرِ حَرْبٍ مضاف با مضاف الیہ، مضاف الیہ ہوا قربَ مضاف کا اور قربَ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر لیس کی خبر مقدم ہوئی، قبرُ اسم مؤخر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ترجمہ: فصاحت کلام کے معنی یہ ہیں کہ کلام میں چند کلمات کے اجتماع سے جو تنافر پیدا ہوتا ہے اس سے کلام خالی ہو اور ضعفِ تالیف اور تعقید سے بھی خالی ہو بشرطیکہ اس کے تمام کلماتِ مفردہ فصیح ہوں۔

توضیح: مجتمعۃً کی قید یہاں پر اس لیے بڑھائی گئی ہے کہ کلام کا تنافر کلماتِ مفردہ سے پاک ہونا تو فصاحتِ کلمہ کی تعریف سے بھی ظاہر ہے اس لیے کہ کلام تو کلمات ہی سے مرکب ہوتا ہے۔ البتہ اس امر کو ظاہر کرنا ضروری ہے کہ کبھی چند فصیح کلمات کے ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے تنافر ہو جاتا ہے لہذا اس قید کو بڑھا کر اس قسم کے تنافر سے بھی کلامِ فصیح کا پاک رہنا ضروری قرار دیا گیا۔

فَالتَّنَافُرُ الخ.

ترجمہ: پس تنافر کلمات، کلام میں ایسا وصف ہے جو زبان پر کلام کے ثقل ہونے کو نیز اس کے تلفظ کی دشواری کو ثابت کرتا ہے۔

توضیح: مطلب یہ ہے کہ کلام میں چند کلمات اس طرح جمع ہو جائیں کہ کلام زبان پر ثقیل اور ان کی ادائیگی بھی دشوار ہو جائے جس طرح چند حرفوں کے اجتماع سے کلماتِ مفردہ میں تنافر پیدا ہوتا ہے اسی طرح چند کلمات کے اجتماع سے بھی کلام میں تنافر پیدا ہو جاتا ہے نحو فی رفع عرش الخ ترجمہ: شریعت کے عرش کی بلندی میں تمہاری ہی طرح کا بلند کرتا ہے اور حرب کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے، میرا ممدوح ایسا سخی اور کریم ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو دنیا میرے ساتھ اس کی تعریف کرتی ہے اور جب میں اس کی ملامت کرتا ہوں تو میں اکیلا ہوتا ہوں۔

ان مصرعوں میں منشاءِ ثقل نفس اجتماعِ کلمات ہے جو نہایت ثقیل ہے اور یہی منشاءِ ثقل اردو کے اس شعر میں ہے

چچا چار کپڑے کچے چچا چار کپڑے پکے
پکے کپڑے کچے چچا کچے کپڑے پکے

یہاں الفاظ چچا اور کپڑے ہر ایک خود فصیح اور غیر ثقیل ہیں لیکن سب کا اجتماع باعثِ ثقل بن گیا اور کریم متی امدحہ الخ میں منشاءِ ثقل، کلمہ کے بعض حروف کا بعض دوسرے کلمہ کے حروف کے ساتھ جمع ہو جانا ہے لیکن یہ اجتماع اوپر کے اجتماع کے مقابلہ میں کم ثقل کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ لفظ امدحہ میں حائے حطی اور ہائے ہوز دونوں حروف جو حروف حلقی میں سے ہیں جمع ہو گئے ہیں پھر اس لفظ کو شعر میں دوبارہ لایا گیا ہے اور یہی باعثِ ثقل ہے اگر دوبارہ نہ لایا جاتا تو یہ ثقل پیدا نہ ہوتا جیسے قرآن شریف میں فَسَبِّحْهُ ہے کہ ایک کلمہ میں دو حروفِ حلقی جمع ہیں، لیکن تکرار نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کسی طرح کا ثقل نہیں ہے۔

اسمٰعیل بن عباد ایک بڑا شاعر تھا، شیخ عبد القاہر جرجانی کے اساتذہ میں سے ہے، اس نے ابو تمام کا ایک قصیدہ اپنے استاد ابن عمید کے سامنے پڑھا۔ جب یہ شعر پڑھا کریم متی امدحہ امدحہ الخ تو ابن عمید نے کہا کہ اس

میں تم کو کوئی عیب نظر آتا ہے؟ کہا ہاں مدح کے مقابلہ میں لوم ہے، حالانکہ مدح کے مقابلہ میں ذم ہونا چاہیے۔ ابن عمید نے کہا اس کے علاوہ ایک عیب یہ بھی ہے کہ امدح میں حائے حطی کے ساتھ ہائے ہوز ہے اور وہ اس کلمہ کو دوبارہ لایا ہے۔

کریم متیٰ امدحہ الخ : یہ شعر ابو تمام شاعر کا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابو الغیث موسیٰ ابن ابراہیم الرافعی کو جب یہ خبر پہنچی کہ ابو تمام حبیب ابن اوس الطائی نے میری ہجو کی ہے تو اس نے اس پر عتاب کیا، اس کے بعد ابو تمام نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے ہجو کرنے سے اپنی براءت ظاہر کی اور یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے۔ اور جیسے انشاء اللہ خان کے اردو کے اس شعر میں تنافر ہے اجتماع کلمات کی وجہ سے ؎

تیں حرفوں ہی میں سب کچھ ہے یہ انشاء سچ ہے
بس یہی نحو کے ہیں حرف یہی صرف کے حرف

فی رفعِ عرشِ الشرعِ الخ اس مثال میں رفع اور عرش میں سے ہر ایک بجائے خود فصیح ہے، لیکن تین کلمات (رفع، عرش، پھر شرع) کے اجتماع سے زبان پر ایک شدید ثقل پیدا ہو گیا، لہٰذا یہ کلام غیر فصیح ہو گا۔ اسی طرح لیس قرب قبر حرب قبر میں قرب اور قبر میں سے ہر ایک بجائے خود فصیح ہے لیکن تین کلمات قرب اور قبر اور پھر دوبارہ قبر کے اجتماع سے زبان پر ثقل پیدا ہو گیا، اس لیے یہ کلام بھی غیر فصیح ہو گا۔ پورا شعر یہ ہے ؎

وَقَبْرُ حَرْبٍ بِمَكَانٍ قَفْرٍ
لَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ

قفر وہ میدان جس میں نہ گھاس ہو اور نہ پانی

حرب یہ ایک شخص کا نام ہے جو حرب ابن امیہ سے موسوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حرب ابن امیہ نے ایک جن کو جو سانپ کی شکل میں تھا پیر سے روند کر مار ڈالا تو جنوں میں سے ایک جن اس پر اس زور سے چیخا کہ وہ مر گیا اس کے بعد

اس جن نے اس پر یہ شعر پڑھا: حرب ابن امیہ کی قبر چٹیل میدان میں ہے اور حرب ابن امیہ کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں ہے۔

وَضُعْفُ التَّالِيْفِ كَوْنُ الْكَلَامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُوْنِ النَّحْوِيِّ الْمَشْهُوْرِ كَالْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظاً وَ رُتْبَةً فِيْ قَوْلِهِ ؎

جَزٰى بَنُوْهُ أَبَا الْغَيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ
وَ حُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزٰى سِنِمَّارُ

ترجمہ: ضعف تالیف کلام کا مشہور نحوی قانون کے خلاف (جاری) استعمال ہونا جیسے مرجع ذکر کرنے سے پہلے ضمیر لانا لفظاً و رتبۃً جیسے شاعر کے اس قول میں ابو الغیلان کے لڑکوں نے اپنے بوڑھے باپ کو سن رسیدہ اور حسن سلوک کرنے کے باوجود ایسا بدلہ دیا جیسا کہ خورنق کے معمار سنمار کو دیا گیا تھا۔

توضیح: کالاضمار الخ ضمیر کا مرجع ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کو ذکر کر دینا یعنی وہ اسم ذکر نہیں کیا گیا جس کی طرف ضمیر کو لوٹایا گیا ہے اور ضمیر کو ذکر کر دیا گیا، یہ اضمار قبل الذکر کہلاتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً ممنوع ہے تفصیل نحو کی کتابوں میں موجود ہے۔

قولہ جزی بنوہ الخ اس میں ہ ضمیر ابو الغیلان کی جانب راجع ہے جو لفظاً و رتبۃً و حکماً ہر لحاظ سے مقدم ذکر کی گئی ہے ابو الغیلان ترکیب میں مفعول واقع ہو رہا ہے، اس کا مقام ہر اعتبار سے فاعل کے بعد ہے۔ ہ ضمیر جب ابو الغیلان کی طرف لوٹ رہی ہے تو اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً لازم آیا اور یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

قولہ سنمار یہ روم کا باشندہ تھا، معماری کا کام کرتا تھا اسی نے نعمان اکبر کے لیے کوفہ کے پاس خورنق نامی محل تیار کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب محل تیار ہو گیا تو نعمان نے اسے اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیا، تاکہ وہ کسی دوسرے کے لیے اس طرح خوشنما محل تیار نہ کر سکے۔ چوں کہ یہ اس کی جانب سے برا بدلہ تھا اس لیے

کسی کے برُا بدلہ دینے پر یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا یعنی جزاہُ جزاءَ سِنمار۔
حلّ کلمات: جزی یجزی جزاءً (ض) بدلہ دینا۔ بنوہ، جزی کا فاعل ہے اصل میں بَنُونَ تھا اضافت کی وجہ سے نون حذف ہو گیا۔ ابا الغَیلانِ جزیٰ کا مفعول بہ ہے۔ یہاں بنوہ کے ساتھ جو ضمیر ہے یہی محل استشہاد ہے اضمار قبل الذکر اسی میں واقع ہو رہا ہے۔

اَلتَّعْقِیْدُ أَنْ یَکُوْنَ الْکَلَامُ خَفِیَّ الدَّلَالَةِ عَلَی الْمَعْنَی الْمُرَادِ وَ الْخِفَاءُ إِمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ تَقْدِیْمٍ اَوْ تَاخِیْرٍ اَوْ فَصْلٍ وَ یُسَمّٰی تَعْقِیْداً لَفْظِیّاً کَقَوْلِ الْمُتَنَبِّیْ

جَفَخَتْ وَ هُمْ لَایَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ
شِیَمٌ عَلَی الْحَسَبِ الْاَغَرِّ دَلَائِلُ

فَإِنَّ تَقْدِیْرَهٗ جَفَخَتْ بِهِمْ شِیَمٌ دَلَائِلُ عَلَی الْحَسَبِ الْاَغَرِّ وَهُمْ لَایَجْفَخُوْنَ بِهَا

ترجمہ: تعقید کے معنی یہ ہیں کہ کلام متکلم کے معنیٰ مرادی پر خَفِیُّ الدلالۃ ہو اور یہ خفایا تو لفظی خلل کے اعتبار سے ہو گا مثلاً تقدیم یا تاخیر یا دو لفظوں میں فصل ہونے کی بنا پر اور اس خفا کا نام تعقید لفظی رکھا جاتا ہے جیسے متنبّی کا شعر۔ میرے ممدوح کے اخلاق و عادات نے فخر کیا جو اس کے اعلیٰ حسب و نسب ہونے کی دلیل ہے جب کہ وہ خود اپنے ان اعلیٰ اخلاق پر فخر نہیں کرتا، اس وجہ سے کہ اس شعر کی اصل جَفَخَتْ بِهِمْ شِیَمٌ دَلَائِلُ عَلَی الْحَسَبِ الْاَغَرِّ وَ هُمْ لَایَجْفَخُوْنَ بِهَا۔

توضیح: تعقید کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلطی اور خلل کی وجہ سے کلام اپنے مطلب پر ظاہر الدلالہ نہ ہو۔ یہ خلل یا تو ترتیبِ الفاظ میں ہو کہ خلل کی وجہ سے انتقال ذہن مشکل سے ہوتا ہو بعض الفاظ کو مقدم یا مؤخر کرنے یا حذف کر دینے سے یا مضمر کر دینے سے یا اسی طرح کی کسی اور غلطی کی وجہ سے کبھی ایسا خلل واقع ہو جاتا

ہے کہ مطلب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے متنبی کا قول جَفَخَتْ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ الخ اس شعر میں دیکھئے شاعر نے سب سے پہلے جفخت فعل اور اس کے فاعل شیم کے درمیان و هم لایجفخون بها بهم سے فصل کیا اس کے بعد شیم موصوف اور اس کی صفت دلائل کے درمیان على الحسب الاغر سے فصل کیا اسی طرح بهم، جفخت کے متعلق ہے لیکن اس کو لایجفخون کے بعد لایا ایسا لگتا ہے کہ یہ لایجفخون کے متعلق ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

حل کلمات: جَفَخَتْ (ف) فخر کرنا شِيَمٌ یہ شِيْمَةٌ کی جمع ہے، عادت اور خصلت کے معنی میں اَلْاَغَرُّ غَرَّ يَغَرُّ (س) غَرَرًا و غُرَّةً سفید ہونا خوبصورت ہونا، صفت مذکر کے لیے ہو اَغَرُّ اور مؤنث کے لیے غَرَّاء مستعمل ہوتا ہے۔ دلائل یہ دلالة کی جمع ہے ہر وہ چیز جس سے رہنمائی حاصل ہو یہاں علامت مراد ہے۔

وَ اِمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى بِسَبَبِ اِسْتِعْمَالِ مَجَازَاتٍ وَ كِنَايَاتٍ لَا يُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَا وَ يُسَمّٰى تَعْقِيْداً مَعْنَوِيًّا نَحْوُ قَوْلِكَ: نَشَرَ الْمَلِكُ اَلْسِنَتَهُ فِى الْمَدِيْنَةِ مُرِيْداً جَوَاسِيْسَهُ وَالصَّوَابُ نَشَرَ عُيُوْنَهُ وَ قَوْلِهِ ؎

سَأَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرُبُوْا
وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

حَيْثُ كَنّٰى بِالْجُمُوْدِ عَنِ السُّرُوْرِ مَعَ اَنَّ الْجُمُوْدَ يُكْنٰى بِهِ عَنِ الْبُخْلِ وَقْتَ الْبُكَاءِ.

ترجمہ: یا خفا معنوی خلل کے اعتبار سے ہوگا اس سبب سے کہ متکلم نے اپنے کلام میں مجازات اور کنایات کو استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے مراد سمجھ میں نہیں آتی اور اس کا تعقید معنوی نام رکھا جاتا ہے جیسے تیرا قول "نشر الملك السنته فى المدينة" بادشاہ نے پورے شہر میں زبانیں پھیلا دی ہیں، مراد اس سے اس کے جاسوس (سراغ رساں، سی آئی ڈی) ہیں مگر اس میں درست یہ ہے کہ السنتهٗ

کے بجائے عیونہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس کا اطلاق مجازاً جاسوس پر ہوتا ہے بخلاف لسان کے، یہ درست نہیں ہے۔ اور عباس ابن احنف شاعر کا قول ع
میں تم سے مکان کی دوری چاہوں گا (دور رہنے کی خواہش کروں گا) تاکہ تم مجھ سے قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی، تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔
اس جگہ جمود سے سرور اور خوشی کا کنایہ کیا ہے جب کہ جمود بول کر رونے کے وقت بخل سے کام لینے کا کنایہ کیا جاتا ہے۔
توضیح: شاعر کہتا ہے کہ چوں کہ احباب اور اہلِ زمانہ کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ مقصود کی نقیض لایا کرتے ہیں اور مطلوب کے مخالف سمت چلتے ہیں تاکہ انہیں مطلوب حاصل ہو، اس لیے میں بھی اب بجائے قرب اور وصال چاہنے کے بُعد اور فراق کو طلب کروں گا، تاکہ قرب اور وصال حاصل ہو، اسی طرح رنج اور غم کی دعا کروں گا، تاکہ مسرت اور خوشی حاصل ہو جائے۔ "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً" یعنی تنگی کے بعد آسانی ہے۔ یعنی شاعر الٹی دعا مانگ رہا ہے اس لیے کہ جب میں محبوبہ کے وصل کو مانگتا ہوں تو بعد ہوتا ہے لہٰذا میں اس سے دوری اور غم کے لیے دعا مانگتا ہوں تو یہ قبول نہ ہوگی اور اس دعا کے خلاف ہوگا اس لیے مجھے اس سے نزدیکی اور خوشی حاصل ہوگی بقولِ شاعر ؎

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجرِ یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

شاعر کا یہ قول معنیٔ مذکور میں اس وقت درست ہوگا جب کہ جمود سے سرور کی طرف کنایہ کیا جائے باوجودیکہ بوقت گریہ جمود سے بخل بالدموع کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھوں کے خشک ہو جانے سے ذہن اس امر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ جب آنسو بہا کر رونا چاہیں تب بھی آنسو نہ نکلیں یہ کیفیت غم کی حالت میں زیادہ رونے سے ہو سکتی ہے خوشی کی حالت میں ایسی کیفیت نہیں ہوتی اس لیے ذہن خوشی اور مسرت کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہ شعر فصاحت سے خالی ہے۔ اردو میں تعقید معنوی کی مثال میں یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

میری لیلیٰ کو کردیا مجنوں
اے سکندر میں تجھ کو کیا کوسوں

مطلب یہ ہے کہ شاعر کا معشوق آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اپنا عاشق ہوگیا اور مشہور یہ ہے کہ آئینہ کا موجد سکندر ہے لہٰذا شاعر سکندر ہی کی شکایت کرتا ہے کہ اے سکندر! تو نے ایسی چیز کیوں ایجاد کی جس کی وجہ سے یہ مصیبت آئی کہ معشوق خود اپنے اوپر عاشق ہوگیا؟

اس شعر میں شکایت کی تین چیزیں ہیں (۱) سکندر کا آئینہ ایجاد کرنا (۲) معشوق کا آئینہ دیکھنا (۳) اپنا عاشق ہو جانا اور یہ تینوں چیزیں شعر میں موجود نہیں ہیں اور یہی اسبابِ تعقید ہیں۔

دوسرا شعر: ؎

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

مطلب یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کو باغ میں جانے سے روکو، کیوں کہ وہ باغ میں جائیں گی تو پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا چھتہ بنائیں گی اور چھتہ سے موم بتیاں بنائی جائیں گی، پھر بتیاں جلائی جائیں گی تو پروانے آکر ان پر گریں گے اور جلیں گے۔

اس شعر میں بہت واسطوں کا ہونا پھر ان کا مذکور نہ ہونا باعثِ تعقیدِ معنوی ہے۔

حلِّ کلمات: لِتَقْرُبُوْا (س) سے قریب ہونا۔ تسکب (ن) سے پانی بہانا۔ عینان اصل میں عَینَان یَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا عَینَایَ ہوا یہ ترکیب میں تَسْكُبُ کا فاعل واقع ہو رہا ہے۔ دُمُوْعٌ یہ دَمْعٌ کی جمع، آنکھ کا پانی۔ لِتَجْمُدا (ن) سے جَمْدًا وَجُمُوْدًا پانی کا نہ بہنا۔ بند ہونا، جم جانا۔

وَ فَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ فَصِيحٍ فِي أَيِّ غَرَضٍ كَانَ

ترجمہ: فصاحۃ المتکلم۔ درحقیقت ایک ملکہ اور استعداد ہے جس کی بدولت متکلم مقصود کو فصیح کلام سے تعبیر کرنے پر قادر ہوتا ہے جس غرض اور مقصد کے لیے بھی ہو۔

توضیح: ملکہ سے مراد وہ کیفیت راسخہ ہے جونفس کے اندر موجود ہو تو اگر کسی کے اندر کیفیتِ راسخہ نہ ہو بلکہ اتفاق سے کبھی کبھار فصیح جملے استعمال کرے تو ایسے شخص کو فصیح نہیں کہیں گے۔ اور بعض لوگ مخصوص مضامین کو کلامِ فصیح کے ذریعہ بیان کرسکتے ہیں دوسرے مضامین کو بیان نہیں کرسکتے لہٰذا فی ای غرض کان کی قید سے ایسے لوگوں کے کلام کو فصیح سے نکال دیا گیا اور وہ لوگ فصیح نہیں کہلائے جائیں گے بلکہ فصیح وہ کہلائیں گے جو ہر قسم کے مضامین کو کلامِ فصیح کے ذریعہ بیان کرسکیں۔

البلاغۃ

وَ الْبَلَاغَةُ فِي اللُّغَةِ الْوُصُوْلُ وَ الْإِنْتِهَاءُ يُقَالُ بَلَغَ فُلَانٌ مُرَادَهُ إِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ وَ بَلَغَ الرَّكْبُ الْمَدِيْنَةَ إِذَا انْتَهٰى إِلَيْهَا وَتَقَعُ فِي الْإِصْطِلَاحِ وَصْفاً لِلْكَلَامِ وَ الْمُتَكَلِّمِ

ترجمہ: بلاغت کے معنی لغت میں انتہا اور وصول کے آتے ہیں جیسے بَلَغَ فُلَانٌ مُرَادَهُ فلاں شخص اپنی مراد کو پہونچ گیا اور کہا جاتا ہے بلغ الرّکب المدینۃ قافلہ شہر پہنچ گیا جب قافلہ وہاں پہنچ گیا اور اصطلاح میں بلاغت کا استعمال کلام اور متکلم کی صفت کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

توضیح: بلاغت باعتبارِ معنیٔ لغت وصول اور انتہا پر دلالت کرتی ہے اور بلاغت کے ساتھ صرف کلام اور متکلم متصف ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے هٰذَا كَلَامٌ بَلِيْغٌ هٰذِهٖ قَصِيْدَةٌ بَلِيْغَةٌ هٰذَا كَاتِبٌ بَلِيْغٌ اور هٰذَا شَاعِرٌ بَلِيْغٌ. اس کے ساتھ مفرد (کلمہ) متصف نہیں ہوتا ہے اس لیے هٰذِهٖ كَلِمَةٌ بَلِيْغَةٌ کہیں نہیں سنا گیا۔

فَبلاغَةُ الْكَلامِ مُطَابَقَتُهُ لِمُقْتَضَى الْحَالِ مَعَ فَصَاحَتِهِ والْحَالُ يُسَمّٰى بِالْمَقَامِ هُوَ الأَمْرُ الْحَامِلُ لِلْمُتَكَلِّمِ عَلٰى أَنْ يُوْرِدَ عِبَارَتَهُ عَلٰى صُوْرَةٍ مَخْصُوْصَةٍ وَ الْمُقْتَضٰى وَ يُسَمّٰى الإِعْتِبَارَ الْمُنَاسِبَ هُوَ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ الَّتِي تُوْرَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ مَثَلاً اَلْمَدْحُ حَالٌ يَدْعُوْ لِإِيْرَادِ الْعِبَارَةِ عَلٰى صُوْرَةِ الإِطْنَابِ وَ ذَكَاءُ الْمُخَاطَبِ حَالٌ يَدْعُوْ لِإِيْرَادِهَا عَلٰى صُوْرَةِ الإِيْجَازِ فَكُلٌّ مِّنَ الْمَدْحِ وَ الذَّكَاءِ حَالٌ وَ كُلٌّ مِنَ الإِطْنَابِ وَ الإِيْجَازِ مُقْتَضًى وَ إِيْرَادُ الْكَلامِ عَلٰى صُوْرَةِ الإِطْنَابِ وَ الإِيْجَازِ مُطَابَقَةٌ لِلْمُقْتَضٰى.

فَبَلاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلامٍ بَلِيْغٍ فِيْ أَيِّ غَرْضٍ كَانَ.

ترجمہ: بلاغت الکلام، کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا اس کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ یعنی کلام فصیح بھی ہو اور مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو اور حال جس کا نام مقام بھی رکھا جاتا ہے وہ ایسا امر ہے جو متکلم کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنی عبارت کو ایک مخصوص صورت پر لائے اور مقتضی جس کا نام اعتبارِ مناسب بھی رکھا جاتا ہے، وہ وہی صورتِ مخصوصہ ہے جس پر متکلم کی عبارت لائی جاتی ہے مثلاً: مدح ایک حالت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عبارت بصورتِ اطناب وارد ہو اور اسی طرح مخاطب کی ذکاوت و ذہانت ایک حالت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عبارت مختصر اور ایجاز کی صورت میں وارد ہو لہٰذا مدح اور ذہانت دو حالتیں ہیں اور اطناب و ایجاز میں سے ہر ایک مقتضی ہیں اور کلام کا اطناب اور ایجاز کی صورت پر لانا مقتضی کی مطابقت ہے۔

بلاغت المتکلم ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ذریعہ متکلم بلیغ کلام کے ساتھ مقصود کو بیان کرنے پر قادر ہو کسی بھی غرض میں کیوں نہ ہو۔

توضیح: بلاغت الکلام کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کلام فصیح اور مقتضائے حال کے مطابق ہو یعنی بلاغۃ الکلام دو چیزوں پر موقوف ہے ایک کلام کا مقتضائے حال کے موافق ہونا دوسری کلام کا فصیح کلمات سے مرکب ہونا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ ہر کلام بلیغ فصیح ہے، لیکن ہر کلام فصیح بلیغ نہیں ہے تو کلام کو جتنا مقتضائے حال کے موافق استعمال کروگے اتنا ہی خوبیوں کا حامل ہوگا اور جتنا مقتضائے حال کے خلاف استعمال کروگے اتنا ہی کلام خوبیوں سے گرا ہوا ہوگا۔ بلغاء نے بلاغت کے دو طرف مقرر کیے ہیں ایک کو وہ طرف اعلیٰ کہتے ہیں جو بلند سے بلند ہے یہی قرآنِ کریم کی بلاغت ہے اس کے بعد وہ بلاغت ہے جو اس طرفِ اعلیٰ کے قریب قریب ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے طرفِ اعلیٰ اور جو اس سے قریب ہے وہ دونوں حدِّ اعجاز میں داخل ہیں۔ بلاغت کا دوسرا کنارہ طرفِ اسفل کہلاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بلغاء کے نزدیک اگر کلام اس اسفل سے بھی گرا ہوا ہوگا تو آدمی کا کلام نہیں سمجھا جائے گا بلکہ حیوان کی آواز سے مل جائے گا۔ اس لیے بلاغت کے حاصل کرنے والوں کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ ان اسباب کو معلوم کریں جو فصاحت کے لیے مُضر ہیں، تاکہ غیر فصیح کلام کو لانے سے احتراز کریں دوسری چیز یہ کہ احوال اور مقتضیاتِ احوال کو پہلے معلوم کرلیں ورنہ کلام کو مقتضائے حال کے مطابق لانا محال ہوگا۔

وَ يُعْرَفُ التَّنَافُرُ بِالذَّوْقِ وَ مُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ بِالصَّرْفِ وَ ضَعْفُ التَّالِيْفِ وَالتَّعْقِيْدُ اللَّفْظِيُّ بِالنَّحْوِ وَالْغَرَابَةُ بِكَثْرَةِ الْإِطِّلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ وَ التَّعْقِيْدُ الْمَعْنَوِيُّ بِالْبَيَانِ وَ الْأَحْوَالُ وَمُقْتَضَيَاتُهَا بِالْمَعَانِيْ فَوَجَبَ عَلٰى طَالِبِ الْبَلَاغَةِ مَعْرِفَةُ اللُّغَةِ

وَ الصَّرْفِ وَالنَّحْــوِ وَ الْمَعَانِي وَ الْبَيَانِ مَعَ كَوْنِهٖ سَلِيْمَ الذَّوْقِ كَثِيْرَ الإِطِّلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ.

ترجمہ: تنافر حروف ذوق کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اور مخالفۃ القیاس علم صرف سے، ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو سے پہچانی جاتی ہے اور غرابت کلامِ عرب پر کثرتِ اطلاع حاصل ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور تعقید معنوی علم بیان کے ذریعہ اسی طرح احوال اور احوال کے مقتضیات علم معانی کے ذریعہ معلوم کیے جاتے ہیں لہٰذا علم معانی کے طالب پر واجب ہے کہ وہ لغت، صرف، نحو، معانی اور بیان کو پہچانے اور ساتھ ہی وہ شخص سلیم الذوق بھی ہو، کلامِ عرب میں اس کی معلومات کثیر ہو۔

توضیح: کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے علم بدیع سے معلوم ہوتے ہیں۔ چوں کہ بہت سے علماء بلاغت کی تینوں قسموں کو علم بیان کے نام سے ہی موسوم کرتے ہیں اس لیے اگر اس مقام پر علم بدیع کا ذکر نہیں آیا تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ علم بدیع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علم معانی اور علم بیان کے ذکر کے بعد صریح طور پر علم بدیع کے ذکر کرنے کو اختصار کی غرض سے ترک کردیا گیا ہے اس کے علاوہ علم بدیع کے تمام قواعد معانی اور بیان پر موقوف ہیں لہٰذا موقوف علیہ کو بیان کردیا اور موقوف کو غیر ضروری سمجھ کر حذف کردیا۔

عِلْمُ الْمَعَانِي

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ أَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِي بِهَا يُطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ فَتَخْتَلِفُ صُوَرُ الْكَلَامِ لِإِخْتِلَافِ الْأَحْوَالِ. مِثَالُ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى " وَ أَنَّا لَا نَدْرِيْ أَ شَرٌّ أُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا " فَإِنَّ مَا قَبْلَ " أَمْ " صُوْرَةٌ مِّنَ الْكَلَامِ تُخَالِفُ صُوْرَةَ مَا بَعْدَهَا

لِأَنَّ الأُوْلٰى فِيهَا فِعْلُ الإِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَجْهُوْلِ وَ الثَّانِيَةَ فِيْهَا فِعْلُ الإِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَعْلُوْمِ وَ الْحَالُ الدَّاعِيْ لِذٰلِكَ نِسْبَةُ الْخَيْرِ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ فِيْ الثَّانِيَةِ وَ مَنْعُ نِسْبَةِ الشَّرِّ اِلَيْهِ فِيْ الأُوْلٰى وَ يَنْحَصِرُ الْكَلَامُ عَلٰى هٰذَا الْعِلْمِ فِيْ ثَمَانِيَةِ اَبْوَابٍ وَ خَاتِمَةٍ.

علم معانی

ترجمہ: علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظِ عربی کے وہ احوال جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے لہٰذا کلام کی تمام صورتیں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوں گی۔ اس کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَ اَنَّا لَا نَدْرِيْ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِيْ الأَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا" ہے ترجمہ آیت: اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت دینے کا قصد کیا ہے۔ آیتِ کریمہ میں "اَم" سے پہلے جو کلام کی صورت ہے وہ "اَم" کے بعد کی صورت کی بالکل مخالف ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں فعلِ ارادہ (اُرِيْدَ) فعل مجہول ہے اور دوسری صورت میں فعلِ ارادہ (أراد) فعل معروف ہے اور وہ بات جو اس امر کے لیے داعی ہے وہ خیر کی نسبت اللہ سبحانہ کی طرف کرنا ہے اور دوسری صورت میں شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کو منع کرنا ہے پہلی صورت میں۔ اور اس علم معانی کی بحث آٹھ بابوں اور ایک خاتمہ میں منحصر ہے۔

اَلْبَابُ الأَوَّلُ فِيْ الْخَبَرِ وَ الإِنْشَاءِ

كُلُّ كَلَامٍ فَهُوَ إِمَّا خَبَرٌ اَوْ إِنْشَاءٌ وَ الْخَبَرُ مَا يَصِحُّ

أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ إِنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ كَسَافَرَ مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ مُقِيْمٌ

وَ الإِنْشَاءُ مَالَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ ذٰلِكَ كَسَافِرْ يَا مُحَمَّدُ وَ أَقِمْ يَا عَلِيُّ وَ الْمُرَادُ بِصِدْقِ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهُ لِلْوَاقِعِ وَ بِكِذْبِهِ عَدَمُ مُطَابَقَتِهِ لَهُ فَجُمْلَةُ " عَلِيٌّ مُقِيْمٌ " إِنْ كَانَتِ النِّسْبَةُ الْمَفْهُوْمَةُ مِنْهَا مُطَابِقَةً لِمَا فِي الْخَارِجِ فَصِدْقٌ وَ إِلَّا كِذْبٌ . وَ لِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَ مَحْكُوْمٌ بِهِ وَ يُسَمَّى الأَوَّلُ مُسْنَداً إِلَيْهِ كَالْفَاعِلِ وَ نَائِبِهِ وَ الْمُبْتَدَأُ الَّذِي لَهُ خَبَرٌ وَ يُسَمَّى الثَّانِي مُسْنَداً كَالْفِعْلِ وَ الْمُبْتَدَأُ الْمُكْتَفِي بِمَرْفُوْعِهِ.

پہلا باب خبر اور انشاء کے بیان میں

ترجمہ: ہر کلام خبر ہوگا یا انشاء اور خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اس کلام میں سچا ہے یا جھوٹا ہے جیسے سَافَرَ مُحَمَّدٌ محمد نے سفر کیا عَلِيٌّ مُقِيْمٌ علی مقیم ہے۔ ان مثالوں میں سافر کی اسناد محمد کی طرف اور مقیم کی اسناد علی کی طرف کی گئی ہے۔

اور انشاء وہ کلام ہے کہ جس کے کہنے والے کے لیے یہ کہنا درست نہ ہو کہ وہ ایسا ہے یعنی صادق ہے یا کاذب جیسے سافِرْ یا محمد! اے محمد تو سفر کر اور أقِمْ یا عليّ! اے علی تو قیام کر۔ اور صدقِ خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقع کے مطابق ہو اور کذبِ خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو۔ تو جملہ "علی مقیم" سے جو نسبت مفہوم ہوتی ہے اگر وہ خارج کے مطابق ہو تو صادق ہے ورنہ کاذب۔ اور جملے کے دو رکن ہوتے ہیں اول محکوم علیہ دوسرا محکوم بہ ان میں سے اول جز کا نام مسند الیہ رکھا جاتا ہے جیسے جملہ میں فاعل، نائب

فاعل اور وہ مبتدا جس کی کوئی خبر ہو اور دوسرے جز کا نام مسند رکھا جاتا ہے جیسے جملہ میں فعل اور وہ مبتدا کہ جس میں اس کے مرفوع پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔
توضیح: إنه صادق الخ سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ نسبت اگر واقع کے مطابق ہو تو وہ صادق ہے ورنہ کاذب ہے اس لیے "علیٌ مقیمٌ" میں پائی جانے والی نسبت اگر واقع کے مطابق ہے تو کلام صادق ہے ورنہ کاذب ہوگا۔ اسی طرح "سَافَرَ محمدٌ" میں متکلم نے محمد کے لیے سفر کے وقوع کی حکایت بیان کی ہے لہٰذا وہ نسبت جو کلام میں پائی گئی اگر خارج اور واقع دونوں میں مطابقت ہے تو صادق ہے اور اگر مطابقت نہیں ہے تو کاذب کہلائے گا یہ جمہور علماء بلاغت کا قول ہے اور یہی صحیح اور راجح ہے۔ نظام معتزلی کا قول یہ ہے کہ خبر اگر خبر دینے والے کے اعتقاد کے مطابق ہو تو وہ خبر صادق ہے خواہ مخبر کا خیال غلط ہو اور اگر اس کے اعتقاد کے مطابق نہ ہو تو خبر کاذب ہے مثلاً اگر زید سویا ہو لیکن متکلم کا خیال ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور یہ سمجھ کر کہے زید جالس ہے تو نظام معتزلی کے نزدیک یہ خبر صادق ہے لیکن جمہور کے نزدیک کاذب ہے اور جاحظ (نظام معتزلی کا شاگرد) نے کہا ہے کہ اگر خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو تو وہ خبر صادق ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو اور متکلم سمجھتا ہو کہ واقع کے خلاف ہے تو وہ خبر کاذب ہے اور ان دونوں کے سوا جو خبریں ہیں وہ نہ صادق ہیں نہ کاذب، ہیں مثلاً اگر کسی نے کہا زید شجاع اور سچ مچ زید شجاع ہے، لیکن اس کا خیال ہے کہ زید شجاع نہیں ہے تو یہ قول نہ صادق ہے نہ کاذب اسی سے اگر اس نے کہا کہ زَیْدٌ لَیْسَ بِشَجَاعٍ اور اس کا یہ قول واقع کے خلاف ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ زید سچ مچ بہادر نہیں تو یہ قول کاذب نہیں ہے اس لیے اگرچہ واقع کے خلاف ہے لیکن اس کا اعتقاد ہے کہ واقع کے خلاف نہیں ہے الغرض جاحظ کے نزدیک جملۂ خبریہ کی تین صورتیں ہیں صادق، کاذب اور تیسری صورت یہ ہے کہ نہ صادق ہو اور نہ کاذب۔

وَلِکُلِّ جُمْلَةٍ رکنان الخ یہ حکم تمام جملوں کے لیے عام ہے خواہ جملۂ خبریہ ہو یا انشائیہ اور المبتدأ المكتفى بمرفوعه سے وہ صفت کا صیغہ مراد ہے جو

حرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے جیسے مَا قَائِمُ نِ الزَّیْدَانِ اور أَ قَائِمُ نِ الزَّیْدَانِ اور اس کو قسمِ ثانی مبتدا بھی کہتے ہیں۔

اَلْكَلَامُ عَلَى الْخَبَرِ

اَلْخَبَرُ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً أَوْ اِسْمِيَّةً فَالأُوْلَى مَوْضُوْعَةٌ لِإِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِيْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الإِخْتِصَارِ . وَ قَدْ تُفِيْدُ الإِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِالْقَرَائِنِ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعاً ، كَقَوْلِ طَرِيْفٍ ؎

اَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ
بَعَثُوْا اِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

وَ الثَّانِيَةُ مَوْضُوْعَةٌ لِمُجَرَّدِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ إِلَيْهِ نَحْوُ الشَّمْسُ مُضِيْئَةٌ

جملۂ خبریہ کی بحث

ترجمہ: جملۂ خبریہ یا تو جملۂ فعلیہ ہوگا یا جملۂ اسمیہ۔ پھر پہلا (جملۂ فعلیہ) اس غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ وہ مختصر طور پر خاص زمانے میں کسی چیز کے ظاہر ہونے کا فائدہ دے اور کبھی استمرار تجددی کا فائدہ بھی دیتا ہے جب کہ فعل اس جملہ میں مضارع ہو جیسا کہ طریف شاعر کا قول ؎ او کلما وردت الخ کیا جب جب بازار عکاظ میں کوئی قبیلہ عرب کا اترے گا تو اس قبیلے والے میرے پاس اپنے کسی ایسے نمائندے کو بھیجیں گے جو اپنی فراست اور دور بینی سے حقیقت کو سمجھ سکتا ہو یعنی مجھے پہچان سکتا ہو۔

توضیح: شعر میں یتوسم فعل مضارع استمرارِ تجددی کے لیے شاہد ہے یہاں

تجدد کے معنی ہیں کسی فعل کا بار بار ہونا۔ عریف سے مراد نمائندہ لیڈر یتوسم یہ توسّم سے ماخوذ ہے اس کے معنی کسی چیز کو فراست سے معلوم کر لینا، صورت دیکھ کر حقیقت سے واقف ہو جانا۔ قولہ مع الاختصار جیسے زید قائم أمس یا زید قائم الآن وغیرہ سے احتراز کرنا مقصود ہے جو زمانے پر دلالت کرتے ہیں مگر ان میں اختصار نہیں ہے دوسرے لفظ کو الگ سے اضافہ کرنے سے زمانہ پر دلالت پائی جاتی ہے اس کے برخلاف فعل ہے کہ وہ تین زمانوں میں سے ایک زمانے پر اپنے صیغہ ہی سے دلالت کرتا ہے دوسرے لفظ کے اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی" و قد تفید الاستمرار التجددی" اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی فعل کا بار بار ہونا عُکَاظُ بروزنِ غُرَابٌ عرب میں طائف اور نخلہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے زمانۂ جاہلیت میں اس مقام پر ایک میلہ لگتا تھا جہاں مختلف علاقوں کے اہل عرب آکر جمع ہوتے تھے اور پرانے جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے اور شعر و شاعری کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ لوگ اندازے سے مجھے معلوم کر لیتے ہیں کہ میں مرتبہ میں بلند ہوں اور مشکل مسائل کو حل کر سکتا ہوں۔

اور دوسرا (جملۂ اسمیہ) محض اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ مسند، مسندالیہ کے لیے ثابت ہو جیسے الشمس مضیئۃ آفتاب روشن ہے اور جملۂ اسمیہ سیاق و سباق کی مناسبتوں یعنی قرائن سے استمرارِ ثبوتی کا بھی فائدہ دیتا ہے جب کہ جملہ کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جیسے اَلعِلمُ نَافِعٌ علم نفع بخش ہے۔

توضیح: الشمس مضیئۃ سورج روشن ہے، جملہ اسمیہ ہے اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جملۂ اسمیہ صرف اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ بتائے کہ مسند، مسندالیہ کے لیے ثابت ہے، اس میں نہ تجدد پایا جاتا ہے اور نہ ہی حدوث کے معنی ہوتے ہیں جس طرح فعل میں حدوث کے معنی پائے جاتے ہیں۔

و قد تفید الاستمرار جملہ اسمیہ کبھی کبھی استمرار کا فائدہ دیتا ہے کہ کام شروع ہو گیا اور ابھی تک جاری ہے جب کہ اس کی خبر میں فعل نہ ہو، کیوں کہ اگر فعل مذکور ہو گا تو چوں کہ فعل تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لیے

جب تجدد اور حدوث پر دلالت کرے گا تو استمرار نہ پایا جائے گا۔
حل کلمات: اَوَ کُلَّمَا ،اس جگہ ہمزہ کے بعد جو واؤ ہے اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور ہمزہ استفہام کے لیے ہے اور استفہام چوں کہ صدارت چاہتا ہے اس لیے ہمزہ کو مقدم کر دیا گیا۔ اور جار اللہ زمخشری کہتے ہیں کہ اس طرح کے مواضع میں حرف استفہام کے بعد ایک جملہ مقدر ہوتا ہے اور اس کا عطف واؤ کے بعد والے جملے پر ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اس کی نظیریں ملتی ہیں۔ جیسے اَفَتَطْمَعُوْنَ الآیہ اَوَلاَ یَعْلَمُوْنَ الآیہ اَثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ تقدیری جملہ جو نکالیں گے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ مثلاً اتسمعون اخبارھم وتعلمون احوالھم۔ کُلَّمَا کلمہ شرط ہے، وردت۔ باب (ض) سے وارد ہونا، اترنا۔ عکاظ بروزن غراب یہ نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بازار کا نام ہے جہاں ایام جاہلیت میں ذی قعدہ کے مہینہ میں تقریباً بیس روز تک میلہ لگا رہتا تھا اور فخریہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ یہ غیر منصرف ہے علم اور تانیث معنوی کی وجہ سے، یہاں ترکیب میں وردت کا مفعول فیہ واقع ہو رہا ہے، قبیلۃ، مفرد ہے اس کی جمع قبائل آتی ہے قبیلہ اور خاندان کے معنی میں۔ عریف، عَرَفَ (ن) عِرافَۃً چودھری ہونا، سردار ہونا، عریف، صفت کا صیغہ ہے یَتَوَسَّمُ باب تفعل سے تاڑ لینا، فراست سے سمجھ لینا، فراست سے پہچان لینا، اس شعر میں محل استشہاد یتوسم ہے۔

وَ الاَصْلُ فِی الْخَبَرِ أنْ یُلْقٰی لِاِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُکْمَ الَّذِی تَضَمَّنَهُ الْجُمْلَةُ کَمَا فِیْ قَوْلِنَا حَضَرَ الأمِیْرُ أوْ لِاِفَادَةِ اَنَّ الْمُتَکَلِّمَ عَالِمٌ بِهٖ نَحْوُ اَنْتَ حَضَرْتَ أمْسِ وَ یُسَمَّی الْحُکْمُ فَائِدَةَ الْخَبَرِ وَ کَوْنُ الْمُتَکَلِّمِ عَالِمًا بِهٖ لاَزِمَ الْفَائِدَةِ .

ترجمہ: جملۂ خبریہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کلامِ خبری دو غرضوں میں سے

کسی ایک کے لیے لایا جاتا ہے ایک غرض تو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مخاطب کو اس حکم سے باخبر کر دیا جائے جس پر وہ کلام مشتمل ہے جیسے حضر الأمیر میں (امیر حاضر ہوا) اور دوسری غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سامع کو اس امر سے واقف کر دیا جائے کہ متکلم اس کلام کے حکم سے باخبر ہے جیسے أنت حضرت أمس (تو گذشتہ کل حاضر ہوا) پہلے کو یعنی اس حکم کو فائدۂ خبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دوسرے کو لازم فائدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

توضیح: یاد رکھئے کہ خبر دینے سے مخبر کے دو مطلب ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ سامع کو ایک بات سے آگاہ کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے اپنی واقف کاری ظاہر کرتا ہے مثلاً "زید آیا" دو غرض سے بولا جاتا ہے ایک تو یہ کہ سامع ناواقف کو زید کے آنے سے آگاہ کر دے اور دوسرے اس امر کا اظہار کہ زید کے آنے سے متکلم بھی مثل سامع کے واقف ہے۔ غرض اول کو فائدۂ خبر اور دوم کو لازم فائدۂ خبر کہتے ہیں۔

وَقَدْ يُلْقَى الْخَبَرُ لِأَغْرَاضٍ أُخْرَى (١) كَالْإِسْتِرْحَامِ فِيْ قَوْلِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (٢) وَ اِظْهَارِ الضَّعْفِ فِيْ قَوْلِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا (٣) وَ اِظْهَارِ التَّحَسُّرِ فِيْ قَوْلِ اِمْرَأَةِ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَا أُنْثٰى (٤) وَ اِظْهَارِ الْفَرَحِ بِمُقْبِلٍ وَالشَّمَاتَةِ بِمُدْبِرٍ فِيْ قَوْلِكَ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ (٥) وَ اِظْهَارِ السُّرُوْرِ فِيْ قَوْلِكَ " اَخَذْتُ جَائِزَةَ التَّقَدُّمِ " لِمَنْ يَعْلَمُ ذٰلِكَ (٦) وَ التَّوْبِيْخِ فِيْ قَوْلِكَ لِلْعَاثِرِ "اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ "

ترجمہ: اور کبھی ان دونوں غرضوں کے علاوہ دوسرے اغراض کے لیے بھی

کلامِ خبری کا استعمال ہوتا ہے مگر یہ مجاز کے اعتبار سے ہے حقیقتاً نہیں جیسے (۱) استرحام یعنی شفقت اور مہربانی طلب کرنا جیسے قرآن شریف میں موسیٰ علیہ السلام کا کلام رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ الخ اے میرے پروردگار! میں تیری نازل کردہ خیر کا محتاج ہوں (۲) کمزوری اور ناتوانی کا اظہار جیسے قرآن شریف میں حضرت زکریا کا کلام اے میرے پروردگار! میری ساری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں (۳) حسرت اور افسوس کا اظہار جیسے قرآن شریف میں امرأۃِ عمران کا کلام۔ اے میرے پروردگار! میں تو اسے بچی جنی (۴) کسی دوست کی آمد پر اظہارِ فرحت اور کسی دشمن کے جانے پر اظہارِ مسرت جیسے حق آگیا اور باطل جاتا رہا (۵) صرف اظہارِ خوشی کے لیے جیسے تم کہتے ہو کہ میں نے آگے بڑھنے (اوّلیت) کا انعام حاصل کیا اس شخص کو مخاطب کر کے جو تمہارے اس واقعے کو پہلے ہی سے جانتا ہو (۶) جھڑکنے اور ڈانٹنے کے لیے جیسے تم کسی غلطی کرنے والے سے کہتے ہو کہ "آفتاب نکلا ہوا ہے"

اَضْرُبُ الْخَبَرِ

حَیْثُ کَانَ قَصْدُ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِہٖ اِفَادَۃَ الْمُخَاطَبِ یَنْبَغِیْ اَنْ یَقْتَصِرَ مِنَ الْکَلَامِ عَلٰی قَدْرِ الْحَاجَۃِ حَذَرًا مِنَ اللَّغْوِ فَاِنْ کَانَ الْمُخَاطَبُ خَالِیَ الذِّہْنِ مِنَ الْحُکْمِ اُلْقِیَ اِلَیْہِ الْخَبَرُ مُجَرَّدًا عَنِ التَّاکِیْدِ نَحْوُ "اَخُوْکَ قَادِمٌ" وَ اِنْ کَانَ مُتَرَدِّدًا فِیْہِ طَالِبًا لِمَعْرِفَتِہٖ حَسُنَ تَوْکِیْدُہٗ نَحْوُ اِنَّ اَخَاکَ قَادِمٌ وَ اِنْ کَانَ مُنْکِرًا وَجَبَ تَوْکِیْدُہٗ بِمُؤَکِّدٍ اَوْ مُؤَکِّدَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ حَسْبَ دَرَجَۃِ الْاِنْکَارِ نَحْوُ اِنَّ اَخَاکَ قَادِمٌ اَوْ اِنَّہٗ لَقَادِمٌ اَوْ وَ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَقَادِمٌ ، فَالْخَبَرُ بِالنِّسْبَۃِ لِخُلُوِّہٖ مِنَ التَّوْکِیْدِ وَ اشْتِمَالِہٖ عَلَیْہِ ثَلَاثَۃُ اَضْرُبٍ کَمَا

رَأَيْتَ وَ يُسَمّٰى الضَّرْبُ الأَوَّلُ اِبْتِدَائِيًّا وَ الثَّانِي طَلَبِيًّا وَ الثَّالِثُ اِنْكَارِيًّا

وَ يَكُوْنُ التَّوْكِيْدُ بِإِنَّ وَ أَنَّ وَ لَامِ الإِبْتِدَاءِ وَ أَحْرُفِ التَّنْبِيْهِ وَ القَسَمِ وَ نُوْنَي التَّوْكِيْدِ وَ الْحُرُوْفِ الزَّائِدَةِ وَ تَكْرِيْرٍ وَ قَدْ وَ أَمَّا الشَّرْطِيَّةِ

اقسام خبر

ترجمہ: جہاں کہیں مُخبر (متکلم) کا ارادہ اپنی خبر کے پیش کرنے سے افادۂ مخاطب ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ ایسے موقع پر کلام کی ترکیب میں ضروری الفاظ ہی پر اکتفاء کیا جائے۔ (یعنی بقدر ضرورت کلام پر بس کیا جائے مخاطب کی حاجت سے کلام کی ترکیب نہ زیادہ ہو نہ کم) تاکہ کلام کو لغو ہونے سے بچایا جائے تو مخاطب کے تین حالات ہیں (۱) اگر مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہو تو اس کے سامنے جملہ خبریہ تاکید سے خالی پیش کیا جائے گا جیسے اخوك قادمٌ (تیرا بھائی آیا ہوا ہے) (۲) اور اگر مخاطب حکم کے متعلق تردّد اور شک میں ہو اور اس کی معرفت کا طالب اور شائق ہو تو ایسی حالت میں کلام کو مؤکد کرنا مستحسن ہو گا جیسے إنّ أخاك قادمٌ (بیشک تیرا بھائی آیا ہوا ہے) (۳) اگر مخاطب منکرِ حکم ہو تو درجاتِ انکار کے مطابق کلام میں ایک تاکید یا دو تاکید یا اس سے زیادہ تاکیدوں کا لانا واجب ہو گا جیسے إنّ اخاك قادمٌ (بیشک تیرا بھائی قادم ہے) اس میں ایک تاکید "إنّ" کے ذریعہ ہے یا إنّه لَقادمٌ (بیشک وہ ضرور آیا ہوا ہے) اس میں دو تاکیدیں ہیں "إنّ" اور "لام" یا واللّٰه إنّه لَقَادِمٌ (بخدا بیشک وہ ضرور آیا ہوا ہے) اس میں تین تاکیدات ہیں "وَ اللّٰهِ"، "إنّ" اور "لام" یعنی إنّ اور لام کے علاوہ قسم بھی ہے۔

تو جملہ خبریہ اس لحاظ سے کہ وہ تاکید سے بھی خالی ہوتا ہے اور کبھی تاکید پر مشتمل ہوتا ہے تین قسموں میں منقسم ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا۔ پہلی قسم کا

نام ابتدائی ہے (جس میں مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہوتا ہے) دوسری قسم کا نام طلبی رکھا جاتا ہے (جس میں مخاطب حکم کے متعلق متردّد ہوتا ہے) اور تیسری قسم کو انکاری کہتے ہیں (جس میں مخاطب منکرِ حکم ہوتا ہے اور تاکید کے کلمات اِنّ، اَنّ، لام ابتداء، حروف تنبیہ، حروف قسم، تاکید کے دونوں نون (ثقیلہ او خفیفہ)، حروف زائدہ (اِن، اَن ما، لا، من، با، لام، تکرار لفظ، قد برائے تحقیق اور اَمّا شرطیہ۔

اَلْکَلَامُ عَلَی الْاِنْشَاءِ

اَلْاِنْشَاءُ اِمَّا طَلَبِیٌّ اَوْ غَیْرُ طَلَبِیٍّ فَالطَّلَبِیُّ مَا یَسْتَدْعِی مَطْلُوْباً غَیْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ وَ غَیْرُ الطَّلَبِیِّ مَا لَیْسَ کَذٰلِکَ. الْاَوَّلُ یَکُوْنُ بِخَمْسَةِ اَشْیَاءَ (۱) الْاَمْرُ (۲) وَالنَّهْیُ (۳) وَ الْاِسْتِفْهَامُ (۴) وَ التَّمَنِّی (۵) وَالنِّدَاءُ اَمَّا الْاَمْرُ فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلٰی وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَ لَهُ اَرْبَعُ صِیَغٍ فِعْلُ الْاَمْرِ نَحْوُ خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ وَ الْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنُ بِاللَّامِ نَحْوُ لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَ اِسْمُ فِعْلِ الْاَمْرِ نَحْوُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ وَ الْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنْ فِعْلِ الْاَمْرِ نَحْوُ سَعْیاً فِی الْخَیْرِ.

کلام انشائی کی بحث

کلام انشائی کی دو قسمیں ہیں (۱) طلبی (۲) اور غیر طلبی۔ طلبی وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کو چاہتا ہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور غیر طلبی وہ کلام ہے جو کسی مطلوب کو نہیں چاہتا ہے اور پہلی قسم (کلام طلبی) پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنّی (۵) نداء۔

امر کے معنی ہیں فعل کو بطورِ استعلاء طلب کرنا (استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ امر اپنے کو مخاطب کے مقابلہ میں عالی رتبہ سمجھے، خواہ وہ اصل میں عالی رتبہ ہو یا نہ ہو۔ امر کے لیے چار قسم کے صیغے ہیں۔

(۱) فعل امر جیسے خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ (کتاب مضبوطی سے پکڑ) (۲) وہ فعل جو لام سے متصل ہو جیسے لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (صاحب مقدور اپنی مقدور کے مطابق خرچ کرے) (۳) اور اسم فعل جیسے حیَّ علی الفلاح (بھلائی کی طرف آ) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کا قائم مقام ہو جیسے سَعْیًا فِی الْخَیْرِ (بھلائی کے کام میں کوشش کرو)

توضیح: امر کے مذکورہ تمام صیغوں کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

فعل امر کی مثال اَحِب لِغَیْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ مضارع مقرون باللام کی مثال فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اسم فعل کی مثال عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اَیْ اَلْزِمُوْا اَنْفُسَکُمْ فعل امر کے قائم مقام مصدر کی مثال وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا یہ اَحْسِنُوْا فعل امر کے قائم مقام ہے۔

وَ قَدْ تَخْرُجُ صِیْغَةُ الْأَمْرِ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِیِّ إِلٰی مَعَانٍ أُخَرَ تُفْهَمُ مِنْ سِیَاقِ الْکَلَامِ وَ قَرَائِنِ الْأَحْوَالِ

(۱) کَالدُّعَاءِ نَحْوُ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْکُرَ نِعْمَتَكَ

(۲) وَالْإِلْتِمَاسِ کَقَوْلِكَ لِمَنْ یُسَاوِیْكَ أَعْطِنِی الْکِتَابَ.

(۳) وَ التَّمَنِّیْ نَحْوُ ؎

أَلَا أَیُّهَا اللَّیْلُ الطَّوِیْلُ أَلَا انْجَلِیْ
بِصُبْحٍ وَّ مَا الْإِصْبَاحُ مِنْكَ بِأَمْثَلِ

(٤) وَ الْإِرْشَادِ نَحْوُ إِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ وَ لْیَکْتُبْ بَیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ

(۵) وَ التَّهْدِيْدِ نَحْوُ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

(۶) وَ التَّعْجِيْزِ نَحْوُ ؎

يَا لَبَكْرٍ اُنْشُرُوْا لِيْ كُلَيْبًا
يَا لَبَكْرٍ اَيْنَ اَيْنَ الْفِرَارُ

(۷) وَ الْاِهَانَةِ نَحْوُ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا

(۸) وَ الْاِبَاحَةِ نَحْوُ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا

(۹) وَ الْاِمْتِنَانِ نَحْوُ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

(۱۰) وَ التَّخْيِيْرِ نَحْوُ خُذْ هٰذَا اَوْ ذَاكَ

(۱۱) وَ التَّسْوِيَةِ نَحْوُ اِصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا

(۱۲) وَ الْاِكْرَامِ نَحْوُ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ

اور کبھی کبھی امر کے مذکورہ صیغے اپنے اصلی معنی سے ہٹ کر ایسے دوسرے معنوں کی طرف نکل جاتے ہیں جو جملوں کے سیاق و سباق اور دیگر احوال کے قرینوں اور مناسبتوں سے سمجھے جاتے ہیں مثلاً امر کے صیغے اصلی معنی کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں (۱) دعا کے معنی میں جیسے اے اللہ مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کرسکوں (۲) التماس کے معنی میں جیسے تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ مجھے کتاب دیجئے (۳) تمنا کے معنی میں جیسے امرءالقیس کے اس شعر الا ایھا الخ ترجمہ شعر: میں اے ہجر کی شب دراز! تو صبح بن کر روشن ہو جا (کاش کہ تیری درازی ختم ہو جائے اور تو صبح بن کر روشن ہو جائے) اور میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ صبح بھی تجھ سے کچھ بہتر نہیں ہے۔ شاعر شبِ فراق کی درازی سے تھک کر بیہوشی کے عالم میں رات (ایک غیر ذوی العقول شیٔ) سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ کاش تیری درازی ختم ہو جائے اور صبح نمودار ہو جائے پھر ہوش میں آتا ہے اور کہتا ہے اے رات صبح تجھ سے افضل اور بہتر نہیں ہے کیوں کہ پھر دن کو بھی انہی

مصائبِ شب (فراق یار) سے دوچار ہونا پڑے گا (لیل میں سمع و طاعت کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے جب اسے مخاطب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ معنیٰ حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ صیغۂ امر سے یہاں پر تمنی مراد ہے تمنی ایک ایسے فعل محبوب کی طلب ہوتی ہے جس کی تحصیل پر مامور کو قدرت ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطلوب کبھی ممکن بعید الوقوع ہوتا ہے اور کبھی محال۔

نوٹ: یہاں اِنجَلِیْ میں جو یا ہے وہ واحد مؤنث حاضر کی نہیں ہے بلکہ یہ یاء اشباع ہے جو کسرہ کو کھینچ کر پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے جس طرح فتحہ کھینچ کر پڑھنے سے الف پیدا ہوتا ہے مگر بوقت اشباع یاء پڑھنے میں آئے گی لکھنے میں نہیں۔ لہٰذا کھڑے زیر سے اشباع کرے جیسے مذکورہ شعر میں انجلِ اور بِاَ مثلِ پڑھیں یہاں کتاب میں تسامح ہوا ہے ملاحظہ ہو (دسوقی)

(۴) ارشاد۔ رہنمائی کرنے کے معنی میں جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذَا تَدَایَنْتُم الآیۃ میں جب تم آپس میں کسی وقتِ مقررہ تک ادھار کا کاروبار کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ نیز کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھ دے (تا کہ آئندہ جھگڑا نہ ہو)(۵) تہدید یعنی دھمکی دینے کے معنی میں جیسے جو تمہارا جی چاہے کرو (۶) تعجیز یعنی کسی کو عاجز کر دینے کے معنی میں جیسے شاعر کے اس شعر یالبکر الخ میں ترجمۂ شعر: اے قبیلۂ بکر! میرے لیے کلیب کو دوبارہ زندہ کر دو! اے بکر کے خاندان والو! تمہیں کہاں کہاں بھاگنا ہے (۷) اہانت یعنی ذلیل کرنے کے معنی میں جیسے تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا (۸) اباحت یعنی اجازت دینے کے معنی میں جیسے کھاؤ اور پیو (۹) امتنان یعنی احسان جتانے کے معنی میں جیسے خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے کھاؤ (۱۰) تخییر یعنی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے معنی میں جیسے یہ لو! یا وہ (۱۱) تسویہ یعنی دو چیزوں میں برابری قائم کرنے کے معنی میں جیسے صبر کرو یا نہ کرو (۱۲) اکرام یعنی عزت کرنے کے معنی میں جیسے جاؤ ان میں سلامتی سے بے کھٹکے۔

توضیح: امر کے غیر اصلی معنی مذکورہ کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

دعا کے واسطے: رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ

اردو میں اقبالؒ کا دعائیہ شعر ہے

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

اردو میں تہدید کی مثال

مل نہ مل، پاس میرے بیٹھ نہ بیٹھ، آکے نہ آ
جس نے بہکایا ہے تجھ کو اسی کے گھر جا

تعجیز کی مثال: فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ

اباحت کی مثال: سِرْ إِلَى دلهي أو إِلَى بومبائي

اہانت کی مثال: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ

تسویہ کی مثال: وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ

اردو میں ذوق کا شعر

اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
رو کر گذار یا اسے ہنس کر گذار دے

حل کلمات: اُنْشُرُوْا صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف نشراً و نُشُوْرًا پھیلانا، زندہ کرنا (ن) کلیب اسم قبیلہ۔ فِرَاراً مصدر باب (ض) بھاگنا۔

وَ اَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْإِسْتِعْلاءِ وَ لَهُ صِيغَةٌ وَاحِدَةٌ وَ هِيَ الْمُضَارِعُ مَعَ لَا النَّاهِيَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَلا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ اِصْلاحِهَا. وَقَدْ تُخْرَجُ صِيغَتُهُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيِّ إِلٰى مَعَانٍ أُخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ (۱) كَالدُّعَاءِ نَحْوُ لا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاءَ (۲) وَ الإِلْتِمَاسِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيكَ لا تَبْرَحْ مِنْ مَكَانِكَ حَتّٰى اَرْجِعَ إِلَيْكَ (۳) وَ التَّمَنِّي نَحْوُ لا تَطْلُعْ فِي قَوْلِهٖ

یَا لَیۡلُ طُلۡ یَا نَوۡمُ زُلۡ
یَا صُبۡحُ قِفۡ لَا تَطۡلُعِ

(٤) وَ التَّهۡدِیۡدِ کَقَوۡلِكَ لِخَادِمِكَ لَا تُطِعۡ اَمۡرِیۡ

ترجمہ: اور نہی بطور استعلاء ترک فعل کو طلب کرنے کو کہتے ہیں (طلب فعل کو روکنا نہیں ہے) اور اس کے لیے ایک ہی صیغہ مخصوص ہے اور وہ لائے نہی کے ساتھ والا مضارع ہے جیسے وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا (فساد برپا نہ کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) اور کبھی نہی کا صیغہ اپنے حقیقی معنی سے نکل کر ایسے دوسرے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جو کلام کے موقع اور طرز بیان سے معلوم ہو جاتا ہے۔

(۱) دعاء کے معنی میں مثلاً (اے خدا) میری تکلیف پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع مت دیجئے (۲) التماس کے معنی میں مثلاً تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آجاؤں (۳) تمنی کے معنی میں مثلاً "لا تطلع" روشن نہ ہو۔

ترجمہ شعر: اور رات! دراز ہو جا، او صبح رک جا، روشن نہ ہو

(۴) تہدید کے معنی میں مثلاً تم اپنے خادم سے کہتے ہو اچھا! میری بات نہ مان

توضیح: نہی کے حقیقی اور غیر حقیقی معنی کے سلسلے میں مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ اور بھی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

نہی کے حقیقی معنی کی مثالیں: قوله تعالیٰ وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ، یَا اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡتُلُوا الصَّیۡدَ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ.

نہی کے غیر حقیقی معنی کی مثالیں: دعا کے معنی میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَا اِنۡ نَّسِیۡنَا اَوۡ اَخۡطَاۡنَا، رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا

تہدید کے معنی میں جیسے تم اپنے چھوٹے سے کہو لَا تَمۡتَثِلۡ اَمۡرِیۡ اچھا تو میرے حکم پر مت چل ارشاد کے معنی میں جیسے لَا تَسۡئَلُوۡا عَنۡ اَشۡیَاءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ

حلّ کلمات: لیل، رات (ج) لیالی۔ طُلْ صیغہ امر طولاً (ن) دراز ہونا، نوم، نیند، سونا (ن) قِف امر کا صیغہ وقوفاً (ض) ٹھہرنا، رکنا۔ لا تطلع نہی کا صیغہ طلوعاً (ن) طلوع ہونا، نمودار ہونا، ظاہر ہونا۔

وَاَمَّا الإِسْتِفْهَامُ فَهُوَ طَلَبُ الْعِلْمِ بِشَیْءٍ وَ اَدَوَاتُهُ الْهَمْزَةُ وَهَلْ وَمَاوَمَنْ وَمَتٰی وَاَیَّانَ وَ کَیْفَ وَاَیْنَ وَ اَنّٰی وَکَمْ وَاَیٌّ. فَالْهَمْزَةُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ وَ التَّصْدِیْقِ وَ التَّصَوُّرُ هُوَ إِدْرَاكُ الْمُفْرَدِ کَقَوْلِكَ اَعَلِیٌّ مُسَافِرٌ اَمْ خَالِدٌ تَعْتَقِدُ اَنَّ السَّفَرَ حَصَلَ مِنْ اَحَدِ هِمَا وَلٰکِنْ تَطْلُبُ تَعْیِیْنَهُ وَلِذَا یُجَابُ بِالتَّعْیِیْنِ فَیُقَالُ عَلِیٌّ مثلاً وَالتَّصْدِیْقُ هُوَ اِدْرَاكُ النِّسْبَةِ نَحْوُ اَسَافَرَ عَلِیٌّ تَسْتَفْهِمُ عَنْ حُصُوْلِ السَّفَرِ وَعَدَمِهِ وَلِذَا یُجَابُ بِنَعَمْ اَوْلاَ.

ترجمہ: اور بہر حال استفہام کسی چیز کے بارے میں حال دریافت کرنا۔ اور اس کے ادوات (حروف) ہمزہ، ھل، ما، من، متیٰ، ایّان، کیف، این، انّٰی، کم، اور ایّ ہیں۔

تو ہمزہ استفہام تصور اور تصدیق دونوں کے طلب کے لیے آتا ہے۔

تصور۔ مفرد کے ادراک کا نام ہے جیسے تیرا قول اَعَلِیٌّ مُسَافِرٌ اَمْ خَالِدٌ کیا علی سفر پر گیا یا خالد، جبکہ سوال کرنے والا اعتقاد رکھتا ہے کہ دونوں میں سے کسی سے یہ سفر حاصل ہوا ہے (دونوں میں سے کوئی سفر پر گیا ہے) ولٰکِنْ تَطْلُبُ تَعْیِیْنَهُ لیکن سائل اس کی تعیین چاہتا ہے، وَلِذٰ یُجَابُ بالتعیین اس لیے جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے گا۔ فیقال عَلِیٌّ مثلاً تو جواب میں مثال کے طور پر کہا جائے گا "علی" اور تصدیق۔ نسبت کے ادراک (جاننے) کا نام ہے جیسے کیا علی نے سفر کیا؟ اس سوال میں آپ سفر کے حصول اور عدم حصول کو دریافت کرتے ہیں اسی لیے "نعم" یا "لا" سے اس کا جواب دیا جائے گا۔

توضیح: ہمزہ یہ کبھی تصور کی طلب کے لیے آتا ہے اور کبھی تصدیق کی طلب کے لیے اور تصور مفرد کے جاننے کا نام ہے (یعنی جس میں نسبت نہیں ہوتی) مثلاً تم کہتے ہو کیا علی مسافر ہے یا خالد؟ حالانکہ تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مسافر ضرور ہے لیکن تمہارے سوال کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا مسافر ہونا متعین ہو جائے اسی لیے جب اس کا جواب دیا جاتا ہے تو متعین کر کے دیا جاتا ہے چنانچہ سوال مذکور کے جواب میں علی کہا جائے گا۔

تصدیق نسبت حکمیہ کے جاننے کو کہا جاتا ہے (یعنی اس سے دو شیٔ کے درمیان نسبت ثبوتی یا نسبت سلبی کا استفسار کیا جاتا ہے) جیسے کیا علی نے سفر کیا؟ گویا تم اس جملے سے یہ سوال کرتے ہو کہ آیا سفر علی سے حاصل ہوا یا نہیں؟ اس لیے اس سوال کے جواب میں ہاں یا نہیں بولا جاتا ہے۔

وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ مَا يَلِيْ الهمزَةَ وَيَكُوْنُ لَهُ مَعَادِلٌ يُذْكَرُ بَعْدَ أَمْ وَتُسَمَّى مُتَّصِلَةً فَتَقُوْلُ فِي الْاِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ أأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا أَمْ يُوْسُفُ وَعَنِ الْمُسْنَدِ، أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَمْ رَاغِبٌ فِيْهِ. وَعَنِ المفعُول، أَإِيَّايَ تَقْصِدُ أَمْ خَالِدًا وَعَنِ الْحَالِ" أَرَاكِبًا جِئْتَ أَمْ مَاشِيًا "وَعن الظَّرْفِ" أَيَوْمَ الخمِيْسِ قَدِمْتَ أَمْ يَوْمَ الجُمُعَةِ. وَهٰكَذَا قَدْ لَا يُذْكَرُ المَعَادِلُ نحو أأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذا. أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَإِيَّايَ تَقْصِدُ، أَيَوْمَ الخمِيْسِ قَدِمْتَ. وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِي التَّصْدِيْقِ النِّسْبَةُ وَلَا يَكُوْنُ لَهَا مُعَادِلٌ فَإِنْ جَاءَتْ أَمْ بَعْدَهَا قُدِّرَتْ مُنْقَطِعَةً وَتَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ.

ترجمہ: اور طلب تصور میں مسئول عنہ وہی چیز ہوگی جو ہمزہ سے قریب تر

ہو گی اس لیے ایک دوسری شیٔ کی معادل بھی ہو گی جو "ام" کے بعد مذکور ہو گی۔ اور ام کو متصلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب تمہیں مسندالیہ کے متعلق پوچھنا ہوتا ہے تو اس طرح سے پوچھتے ہو "کیا تم نے یہ کیا یا یوسف نے؟" اسی طرح مسند کے متعلق پوچھتے ہو "کیا تم فلاں کام میں رغبت رکھتے ہو یا نہیں؟" پھر مفعول کے متعلق دریافت کرتے ہو "کیا تم میرا؟ قصد کرتے ہو یا خالد کا" اور حال کے بارے میں پوچھتے ہو "کیا تم سوار ہو کر آئے ہو یا پیادہ" اور ظرف کے بارے میں پوچھتے ہو تو کہتے ہو "کیا تم جمعرات کو آئے ہو یا جمعہ کو" علیٰ ہذا القیاس تمام معمولات کو سمجھ لو۔ اور کبھی شیٔ معادل مذکور نہیں ہوتی۔ مثلاً کیا تم نے یہ کیا ہے؟ کیا تم اس کام میں رغبت نہیں رکھتے ہو؟ کیا تم میرا ہی قصد کرتے ہو؟ کیا تم سوار ہو کر آئے؟ کیا تم جمعرات کو آئے؟۔

اور طلب تصدیق میں مسؤل عنہ (یعنی قابل دریافت چیز) نسبت حکمیہ ہے اور اس کے لیے کوئی معادل چیز نہیں ہوتی تاہم اگر "ام" اسکے بعد آجائے اس وقت یہ کلمہ "ام" منقطعہ کہلائے گا اور اس کے معنی "بل" کے ہوں گے۔

---

(۲) وَهَلْ لِطَلَبِ التَّصْدِيقِ فَقَطْ نَحْوُ هَلْ جَاءَ صَدِيقُكَ وَالْجَوَابُ نَعَمْ اَوْلاَ وَلِذَا يَمْتَنِعُ مَعَهَا ذِكْرُ الْمُعَادِلِ فَلاَ يُقَالُ هَلْ جَاءَ صَدِيقُكَ اَمْ عَدُوُّكَ وَهَلْ تُسَمّٰى بَسِيْطَةً اِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُودِ شَيْءٍ فِي نَفْسِهٖ نَحْوُ هَلِ الْعَنْقَاءُ مَوْجُوْدَةٌ وَمُرَكَّبَةً اِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ نَحْوُ هَلْ تَبِيْضُ الْعَنْقَاءُ اَوْ تُفَرِّخُ.

(۳) وَمَا يُطْلَبُ بِهَا شَرْحُ الْاِسْمِ نَحْوُ مَا الْعَسْجَدُ اَوِ اللُّجَيْنُ اَوْحَقِيْقَةُ الْمُسَمّٰى نَحْوُ مَا الْاِنْسَانُ اَوْحَالُ الْمَذْكُوْرِ مَعَهَا كَقَوْلِكَ لِقَادِمٍ عَلَيْكَ مَا اَنْتَ.

(۴) وَمَنْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الْعُقَلاَءِ كَقَوْلِكَ مَنْ فَتَحَ مِصْرَ.

(۵)وَمَتٰی یُطْلَبُ بِهَاتَعْیِیْنُ الزَّمَانِ مَا ضِیًا کَانَ اَوْمُسْتَقْبلاً نَحْوُ مَتٰی جِئْتَ وَمَتٰی تذهب.

(٦)وَاَیَّانَ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبِلِ خَاصَّةً وَتَکُوْنُ فِیْ مَوْضِعِ التَّهْوِیْلِ کَقَوْلِهٖ تعالی (یَسْاَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ)

(۷)وَکَیْفَ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ الْحَالِ نحو کیف أنْتَ.

(۸)وَاَیْنَ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ الْمَکَانِ نحوُ اَیْنَ تَذْهَبُ.

(۹) وَاَنّٰی تَکُوْنُ بِمَعْنٰی کَیْفَ نحو (اَنّٰی یُحْیِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَمَوْتِهَا.

– وَبِمَعْنٰی مِنْ اَیْنَ نَحْوُ (یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذا)
وَبِمَعْنٰی مَتٰی نحو (زُرْاَنّٰی شِئْتَ)

(۱۰)وَکَمْ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ عَدَدٍ مُبْهَمٍ نَحْوُ (کَمْ لَبِثْتُمْ)

(۱۱) وَاَیٌّ یُطْلَبُ بِهَا تَمْیِیْزُاَحَدِ المتشارِکَیْنِ فِیْ اَمْرٍ یَعُمُّهُمَا نَحْوُ (اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا) وَیُسْئَلُ بِهَا عَنِ الزَّمَانِ والْمَکَانِ وَالحَالِ وَالعَدَدِ وَالعَاقِلِ وَغَیْرِهٖ حَسْبَ مَا تُضَافُ اِلَیْهِ.

---

(۲) اور "هَلْ" صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے جیسے هَلْ جَاءَ صَدِیْقُكَ "کیا تیرا دوست آیا"؟ اسکا جواب نعم یالا سے ہوگا اسی وجہ سے ہل کے ساتھ معادل کاذکر ممنوع ہے چنانچہ هَلْ جَاءَ صَدِیْقُكَ اَمْ عَدُوُّكَ کہنا درست نہ ہوگا اور ہل بسیط کے نام سے پکارا جاتا ہے اگر اس کے ذریعہ صرف کسی شی کے وجود کے متعلق سوال کیا جائے جیسے هَلِ الْعَنْقَاءُ مَوْجُوْدَةٌ (کیا عنقاء موجود ہے) اور ہل مرکب کے نام سے اس وقت پکارا جاتا ہے جبکہ اس کے ذریعہ وجود شی کسی شی کے متعلق دریافت کیا جائے جیسے هَلْ تَبِیْضُ الْعَنْقَاءُ

اَوْ تُفْرِخُ (کیا عنقاء انڈا دیتی ہے یا بچہ دیتی ہے؟)
(۳) اور "ما" اسکے ذریعہ نام کی شرح دریافت کی جاتی ہے جیسے مَا الْعَسْجَدُ؟ اَوِ اللُّجَیْنُ؟ تو اس کا جواب مشہور لفظ سے دیا جاتا ہے مثلاً سونا۔ چاندی سے بالترتیب۔ یا اس کے ذریعہ حقیقت مسمی کو دریافت کرتے ہیں جیسے مَا الْاِنْسَانُ حقیقت انسان کیا ہے؟ چنانچہ اس کے جواب میں حیوان ناطق کہا جاتا ہے یا اس کے ذریعہ اس کے ساتھ جو شی مذکور ہوتی ہے اس کی صفت دریافت کی جائے جیسے تو کسی آنے والے سے یہ کہے مَا اَنْتَ؟ یعنی تو اپنا حال بتا عالم ہے یا جاہل؟ چنانچہ اس کا جواب تعیین وصف کے ساتھ دیا جائے گا مثلاً هُوَ عَالِمٌ.
(۴) اور مَنْ اس کے ذریعہ اکثر ذوی العقول کی تعیین باعتبار اشخاص مطلوب ہوتی ہے جیسے تو یہ کہے مَنْ فَتَحَ مِصْرَ. تو جواب دیا جائے گا تعیین شخص کے ساتھ جیسے عمرو اور کبھی ذوی العقول کی تعیین باعتبار اجناس مطلوب ہوتی ہے جیسے کوئی کہے مَنْ جِبْرِیلُ یعنی جبرئیل کون ہے انسان ہے یا فرشتہ یا جن؟ تو جواب میں کہا جائے مَلَكٌ تعیین جنس کے ساتھ۔
(۵) اور "مَتٰی" اس کے ذریعہ صرف زمانہ کی تعیین مطلوب ہوتی ہے خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل جیسے متی جِئْتَ تو کب آیا؟ اور مَتٰی تَذْهَبُ تو کب جائے گا؟ اول کے جواب میں کہا جائے گا صَبَاحًا مثلاً اور ثانی کے جواب میں کہا جائے گا۔ بَعْدَ شَهْرٍ مثلاً.
(۶) اور "اَیَّانَ" اس کے ذریعہ خاص طور پر زمانہ مستقبل کی تعیین مطلوب ہوتی ہے اور کسی ہولناک اور عظیم الشان موقعہ پر استعمال ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ (سوال کرتا ہے قیامت کب ہوگی)؟
(۷) اور "کَیْفَ" اس کے ذریعہ حالت کی تعیین مطلوب ہوتی ہے جیسے کَیْفَ اَنْتَ؟ تیری حالت کیسی ہے؟
(۸) اور "اَیْنَ" اس کے ذریعہ مکان کی تعیین مطلوب ہوتی ہے جیسے اَیْنَ تَذْهَبُ تو کہاں جائے گا؟
(۹) اور "اَنّٰی" اس کا استعمال تین معنوں میں ہوتا ہے کبھی کَیْفَ کے معنی میں

ہوتا ہے جیسے اَنّٰی یُحْیِیْ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا. (کیسے زندہ کرے گا اللہ تعالی اس کو اس کے مرجانے کے بعد) اور کبھی مِنْ اَیْنَ کے معنی میں جیسے یَامَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذا (اے مریم کہاں سے تجھے یہ بے موسم پھل ملا؟) اور کبھی ''متی'' کے معنی میں جیسے زُرْ اَنّٰی شِئْتَ جب تیرا جی چاہے ملاقات کر۔

(۱۰) اور ''کَمْ'' اس کے ذریعہ عدد مبہم کی تعیین مطلوب ہوتی ہے جیسے کَمْ لَبِثْتُمْ. کس قدر تم ٹھہرے یعنی کتنے دن یا کتنے سال یا کئی گھنٹے تم ٹھہرے؟

(۱۱) اور ''اَیٌّ'' اس کے ذریعہ ایسی دو یا کئی چیزوں میں سے ایک کی تمیز مطلوب ہوتی ہے جو کسی امر میں باہم شریک ہوں، جیسے اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَقَامًا. (دونوں فریق میں سے مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟) اور اَیٌّ کے ذریعہ زمان، مکان، حال، عدد، اور عاقل اور غیر عاقل میں سے حسب اضافت سب کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ تو جس وقت امور مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف کلمۂ اَیٌّ مضاف ہوگا اس وقت وہی امر متعین ہوگا۔

وَقَدْ تَخْرُجُ اَلْفَاظُ الِاسْتِفْهَامِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِیِّ لِمَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ مِنْ سِیَاقِ الْکَلَامِ.

(۱) کَالتَّسْوِیَةِ نحوُ (سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ)

(۲) وَالنَّفِیِ هَلْ جَزَاءُ الاحسان اِلاَّ الاِحْسَانُ.

(۳) وَالْاَمْرِ نحوُ (فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ. ونحوا اَسْلَمْتُمْ بِمَعْنٰی اِنْتَهُوْا وَاَسْلِمُوْا)

(٤) وَالْاِنْکَارِ نحوُ (اَغَیْرَاللّٰهِ تَدْعُوْنَ. اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ)

(٥) وَالنَّهْیِ نحوُ (اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ)

(٦) وَالتَّشْوِیْقِ نحوُ (هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ)

(۷) وَالتَّعظِيمِ نَحوُ (مَن ذَالَّذِیْ يَشفَعُ عِندَهُ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ)
(۸) وَالتَّحقِيرِ نَحوُ أَهٰذَا الَّذی مَدَحْتَهُ كَثِیْرًا
(۹) وَالتَّهَكُّمِ (اَعَقلُكَ يُسَوِّغُ لَكَ اَنْ تَفعَلَ كَذَا)
(۱۰) وَالتَّعَجُّبِ نَحوُ (مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْ كُلُ الطَّعَامَ وَيَمشِیْ فِی الاَسْوَاقِ)
(۱۱) وَالتَّنبِيهِ عَلٰى الضَّلاَلِ نَحوُ (فاينَ تذْهَبُوْنَ)
(۱۲) وَالوَعِيدِ نحوُ (اَتفعَلُ كَذَا وَقَدْ اَحسَنتُ اِلَيْكَ)

ترجمہ: اور حروف استفہام کبھی اپنے حقیقی معنوں سے نکل کر ایسے دوسرے معنوں میں استعمال کیے جاتے ہیں جو اسلوب بیان سے خود معلوم ہو جایا کرتے ہیں مثلاً (۱) تسویہ کے معنی میں مثال مذکور فی المتن، ترجمہ - ان کے لیے برابر ہے کہ آپ انہیں عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ (۲) نفی کے معنی مثال مذکور فی المتن ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ احسان کا معاوضہ احسان کے سوا کچھ نہیں (۳) انکار کے معنی میں مثال مذکور ہے ترجمہ یہ ہے کہ کیا تم اللہ کے غیر کی پرستش کرو گے؟ یعنی ایسا نہ کرو بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ یہاں غیر کی عبادت کا انکار کیا گیا اسی طرح انکار کی دوسری مثال میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے؟ لَیسَ کلمۂ نفی کا انکار کیا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ نفی کی نفی اثبات ہو جاتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ سبحانہ کافی ہے۔ (۴) امر کے معنی میں مثلاً مثال مذکور فی المتن۔ کیا تم باز آنے والے ہو؟ کیا تم اسلام لے آئے ہو؟ اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم باز آؤ اور اسلام لے آؤ۔ (۵) نہی کے معنی میں مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

ترجمہ: کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم ان لوگوں سے نہ ڈرو۔ (۶) مخاطب کو رغبت اور شوق دلانے کے معنی میں مثلاً کیا تم لوگوں کو ایسا کاروبار

بتلاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے رہا کرے؟ (۷) تعظیم کے معنی میں مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے کون ہے ایسا جو خدائے بزرگ و برتر کے سامنے کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر کرے (۸) تحقیر کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا یہ وہی صاحب ہیں جس کی تم نے اتنی تعریف کی؟ (۹) تہکم (مذاق اڑانا، اطلق الشیٔ وارید ضدہٗ یعنی ایک شی بول کر اس کی ضد مراد لینا جیسے بَشِّرْ بول کر اَنْذِرْ مراد لینا) کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا تمہاری عقل اجازت دیتی ہے کہ تم اسی قسم کا کام کرو (۱۰) تعجب کے معنی میں۔ مثلاً قرآن شریف میں ہے۔ ترجمہ: اس رسول کو کیا ہو گیا ہے جو عام لوگوں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور بازار میں چلتا پھرتا ہے (۱۱) گمراہی پر تنبیہ کرنے کے معنی میں مثلاً تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ (۱۲) وعید (دھمکی) کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا تم یہ کام کرو گے؟ حالانکہ میں نے تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے۔

توضیح: کم کی مثال اردو زبان میں ذوق کا یہ شعر۔

آدمیت اور شیٔ ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

این: (کہاں اور کدھر) کی مثال۔

صنم کہتے ہیں تیرے بھی کمر ہے
کہاں ہے کس طرح ہے کدھر ہے

(وَاَمَّا التَّمَنِّیْ) فَهُوَ طَلَبُ شَيْءٍ مَحْبُوْبٍ لَا يُرْجٰى حُصُوْلُهٗ لِكَوْنِهٖ مُسْتَحِيْلًا. اَوْ بَعِيْدَ الْوُقُوْعِ كَقَوْلِهٖ

اَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ يَوْمًا
فَاُخْبِرَهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيْبُ

وَقَوْلِ الْمُعْسِرِ لَيْتَ لِيْ اَلْفَ دِيْنَارٍ.

وَاِذَا كَانَ الْاَمْرُ مُتَوَقَّعَ الْحُصُوْلِ فَاِنَّ تَرَقُّبَهٗ يُسَمّٰى تَرَجِّيًا وَيُعَبَّرُ عَنْهُ بِعَسٰى اَوْ لَعَلَّ نَحْوُ (لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ

بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا)

وَلِلتَّمَنِّيْ اَرْبَعُ اَدَوَاتٍ وَاحِدَةٌ اَصْلِيَّةٌ وَهِيَ لَيْتَ وَثَلٰثَةٌ غَيْرُ اَصْلِيَّةٍ وَهِيَ هَلْ نَحْوُ (فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا)

وَلَوْ نَحْوُ (فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) وَلَعَلَّ نَحْوُ قَوْلِهٖ.

اَسِرْبَ الْقَطَا هَلْ مَنْ يُعِيْرُ جَنَاحَهٗ
لَعَلِّيْ اِلٰى مَنْ قَدْ هَوِيْتُ اَطِيْرُ

وَلِاسْتِعْمَالِ هٰذِهِ الْاَدَوَاتِ فِي التَّمَنِّيْ يُنْصَبُ الْمُضَارِعُ الْوَاقِعُ فِيْ جَوَابِهَا.

ترجمہ: تمنی، یہ کسی ایسی محبوب چیز کے طلب کرنے کو کہتے ہیں جس کے حصول کی امید دو وجہوں سے نہ کی جاتی ہو۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا حصول محال ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا وقوع خارج میں بعید ہو۔ پہلے کی مثال میں شعر مذکور ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ اے کاش میری جوانی کسی روز لوٹ آتی تو میں اسے ان تمام جان گداز واقعات سے مطلع کرتا جو بڑھاپے نے میرے ساتھ برتے ہیں۔ دوسرے کی مثال میں تنگ دست کا قول ہے "کاش! میرے پاس ہزار دینار ہوتے" اور جب کبھی شیٔ مطلوب کا حصول متوقع ہوتا ہے تو اس تمنی کا انتظار ترجی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس وقت شیٔ مطلوب کو ایسے کلمات سے ظاہر کیا جاتا ہے جو ترجی پر دلالت کرتے ہیں جیسے عسی یا لعل مثلاً عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ (توقع ہے کہ اللہ تعالی کامیابی نصیب کرے) لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (توقع ہے کہ اللہ تعالی اس کے بعد کوئی صورت پیدا کردے)۔

اور تمنا کے لیے چار حروف مستعمل ہوتے ہیں ایک اصلی ہے اور وہ "لیت"

ہے اور تین غیر اصلی ہیں ان میں سے ایک ہل ہے جیسے فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا (اے کاش! ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہوتے کہ وہ ہماری سفارش کرتے) دوسرا حرف لو ہے جیسے فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (کاش کہ ہمیں دنیا میں دوبارہ آنا نصیب ہوتا تو ہم ایمانداروں میں سے ہوتے۔ اور تیسرا حرف لَعَلَّ ہے۔ جیسے شاعر کے شعر میں ترجمہ شعر یہ ہے۔ اے قطا کے جھنڈ! کیا کوئی ایسا ہے جو اس کا پر بطور عاریت دیدے۔ توقع ہے کہ میں اس شخص کے پاس جس سے میں محبت رکھتا ہوں اس کے ذریعہ اڑ کر چلا جاؤں۔

اور ان حرفوں کا استعمال تمنی میں ہونے کی وجہ سے وہ فعل مضارع جو ان کے جواب میں واقع ہوتا ہے منصوب ہوتا ہے۔

توضیح: کلمہ لیت تمنی کے لیے حقیقتاً مستعمل ہے اور باقی تینوں تمنی کے معنی میں مجازاً مستعمل ہیں۔ کیونکہ ہل استفہام کے لیے موضوع ہے اور لعل ترجی اور توقع کے لیے اسی طرح عسی ترجی کے لیے موضوع ہے۔

تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال ممکنات اور ممتنعات دونوں قسموں میں ہوتا ہے اور ترجی کا استعمال صرف ممکنات میں ہوتا ہے۔

حلّ کلمات: شباب (ض) جوان ہونا۔ یَعُوْدُ صیغہ مضارع عَوْدًا (ن) لوٹنا، اُخْبِرَ مضارع واحد متکلم منصوب بانْ مقدرہ جوابِ لیت کی وجہ سے۔ مَشِيْبُ، مصدر میمی، شَيْبُ (ض) بالوں کا سفید ہونا بوڑھا ہونا۔ سِرْبٌ جھنڈ، ریوڑ، جماعت (ج) اَسْرَابٌ اور قطا: ایک قسم کا پرندہ جو کبوتر کے مشابہ ہے۔ يُعِيْرُ صیغہ مضارع از باب افعال عاریت پر دینا۔ جناح بازو (ج) اَجْنِحَةٌ، هَوِيْتُ صیغہ واحد متکلم بحث اثبات فعل ماضی معروف ھویٰ خواہش کرنا، محبت کرنا، (س) اَطِيْرُ واحد متکلم مضارع طَيَرَانٌ اڑنا (ض) طَيَرَانٌ کو طَيْرَانٌ پڑھنا غلط ہے۔

فائدہ: وہ فعلان مصدر کا وزن جس میں حرکت کے معنی پائے جاتے ہیں اس کا عین کلمہ مفتوح ہوتا ہے جیسے جَرَيَانٌ. سَيَلَانٌ. جَوَلَانٌ.

(وَاَمَّا النِّدَاءُ) فَهُوَ طَلَبُ الْإِقْبَالِ بِحَرْفٍ نَائِبٍ

مَنابَ اَدْعُوْ. وَاَدَواتُــهُ ثَمانِيَةٌ (يَا وَالْهَمْزَةُ وَآیْ وَأَیْ وَآوَايَا وَهَيَا وَوَا) فَالهمزةُ وَاَیْ لِلْقَرِيْبِ وَغَيْرُهُمَا لِلْبَعِيْدِ. وَقَدْ يُنزَّلُ البَعِيْدُ مَنزِلَةَ القَرِيْبِ فَيُنادٰی بِالْهَمْزَةِ وَاَیْ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّهٗ لِشِدَّةِ اِسْتِحْضَارِهٖ فِیْ ذِهْنِ الْمُتَكَلِّمِ صَارَ كَالْحَاضِرِ مَعَهٗ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

اَسُكَّانَ نَعْمَانَ الْاَرَاكِ تَيَقَّنُوْا

بِاَنَّكُمْ فِیْ رَبْعِ قَلْبِیْ سُكَّانُ

وَقَدْ يُنزَّلُ الْقَرِيْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيْدِ فَيُنَادٰی بِاَحَدِ الْحُرُوْفِ الْمَوْضُوْعَةِ لَهٗ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّ الْمُنَادٰی عَظِيْمُ الشَّانِ رَفِيْعُ الْمَرْتَبَةِ حَتّٰی كَاَنَّ بُعْدَ دَرَجَتِهٖ فِی الْعِظَمِ عَنْ دَرَجَةِ الْمُتَكَلِّمِ بُعْدٌ فِی الْمَسَافَةِ كَقَوْلِكَ اَيَا مَوْلَایَ وَاَنْتَ مَعَهٗ اَوْ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّ السَّامِعَ غَافِــلٌ لِنَحْوِ نَوْمٍ اَوْ ذُهُوْلٍ كَاَنَّــهٗ غَيْرُ حَاضِــرٍ فِی الْمَجْلِسِ كَقَوْلِكَ لِلسَّاهِیْ اَيَا فُلَانُ.

ترجمہ: انشاء کے اقسام طلبی میں سے ایک قسم ندا ہے۔ یہ طلب کرنا ہے اقبال (مخاطب کی توجہ) کو ایسے حرف سے جو اَدْعُوْ (میں پکارتا ہوں) کے قائم مقام ہو۔ ندا کے آٹھ حروف ہیں یا، ہمزہ، ای، آ، آی، ایا، ہیا، وا، ان حروف میں ہمزہ اور ای قریب کے لیے مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام حروف بعید کے لیے آتے ہیں۔ اور کبھی منادی بعید کو قریب کے درجہ میں لے جاتے ہیں اس وقت اسے ہمزہ اور ای سے پکارتے ہیں جو قریب کے لیے وضع کیے گئے ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی بعید متکلم کے ذہن میں اس قدر گھر کر گیا ہے کہ وہ بعد کے باوجود ایسا ہو گیا ہے جیسے متکلم کے پاس موجود ہو مثلاً ابن ماجہ اندلسی کے شعر مذکور میں جس کا

ترجمہ یہ ہے: اے نعمان اراک کے رہنے والو! یقین رکھو کہ تم نعمان اراک میں نہیں ہو۔ اگرچہ بظاہر تم اسی میں ہو حقیقت میں تم میرے دل کی گہرائی میں ہو یعنی تمہاری جگہ اصل میں میرا دل ہے نعمان اراک نہیں۔

اور کبھی منادی قریب کو بعید کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور اس سے ان حروف میں سے کسی ایک کے ذریعہ پکارتے ہیں جو بعید کے لیے موضوع ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی اس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبہ ہے کہ گویا عظمت اور بڑائی میں اس کا مرتبہ متکلم کے مرتبہ سے اتنی ہی دوری رکھتا ہے جتنی کہ مسافت مثلاً تم ایسے شخص سے جس کے پاس ہی تم موجود ہو اس طرح مخاطب ہو کر کہتے ہو کہ اَیَا مَوْلَایَ اے میرے مولیٰ یہاں "ایا" جو بعید کے لیے ہے منادی قریب کے موقع پر استعمال کیا گیا ہے اور منادی قریب کو منادی بعید قرار دیا گیا۔ یا اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ منادی کا مرتبہ گرا ہوا ہے جیسے تم اپنے ساتھ والے سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہو اَیَا ھٰذا ارے یہ! یا اس چیز کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع مثلاً نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے غافل ہے گویا وہ مجلس میں رہنے کے باوجود مجلس سے غیر حاضر ہے مثلاً تم ایسے شخص سے جو نسیان میں مبتلا ہے یوں مخاطب ہوتے ہو کہ اَیَا فلانُ اے فلاں!

توضیح: اسکان نعمان الاراك الخ

اس شعر میں سکان نعمان اراک کو (جو کہ بعید ہے) ہمزہ (جو کہ ندائے قریب کے لیے موضوع ہے) کے ذریعہ ندا دینا شاہد ہے۔ نعمان اراک عرفات اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جہاں شجر اراک (پیلو کے درخت) جس سے مسواک بنتی ہے کثرت سے پائے جاتے ہیں اس بنا پر اس وادی کے نام کا ایک حصہ اراک ہے اور رَبعٌ کے معنی منزل کے ہیں۔

حلّ کلمات: سُکَّانٌ باشندے، قیام کرنے والے، مفرد سَاکِنٌ جیسے حَاسِدٌ کی جمع حُسَّادٌ۔ طالب کی جمع طُلَّابٌ. نعمان الاراك ایک جگہ کا نام تَیَقَّنُوْا صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف۔ باب تفعل، یقین کرنا، ربع منزل،

مکان جمع ربوع.

وَقَدْ تُخْرِجُ اَلْفَاظُ النِّدَاءِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِیِّ لِمَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْقَرَائِنِ.

(۱) كَالْاِغْرَاءِ نَحْوُ قَوْلِكَ لِمَنْ اَقْبَلَ يَتَظَلَّمُ يَا مَظْلُوْمُ.

(۲) وَالزَّجْرِ نَحْوُ ؎

اَفُؤَادِیْ مَتٰی الْمَتَابُ اَلَمَّا
تَصْحُ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأسِیْ اَلَمَّا

(۳) وَالتَّحَيُّرِ وَالتَّضَجُّرِ نَحْوُ اَيَا مَنَازِلَ سَلْمٰی اَيْنَ سَلْمَاكِ.
وَيَكْثُرُ هٰذَا فِی نِدَاءِ الْاَطْلَالِ وَالْمَطَايَا وَنَحْوِهَا.

(٤) وَالتَّحَسُّرِ وَالتَّوَجُّعِ كَقَوْلِهٖ ؎

اَيَا قَبْرَ مَعْنٍ كَيْفَ وَارَيْتَ جُوْدَهٗ
وَقَدْ كَانَ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْبَحْرُ مُتْرَعًا

(٥) وَالتَّذَكُّرِ نَحْوُ ؎

اَيَا مَنْزِلَیْ سَلْمٰی سَلَامٌ عَلَيْكُمَا
هَلِ الْاَزْمُنُ اللَّائِیْ مَضَيْنَ رَوَاجِعُ

وَغَيْرُ الطَّلَبِی يَكُوْنُ بِالتَّعَجُّبِ وَالْقَسَمِ وَصِيَغِ الْعُقُوْدِ كَبِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ وَيَكُوْنُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ وَاَنْوَاعُ الْاِنْشَاءِ غَيْرِ الطَّلَبِی لَيْسَتْ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمِ الْمَعَانِی فَلِذَا ضَرَبْنَا صَفْحًا عَنْهَا.

ترجمہ: اور کبھی ندا کے الفاظ اپنے معنی اصلی کے سوا دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں جو قرائن سے سمجھے جاتے ہیں جیسے (۱) اغراء ابھارنے اور ورغلانے کے معنی میں جیسے تو اس شخص سے کہے جو تیرے پاس اپنی

مظلومیت کا حال بیان کرنے آیا ہے یا "مَظْلُوْمُ"(او مظلوم) (یہاں ندا سے مظلوم کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ظالم کے خلاف اس کے جذبات کو بھڑکانا مقصود ہے تاکہ مظلوم زیادہ سے زیادہ اظہار مظلومیت کرسکے) (۲) زجر یعنی ڈانٹنے کے معنی میں جیسے شاعر کا قول افؤادی متی المتاب الما تصح والشیب فوق رأسی الما۔ اے میرے دل جب توبہ کا وقت آپڑے تو ہوش میں آجا اور پیری تو میرے سر پر آپڑی ہے (یہاں بھی ندا اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ صرف زجر اور ملامت مقصود ہے) (۳) حیرت اور بے چینی کے اظہار کے لیے جیسا کہ اس شعر میں۔

ایَا منازل سلمیٰ این سلماك
من اجل هٰذا بكينا ها وبكيناك

ترجمہ: اے سلمیٰ کی قیام گاہو! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے؟ سلمیٰ کو نہ پاکر ہم اس پر اور تم پر گریہ وزاری کررہے ہیں۔ اور یہ معنی زیادہ تر ٹیلوں، سواریوں اور ان جیسی چیزوں کو پکارنے کے مواقع پر پائے جاتے ہیں (۴) حسرت اور درد کو ظاہر کرنے کے لیے جیسا کہ حسین بن مطیر اسدی کے شعر مذکور میں جس کا ترجمہ یہ ہے اے معن شیبانی کی قبر! افسوس ہے تم نے اس کی سخاوت کو کیسے چھپالیا؟ حالانکہ اس کی ذات سے خشکی اور تری ساری دنیا مالا مال تھی۔ دیکھو یہاں قبر کو پکارنے سے مقصود حسرت اور افسوس کا اظہار ہے (۵) گذرے ہوئے واقعات سے نصیحت قبول کرنے کے معنی میں جیسے شاعر کے شعر میں ہے اے سلمیٰ کی دونوں قیام گاہو! تم پر ہدیہ سلام ہو! ذرا مجھے بتاؤ کہ کیا عیش وعشرت کے ایام رفتہ لوٹنے والے ہیں۔

انشاء غیر طلبی تعجب، قسم، کلمات عقود مثلاً بعت واشتریت سے حاصل ہوتی ہے ان کے علاوہ اور دوسری چیزوں مثلاً افعال مدح وذم وافعال مقاربہ سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور چونکہ اقسام انشائے غیر طلبی کو علم معانی کے مباحث سے زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے ہم نے یہاں ان سے بحث کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔

توضیح: معن بن زائدہ شیبانی عربوں میں ایک بڑا سخی گذرا ہے، اس کی سخاوت کے قصوں کی فہرست بہت طویل ہے ایک واقعہ آپ کو سناتے ہیں جس کو محمد بن بکر رازی نے "ینابیع الحکم" میں نقل کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شاعر معن کے دروازے پر حاضر ہوا لیکن اسے معن سے ملاقات کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ معن اکثر پردے میں رہا کرتا تھا مجبور ہو کر اس نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور اس پر یہ شعر لکھا۔

یَاجُوْدَ مَعْنٍ نَاجِ مَعْنًا بِحَاجَتِي
فَلَیْسَ اِلٰی مَعْنٍ سِوَاكَ شَفِیْعُ

ترجمہ: اے معن بن زائدہ کی سخاوت! میری ضرورت کو معن کے کان میں جا کر کہہ دینا۔ کیونکہ معن تک پہنچنے کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا شفیع نہیں ہے اس کے بعد شاعر نے اس لکڑی کو اس نہر میں ڈال دیا جو معن کے گھر تک جا رہی تھی حسن اتفاق سے اس لکڑی پر معن کی نظر پڑ گئی اور اس نے اٹھا کر پڑھا پڑھتے ہی اس نے شاعر کو اپنے پاس بلا کر ایک لاکھ درہم کی گراں قدر رقم عنایت کی اور لکڑی کو اپنے فرش کے نیچے ڈال دیا۔ اس کے بعد ہر روز اس لکڑی کو اپنے فرش سے نکال کر پڑھتا اور شاعر کو ایک لاکھ درہم بخشش دیتا۔ چنانچہ جب شاعر نے چار دنوں میں چار لاکھ درہم کی بڑی رقم حاصل کر لی تو پانچویں دن معن کے مکان سے بغیر اجازت روانہ ہو گیا اب جبکہ معن نے اسے بلوایا وہ نہ ملا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھ پر واجب تھا کہ میں اسے ہر روز ایک لاکھ درہم دیتا یہاں تک کہ میرے خزانہ میں کچھ باقی نہ رہتا۔

اس مقام پر خطیب نے بھی ایک واقعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک شاعر ایک سال تک معن کے دروازے پر پڑا رہا لیکن معن سے ملاقات نہ کر سکا۔ اس نے مجبور ہو کر معن کو یہ شعر لکھ بھیجا۔

اِذَا کَانَ الْجُوْدُ لَهٗ حِجَابٌ
فَمَا فَضْلُ الْجُوْدِ عَلَی الْبَخِیْلِ

ترجمہ: جب کسی سخی تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو ایسے سخی کو کسی بخیل پر کس طرح ترجیح دی جاسکتی ہے؟ اور ان کے ایک قول میں ہے۔

اِذَا کَانَ الْکَرِیْمُ لَهٗ حِجَابٌ
فَمَا فَضْلُ الْکَرِیْمِ عَلَی اللَّئِیْمِ

ترجمہ: جب کسی شریف تک پہنچنے میں آڑ ہو بھلا بتاؤ ایسے شریف کو کسی کمینے پر کیسے فضیلت حاصل ہو۔ معن نے اس شعر کو پڑھ کر یہ جواب لکھا۔

اِذَا کَانَ الْکَرِیْمُ قَلِیْلَ مَالٍ
وَلَمْ یُعْذَرْ تَعَلَّلَ بِالْحِجَابِ

ترجمہ: جب کوئی شریف یا سخی شخص قلیل المال ہو جاتا ہے اور اسے معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو وہ پردے کا حیلہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ شاعر نے اسے پڑھ کر سمجھ لیا کہ اب اس نے مجھے اپنی بخشش سے مایوس کر دیا اور فوراً وہاں سے چل دیا معن کو جب اس کی واپسی کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک شخص کے ذریعہ دس ہزار درہم بھیج دیئے۔

حلّ کلمات: فؤاد، دل (ج) اَفْئِدَة ۔ متاب، اسم ظرف زمان توبہ کا وقت توبۃً (ن) اَلَمَّ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف اِلْمَامًا، قریب ہونا، فروکش ہونا، باب افعال سے۔ تَصْحُ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع معروف، اصل میں تَصْحُوْ تھا متی کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے واؤ گر گیا، صَحْوًا و صَحْوَةً ہوش میں آنا۔ باب (ن) وَارَیْتَ صیغہ واحد مذکر حاضر ماضی۔ موارات چھپانا، مُتْرَعًا اسم مفعول اِتْرَاعًا بھرنا، بھرپور ہونا، باب افعال۔ اَزْمُنٌ زمانے، اوقات، زَمَنٌ کی جمع۔ مَضَیْنَ صیغہ جمع مؤنث غائب ،ماضی، مُضِیًّا گذرنا (ض) رَوَاجِعُ رَاجِعَةٌ کی جمع، لوٹنے والے۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الذِّکْرِ وَالْحَذْفِ

اِذَا اُرِیْدَ اِفَادَةُ السَّامِعِ حُکْمًا فَاَیُّ لَفْظٍ یَدُلُّ عَلٰی

مَعْنًى فِيهِ فَالاَصْلُ ذِكْرُهُ. وَاَىُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلاَمِ لِدَلاَلَةِ بَاقِيهِ عَلَيْهِ فَا لاَصْلُ حَذْفُهُ وَاِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْاَصْلاَنِ فَلاَ يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضٰى اَحَدِهِمَا اِلٰى مُقْتَضٰى الْآخَرِ اِلاَّ لِدَاعٍ فَمِنْ دَوَاعِي الذِّكْرِ.

(١) زِيَادَةُ التَّقْرِيرِ وَالْاِيضَاحِ نَحْوُ (اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)

(٢) وَقِلَّةُ الثِّقَةِ بِالْقَرِيْنَةِ لِضُعْفِهَا اَوْضُعْفِ فَهْمِ السَّامِعِ نَحْوُ زَيْدٌ نِعْمَ الصَّدِيْقُ تَقُوْلُ ذٰلِكَ اِذَا سَبَقَ لَكَ ذِكْرُ زَيْدٍ وَطَالَ عَهْدُ السَّامِعِ بِهٖ اَوْ ذُكِرَ مَعَهٗ كَلاَمٌ فِيْ شَانِ غَيْرِهٖ.

(٣) وَالتَّعْرِيضِ بِغَبَاوَةِ السَّامِعِ نَحْوُ عَمْرٌو قَالَ كَذَا فِي جَوَابِ مَاذَا قَالَ عَمْرٌو.

(٤) اَوِالتَّسْجِيلُ عَلَى السَّامِعِ حَتّٰى لاَيَتَاتّٰى لَهُ الْاِنْكَارُ كَمَا اِذَاقَالَ الْحَاكِمُ لِشَاهِدٍ هَلْ اَقَرَّ زَيْدٌ هٰذَا بِاَنَّ عَلَيْهِ كَذَا فَيَقُوْلُ الشَّاهِدُ نَعَمْ زَيْدٌ هٰذَا اَقَرَّبِاَنَّ عَلَيْهِ كَذَا.

(٥) وَالتَّعَجُّبُ اِذَا كَانَ الْحُكْمُ غَرِيْبًا نَحْوُ عَلِيٌّ يُقَاوِمُ الْاَسَدَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ مَعَ سَبْقِ ذِكْرِهٖ.

(٦) وَالتَّعْظِيْمُ وَالْاِهَانَةُ اِذَاكَانَ اللَّفْظُ يُفِيْدُ ذٰلِكَ كَاَنْ يَسْأَلَكَ سَائِلٌ هَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ فَتَقُوْلُ رَجَعَ الْمَنْصُوْرُ اَوِالْمَهْزُوْمُ.

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں

ترجمہ: جب سامع کو کسی حکم کا افادہ پیش نظر ہو، تو جو لفظ بھی اس معنی پر

دلالت کرتے ہوں ان میں اصل ذکر ہے اور کلام سے جس لفظ کے بارے میں معلوم ہو جائے اس لفظ پر دلالت کرنے والا موجود ہے تو اصل یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

اور جب یہ دونوں اصول آپس میں متعارض ہو جائیں یعنی ایک کا تقاضہ ذکر کا اور دوسرے کا تقاضہ حذف کرنے کا ہو تو دونوں اصولوں میں سے کسی ایک کے مقتضٰی سے دوسرے کے مقتضٰی کی جانب عدول نہ کیا جائے گا یعنی ذکر کی وجہ سے حذف کے قاعدے کو اور حذف کی وجہ سے ذکر کے قاعدے کو ترک نہ کیا جائے گا۔ مگر کسی ضرورت داعیہ کی بنا پر۔ دواعی الذکر (وہ اسباب جو ذکر کے متقاضی ہیں حسب ذیل ہیں)

(۱) زیادۃ التقریر والایضاح متکلم کا مقصد زیادتی بیان اور وضاحت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اولئك علی هدیً (الآیۃ) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) اسباب ذکر میں دوسرا سبب قرینہ پر اعتماد کی کمی ہے خواہ یہ کمی نفس قرینہ میں ضعف کی وجہ سے ہو یا سامع کی سمجھ میں قصور ہونے کے باعث ہو مثلاً زید کیا ہی اچھا دوست ہے تم یہ اس وقت کہتے ہو جب تمہارے پاس زید کا ذکر ہو چکا ہو اور سامع کو اسے سنے ہوئے بھی کافی عرصہ گذر چکا ہو یا اس کے ساتھ غیر کی شان میں کوئی گفتگو ہوئی ہو۔

(۳) مخاطب کے کند ذہن ہونے پر تعریض کرنا بھی ذکر کا سبب ہے مثلاً عمرو نے ایسا کہا۔ عمرو نے کیا کہا کے جواب میں۔

(۴) مخاطب کے سامنے حکم کو تسجیل (اقرار نامہ) کے طور پر بیان کرنا تاکہ مخاطب کو بعد میں انکار کا موقع نہ ملے مثلاً حاکم کسی گواہ سے پوچھے کہ کیا اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے؟ تو گواہ اس طرح کہے "ہاں" اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے۔

(۵) اور اظہار تعجب کے لیے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب حکم کے اندر کسی طرح کی غرابت ہو جیسے "علی شیر کا مقابلہ کرتا ہے" یہ جملہ اس وقت کہتے

ہیں جب پہلے علی کا ذکر ہو چکا ہو۔
(۶) اسباب ذکر میں تعظیم اور اہانت بھی ہے بشرطیکہ الفاظ سے تعظیم اور اہانت کے معنی بھی مفہوم ہوں مثلاً تم سے کوئی پوچھنے والا اس طرح پوچھتا ہے کہ کیا سالارِ فوج لوٹ آیا؟ تو تم اس کے جواب میں کہتے ہو کہ فاتح لوٹ آیا (تعظیم کے طور پر) یا شکست خوردہ واپس ہوا (توہین کے طور پر)
توضیح: اسباب ذکر میں سے چند امور یہ بھی ہیں (۱) افادۂ ہیبت اور رعب کے لیے مثلاً جَاءَ الأَمِيرُ کے بعد جَاءَ سَيفُ الدولة کہا جائے۔ (۲) تبرک کے لیے مثلاً قَالَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳) تلذذ کے لیے مثلاً حَضَرَ حَبِيبِيْ۔ (۴) بسط کلام جہاں مقصود ہو کہ مطلوب کو سامع غور سے سنے۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى، قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَآرِبُ أُخْرٰى.

وَمِنْ دَوَاعِي الْحَذْفِ.
(۱) إِخْفَاءُ الْأَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نَحْوُ أَقْبَلَ تُرِيْدُ عَلِيًّا مَثَلًا.
(۲) وَتَأَتِّي الْإِنْكَارِ عِنْدَ الْحَاجَةِ نَحْوُ لَئِيْمٌ خَسِيْسٌ بَعْدَ ذِكْرِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ.
(۳) وَالتَّنْبِيْهُ عَلٰى تَعْيِيْنِ الْمَحْذُوْفِ وَلَوْ اِدِّعَاءً نَحْوُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَوَهَّابُ الْأُلُوْفِ.
(۴) وَاخْتِبَارُ تَنَبُّهِ السَّامِعِ أَوْ مِقْدَارِ تَنَبُّهِهٖ نَحْوُ نُوْرُهٗ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ وَوَاسِطَةُ عِقْدِ الْكَوَاكِبِ.
(۵) وَضِيْقُ الْمَقَامِ إِمَّا لِلتَّوَجُّعِ عَنْهُ.

قَالَ لِيْ كَيْفَ أَنْتَ قُلْتُ عَلِيْلٌ
سَهَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِيْلٌ

وَإِمَّا لِخَوْفِ فَوَاتِ فُرْصَةٍ نَحْوُ قَوْلِ الصَّيَّادِ غَزَالٌ.

(٦)وَالتَّعْظِيْمُ وَالتَّحْقِيْرُ لِصَوْنِهٖ عَنْ لِسَانِكَ اَوصَوْنِ لِسَانِكَ عَنْهُ فَالْاَوَّلُ نَحْوُ نُجُوْمُ سَمَاءٍ.

وَالثَّانِيْ نَحْوُ ۔ قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفَوْا حَدِيْثَهُمْ

(٧) وَالْمُحَافَظَةُ عَلٰى وَزْنٍ اَوْ سَجْعٍ فَالْاَوَّلُ نَحْوُ ۔نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَاَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّاْىُ مُخْتَلِفٌ وَالثَّانِيْ نَحْوُمَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى)

(٨)وَالتَّعْمِيْمُ بِاخْتِصَارٍ نَحْوُوَاللّٰهُ يَدْعُوْاِلٰى دَارِالسَّلَامِ) اَىْ جَمِيْعَ عِبَادِهٖ لِاَنَّ حَذْفَ الْمَفْعُوْلِ يُؤْذِنُ بِالْعُمُوْمِ.

(٩)وَالْاَدَبُ نَحْوُ قَوْلِ الشَّاعِرِ ۔

قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْلَكَ فِى السُّوْ
دَدِوَالْمَجْدِ وَالْمَكَارِمِ مِثْلًا

(١٠)وَتَنْزِيْلُ الْمُتَعَدِّىْ مَنْزِلَةَ اللَّازِمِ لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْغَرَضِ بِالْمَعْمُوْلِ نَحْوُهَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ.

وَيُعَدُّ مِنَ الْحَذْفِ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلٰى نَائِبِ الْفَاعِلِ فَيُقَالُ حُذِفَ الْفَاعِلُ لِلْخَوْفِ مِنْهُ اَوْعَلَيْهِ اَوْلِلْعِلْمِ بِهٖ اَوِالْجَهْلِ نَحْوُ سُرِقَ الْمَتَاعُ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا.

ترجمہ: جن اسباب سے مسند الیہ یا مسند یا ان دونوں کے متعلقات حذف کر دیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) غیر مخاطب سے حکم کو چھپانا جیسے تم کہتے ہو "آ گیا" اس حالت میں تم نے مثلاً یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اپنے مخاطب کو علی کے آنے کی اطلاع دو لیکن مخاطب کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو۔

(۲) ضرورت کے وقت انکار کرنے کا موقع حاصل ہو۔ مثلاً تم کسی خاص آدمی کے تذکرہ کے بعد کہتے ہو کہ بڑا کنجوس ہے، ذلیل، کمینہ ہے۔

(۳) مخاطب کو محذوف کی تعین پر تنبیہ کرنا اگرچہ یہ تعین بطور دعوی ہی کیوں نہ ہو۔ اول یعنی تعین حقیقی کی مثال خالق کل شیٔ (ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا) یہاں اللہ محذوف ہے ثانی یعنی تعین ادعائی کی مثال وَهَّابُ الْأُلُوْفِ ہزاروں کا بخشش کرنے والا، یہاں سلطان محذوف ہے اگرچہ دوسرا بھی ہوسکتا ہے۔

(۴) اس بات کو آزمانا کہ سامع کو قرینہ فہمی ہے یا نہیں یا اس چیز کو آزمانا کہ سامع کی قرینہ فہمی کس مقدار تک ہے اوّل کی مثال اس کا نور آفتاب کے نور سے حاصل ہے اور دوسرے کی مثال وہ ستاروں کے ہار کا امام ہے یعنی بہترین جوہر ہے۔

(۵) مقام کی تنگی کی وجہ سے خواہ اظہار درد کی وجہ سے ہو یا وقت اور موقع نکل جانے کے خوف کی وجہ سے ہو۔ اول کی مثال قَالَ لِي كَيْفَ أَنْتَ الخ ۔ حال میرا پوچھتے ہو کیا؟ بہت بیمار ہوں، مبتلائے عشق ہوں اور روز وشب بیدار ہوں۔ یہاں أنا مسند الیہ نہیں لایا گیا اس لیے کہ اظہار تکلیف کے وقت زیادہ بات نہیں کی جاتی۔ دوسرے کی مثال شکاری کا کہنا ''ہرن'' بجائے یہ ہرن ہے کہ یہاں ''ہذا'' محذوف ہے۔ شکار نکل جانے کے خوف سے ہذا کو حذف کردیا گیا۔

(۶) اظہار عظمت اور حقارت کے لیے یعنی اس خیال کا اظہار کہ متکلم محذوف کو اس قدر عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اپنی زبان پر محذوف کو لانے سے محفوظ رکھتا ہے یا متکلم محذوف کو اس حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اس سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کو اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ پہلے کی مثال نُجُوْمُ سَمَاءٍ (وہ آسمان کے ستارے ہیں یعنی صحابہ کرامؓ) یہاں هُم مسند الیہ عظمت کی وجہ سے محذوف ہے دوسرے کی مثال مذکورہ مصرعہ ہے دوسرا مصرعہ یہ ہے واستو ثقوا من رتاج الباب والدار۔ ترجمہ۔ وہ ایسے رذیل اور بخیل لوگ ہیں کہ جب کھانا کھاتے ہیں تو باتیں چپکے چپکے کرتے ہیں اس جگہ ہم بنظر حقارت محذوف ہے تاکہ کوئی مسکین ان کی باتیں سن کر کھانے میں شریک نہ ہو جائے۔ وہ عہد کر لیتے ہیں کہ بند دروازے اور گھر کو اس وقت تک

کسی کے لیے نہیں کھولیں گے جب تک کہ وہ کھاتے رہیں۔
(۷) نظم ونثر میں وزن اور کلام مقفی کی رعایت کے لیے۔
اول یعنی وزن کی مثال جیسے شعر کا وزن ختم ہو جاتا ہے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔
ہم اپنی رائے سے تم اپنی رائے سے خوش ہو اور یہ تو مسلم بات ہے کہ رایوں میں اختلاف ہونا ناگزیر ہے۔ کما قال كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔
دوسرے یعنی کلام مقفی کی مثال کلام اللہ مذکور میں وَمَا قَلٰی میں "كَ" ضمیر مفعول محذوف ہے اگر وَمَا قَلَاكَ کہا جاتا تو کلام میں قافیہ نہ رہتا آیت کا ترجمہ یہ ہے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہے۔
(۸) اختصار کے ساتھ کسی چیز کو عام کرنے کے لیے۔ مثلاً کلام مذکور جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ دار السلام (جنت) کی طرف بلاتا ہے یعنی اپنے تمام بندوں کو۔ یہاں "جَمِيْعَ عِبَادِهٖ" جو يَدْعُوْ کا مفعول بہ ہے اختصار کے لیے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ معمول کا بلا قرینۂ تعین حذف کر دینا عموم کا اعلان ہے۔
(۹) کبھی ادب کا لحاظ باعث حذف ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں قَدْ طَلَبْنَا کا مفعول "مَثَلاً" ممدوح کے ادب کی خاطر حذف کر دیا گیا کیونکہ ممدوح کے سامنے اس کی نظیر صراحتاً طلب کرنا ادب کے سراسر خلاف ہے۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے ہم نے ڈھونڈا تو سرداری، بزرگی اور حسن اخلاق میں تمہارا کوئی ہمسر نہیں پایا۔ اردو میں بھی اس طرح کا ایک شعر موجود ہے۔

علم میں حلم میں انصاف میں ہر خوبی میں
ہم نے ڈھونڈا نہ ملا مثل تیرا عالم میں

یہاں ڈھونڈا کا مفعول تیرا مثل بنظر ادب محذوف ہے۔
(۱۰) فعل متعدی کو فعل لازم کے مقام پر لانا جبکہ معمول سے غرض متعلق نہ ہو بلکہ صرف اثبات فعل برائے فاعل مقصود ہو۔ چنانچہ اسی بنا پر آیت مذکورہ میں یعلمون اور لا یعلمون کا مفعول حذف کر دیا گیا ہے یہاں فعل متعدی کا کسی معمول سے تعلق نہیں ہے آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کے سامنے علم کی حقیقت ظاہر ہوئی ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس

کے سامنے علم کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ کیا یہ دونوں گروہ برابر ہو سکتے ہیں؟ (اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو لوگ کسی خاص چیز کو جانتے ہیں اور جو لوگ کہ اس خاص چیز کو نہیں جانتے ہیں کیا دونوں برابر ہیں؟ اس لیے کہ یہاں معمول سے فعل متعلق نہیں ہے)

واضح ہو کہ فعل کو نائب فاعل کی طرف منسوب کرنے کو حذف کے باب میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ فاعل اس مقام پر اس لیے حذف کر دیا گیا ہے کہ اس سے خوف ہے کہ اگر مخاطب کہیں اس کو جان لے تو اس کو جان سے مار ڈالے گا۔ یا فاعل اس لیے حذف کر دیا گیا ہے کہ وہ معلوم ہے لہٰذا ذکر کی ضرورت نہیں۔ یا نا معلوم ہے ذکر کی کوئی سبیل نہیں جیسے سُرِقَ الْمَتَاعُ (اسباب چرالیا گیا) یہاں سارق محذوف ہے جو نا معلوم ہے۔ اور خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (انسان کمزور پیدا کیا گیا) یہاں اللہ تعالیٰ فاعل محذوف ہے جو بداہۃً سب کو معلوم ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں ہو سکتا۔

توضیح: اسباب مذکورہ کے علاوہ اور بھی کچھ مصالح ہیں جو حذف کے باعث ہوتے ہیں۔

(۱) ذکر کو مستهجن یعنی قبیح سمجھنا مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول "مَا رَأَيْتُ مِنْهُ وَلَا رَأَى مِنِّي" یہاں رَأَيْتُ اور رَاَى کا مفعول (العَوْرَةَ) محذوف ہے۔

(۲) صرف اختصار کے ارادے سے حذف کرنا مثلاً اَصْغَيْتُ اِلَيْهِ۔ اس کی طرف اپنا کان جھکایا۔ یہاں اُذُنِیْ مفعول صرف اختصار کی وجہ سے محذوف ہے۔

حلّ کلمات: سَهَرٌ بیدار رہنا (س) دَائِمٌ اسم فاعل دَوْمًا دَوَامًا، ہمیشہ رہنا (ن) دَائِمٌ میں قَائِلٌ جیسی تعلیل ہوئی ہے۔ طَوِيْلٌ صیغہ صفت طُوْلًا، طَوَالَةً دراز ہونا، لمبا ہونا (ن) سُؤْدَدٌ، سِيَادَةٌ، سردار ہونا (ن) مَجْدٌ بزرگ ہونا (ن) مَكَارِمُ مَكْرُمَةٌ کی جمع، شریفانہ کارنامہ، اچھا وصف۔

اَلْبَابُ الثَّالِثُ فِی التَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ

مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهٗ لَا يُمْكِنُ النُّطْقُ بِاَجْزَاءِ الْكَلَامِ

دَفْعَةً وَاحِدَةً.

بَلْ لاَ بُدَّ مِنْ تَقْدِيْمِ بَعْضِ الاَجْزَاءِ وَتَاخِيْرِ الْبَعْضِ وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا فِيْ نَفْسِهٖ اَوْلٰى بِالتَّقَدُّمِ مِنَ الآخَرِ لِاشْتِرَاكِ جَمِيْعِ الاَلْفَاظِ مِنْ حَيْثُ هِيَ اَلْفَاظٌ فِيْ دَرَجَةِ الإِعْتِبَارِ فَلاَ بُدَّ مِنْ تَقْدِيْمِ هٰذَا عَلٰى ذَاكَ مِنْ دَاعٍ يُوْجِبُهُ فَمِنَ الدَّوَاعِي.

(١) اَلتَّشْوِيْقُ اِلَى الْمُتَاَخِّرِ اِذَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِرًا بِغَرَابَةٍ نَحْوُ ؎

وَالَّذِىْ حَارَتِ الْبَرِيَّةُ فِيْهِ
حَيْوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ

(٢) وَتَعْجِيْلُ الْمَسَرَّةِ اَوِ الْمَسَائَةِ نَحْوُ اَلْعَفْوُ عَنْكَ صَدَرَبِهِ الاَمْرُاَوِ الْقِصَاصُ حَكَمَ بِهِ الْقَاضِيْ.

(٣) وَكَوْنُ الْمُتَقَدِّمِ مَحَطَّ الإِنْكَارِ وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُ ا بَعْدُ طُوْلِ التَّجْرِبَةِ تَنْخَدِعُ بِهٰذِهِ الزَّخَارِفِ.

(٤) وَسُلُوْكُ سَبِيْلِ التَّرَقِّيْ اَىِ الإِتْيَانُ بِالْعَامِّ اَوَّلاً ثُمَّ الْخَاصِّ بَعْدَهُ لِاَنَّ الْعَامَّ اِذَا ذُكِرَ بَعْدَ الْخَاصِّ لاَيَكُوْنُ لَهُ فَائِدَةٌ نَحْوُ هٰذَا الْكَلاَمُ صَحِيْحٌ فَصِيْحٌ بَلِيْغٌ فَاِذَاقُلْتَ فَصِيْحٌ بَلِيْغٌ لاَتَحْتَاجُ اِلٰى ذِكْرِصَحِيْحٍ وَاِذَا قُلْتَ بَلِيْغٌ لاَ تَحْتَاجُ اِلٰى ذِكْرِ صَحِيْحٍ وَلاَ فَصِيْحٍ.

(٥) وَمُرَاعَاةُ التَّرْتِيْبِ الْوُجُوْدِىِّ نَحْوُ (لاَ تَاْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ)

تیسرا باب تقدیم اور تاخیر کے بیان میں

ترجمہ: یہ بدیہی امور میں سے ہے کہ کلام کے جمیع اجزاء کو ایک ہی دفعہ میں منہ سے نکالنا ایک غیر ممکن امر ہے اس لیے ضروری ہے کہ بعض اجزاء بعض پر مقدم ہوں نیز ان کے اجزاء میں سے کوئی جزء ایسا نہیں ہے جو کہ فی نفسہ دوسرے جزو پر مقدم ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہو کیونکہ تمام الفاظ بحیثیت الفاظ ہونے کے برابر ہیں اور درجہ اعتبار میں ہیں، بناءً علیہ ایک جزو کا دوسرے جزو پر مقدم ہونا ضروری ہے کسی ایسے سبب سے جو تقدیم کو ضروری قرار دیتا ہو۔ چنانچہ اسباب تقدیم یہ ہیں۔

(۱) تشویق یعنی امر مؤخر کا شوق دلانا جبکہ امر مقدم کسی نادر اور حیرت انگیز چیز کی خبر دیتا ہو (تاکہ خبر مخاطب کے ذہن میں ٹھیک سے بیٹھ جائے) جیسے ابو العلا معری کے قول میں، والذی حارت الخ وہ چیز جس کے بارے میں مخلوق متحیر اور پریشان ہے وہ جانور ہے جو فنا کے بعد جماد یعنی بے جان چیز مٹی سے از سر نو پیدا ہو جانے والا ہے۔ یہاں پہلا مصرعہ مقدم ہے اور یہی محل استشہاد ہے۔ اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے۔

بأَنَّ أَمْرَ الإِلٰهِ وَاخْتَلَفَ النَّاسُ
فَدَاعٍ اِلٰی ضَلَالٍ وَهَادٍ

ترجمہ: خداوند کریم کا معاملہ تو بالکل ظاہر باہر ہے البتہ یہ بنی نوع انسان ہیں جو باہم مختلف ہیں ان میں سے کچھ لوگ تو ضلالت و گمراہی کی طرف پکارنے والے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو صحیح اور نیک کام کا راستہ بتلانے والے ہیں۔

فائدہ: والذي حارت البرية الخ شعر مذکور میں حیوان ایک معمہ ہے جس کی تفسیر بعضوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے کی ہے اور بعضوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی مراد لی ہے اور کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا بتلاتے ہیں اور کتنے اشخاص ہیں جنہوں نے اس کی تعبیر ققنس یا ققنس

نامی ایک بڑے پرندے سے کی ہے اور ایک جماعت ہے جو اس سے وہ جسم مراد لیتی ہے جو فنا کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہی آخری قول سب سے اچھا اور مناسب ہے۔

اسی طرح تقدیم مسند الیہ للتشویق کی مثال میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے ۔

ثَلٰثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا
شَمْسُ الضُّحٰى وَاَبُوْ اِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

تین چیزیں ہیں جن کی روشنی سے سارا جہاں روشن ہے۔ چاشت کے وقت کا آفتاب، ابو اسحاق (خلیفہ معتصم) اور رات کی تاریکی کو روشنی سے بدلنے والا چاند۔

(۲) خوش کن یا رنج دہ امر کو جلدی سے پیش کرنا مثلاً تیری معافی کا حکم صادر ہوا اور قصاص کا حکم قاضی نے دیا۔

(۳) اور شی مقدم کا انکار اور تعجب کے موقع پر ہونا۔ مثلاً کیا اتنے زیادہ تجربوں کے بعد بھی تم ان بناوٹی باتوں سے دھوکا کھاؤ گے؟

(۴) ترقی کا راستہ چلنا یعنی پہلے عام کو لانا پھر خاص کو ذکر کرنا۔ اس لیے کہ عام جب خاص کے بعد ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا مثلاً تم جب کہتے ہو "هٰذَا الْكَلَامُ صَحِيْحٌ فَصِيْحٌ بَلِيْغٌ" تو اس جملہ میں تمہارے فصیح بلیغ کہنے سے صحیح کے ذکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں پڑتی (اس لیے کہ کلام اس وقت تک فصیح ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو) اسی طرح جب تم بلیغ کہتے ہو تو صحیح اور فصیح کہنے کی قطعاً ضرورت نہیں (اس لیے کہ کلام بلیغ اس وقت ہوگا جب وہ صحیح و فصیح ہو)۔

(۵) ترتیب وجودی کا لحاظ۔ مثلاً خداوند قدوس کو نہ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند یہاں اونگھ کو نیند پر مقدم کیا گیا اس لیے کہ وجود کے اعتبار سے اونگھ نیند پر مقدم ہے۔

حلّ کلمات: والذی حارتِ البریۃ. حَارَتْ، صیغہ واحد مؤنث غائب، ماضی، حَیرۃً و حَیراناً پریشان ہونا۔ (س) بَرِیَّۃٌ مخلوق جمع بَرَایَا۔ حیوان ہر ذی روح کو کہتے ہیں۔ جمع حیوانات۔ مُسْتَحْدَثٌ اسم مفعول اِسْتِحْدَاثٌ

ازباب استفعال۔ پیدا کرنا، نئی چیز ایجاد کرنا جَمَادٌ، کائنات کی تیسری قسم ہے، پہلی قسم حیوانات، دوسری قسم نباتات اور تیسری قسم جمادات۔

---

(٦) وَالنَّصُّ عَلٰی عُمُوْمِ السَّلْبِ اَوْسَلْبِ الْعُمُوْمِ فَالاَوَّلُ یَكُوْنُ بِتَقْدِیْمِ اَدَاةِ الْعُمُوْمِ عَلٰی اَدَاةِ النَّفْیِ.

نَحْوُ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ یَكُنْ اَیْ لَمْ یَقَعْ هٰذَا وَلاَ ذَاكَ وَالثَّانِیْ یَكُوْنُ بِتَقْدِیْمِ اَدَاةِ النَّفْیِ عَلٰی اَدَاةِ الْعُمُوْمِ نَحْوُ لَمْ یَكُنْ كُلُّ ذٰلِكَ اَیْ لَمْ یَقَعِ الْمَجْمُوْعُ فَیَحْتَمِلُ ثُبُوْتَ الْبَعْضِ وَیَحْتَمِلُ نَفْیَ كُلِّ فَرْدٍ.

(٧) وَتَقْوِیَةُ الْحُكْمِ اِذَا كَانَ الْخَبَرُ فِعْلاً نَحْوُ اَلْهِلاَلُ ظَهَرَ وَذٰلِكَ لِتَكْرَارِ الاِسْنَادِ.

(٨) وَالتَّخْصِیْصُ نَحْوُ مَا اَنَا قُلْتُ. وَاِیَّاكَ نَعْبُدُ.

(٩) وَالْمُحَافَظَةُ عَلٰی وَزْنٍ اَوْ سَجْعٍ فَالاَوَّلُ نَحْوُ ؎

اِذَا نَطَقَ السَّفِیْهُ فَلاَ تُجِبْهُ
فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِهٖ السُّكُوْتُ

وَالثَّانِیْ نَحْوُ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ وَلَمْ یُذْكَرْ لِكُلٍّ مِّنَ التَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ دَوَاعٍ خَاصَّةٌ لاَنَّهٗ اِذَا تَقَدَّمَ اَحَدُ رُكْنَیِ الْجُمْلَةِ تَاَخَّرَ الاٰخَرُ فَهُمَا مُتَلاَزِمَانِ.

ترجمہ: (٦) عموم سلب یا سلب عموم کی تصریح اول یعنی عموم سلب حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ یَكُنْ یعنی ان میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا نہ یہ نہ وہ۔ اور ثانی یعنی سلب عموم، یہ حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً لَمْ یَكُنْ كُلُّ ذٰلِكَ یعنی اس

کاسب (مجموع) واقع نہیں ہوا دیکھئے! اس دوسری صورت میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعض افراد ثابت ہوئے۔ اور اس امر کا بھی احتمال ہے کہ کل افراد واقع نہیں ہوئے۔

(۷) حکم کو مستحکم کرنا جبکہ خبر فعل ہو۔ مثلاً ہلال نمودار ہوا اور ایسا صرف تکرار اسناد کے سبب سے ہوگا۔ تکرار اسناد کی صورت دیکھئے! ایک دفعہ ظَهَرَ کا اسناد ضمیر هُوَ یعنی الهلال کی طرف ہوا اور دوسری دفعہ جملے کا اسناد الهلال کی طرف ہوا۔

(۸) اسباب تقدیم میں سے ایک سبب تخصیص بھی ہے مثلاً مَا اَنَا قُلْتُ میں نے تو نہیں کہا (ہوسکتا ہے کسی اور نے کہا ہو) اِيَّاكَ نَعْبُدُ. ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں (کسی دوسرے کی نہیں)

(۹) وزن شعر یا کلام مقفّٰی کا لحاظ۔ اول کی مثال شعر اذا نَطَقَ السفِيه الخ ترجمہ شعر۔ اے مخاطب! جب کوئی ناسمجھ بات کرتا ہو تو اس کا جواب مت دو اس لیے کہ خاموشی اس کا جواب دینے سے بہتر ہے۔ دیکھئے! اس شعر میں فَخَيْرٌ مسند یہ مقدم ہے اَلسُّكُوْتُ مسند الیہ پر۔ دوسرے کی مثال۔ آیت مذکورہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اس جہنمی کو پکڑو، اس کے گلے میں طوق ڈال دو پھر جہنم میں داخل کردو اور اسے ایسی زنجیر سے جکڑ دو جس کی لمبائی ستر گز کی ہو۔ اس آیت میں الجحيم اور فی سلسلة کی تقدیم فعل پر کلام مقفّٰی کے لحاظ سے ہے۔ اور تقدیم و تاخیر میں سے ہر ایک کے خصوصی اسباب فرداً فرداً بیان نہیں کئے گئے ہیں اس لیے کہ جب جملہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن مقدم ہوگا تو دوسرا رکن ضرور ہی مؤخر ہوگا، لہٰذا دونوں رکن باہم متلازم ہیں۔ ایک کے مقدم ہونے سے دوسرے کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والے کو ایک کے دواعی کا بیان دوسرے دواعی کے بیان سے مستغنی کردیتا ہے۔

حلّ کلمات: نَطَقَ : صیغہ واحد مذکر غائب، ماضی، نُطْقاً گفتگو کرنا، بات چیت کرنا (ض) سفیه صیغہ صفت بروزن کَرِيْمٌ سَفَاهَةً وسَفَاهاً جاہل ہونا، بے وقوف ہونا (ك) لاَ تُجِبْ صیغہ نہی اِجَابَةً از باب اِفعال جواب دینا۔ سُكُوْتٌ مصدر نصَرَ خاموش رہنا، چپ رہنا۔

الباب الرابع فی التعریف والتنکیر

اِذَا تَعَلَّقَ الْغَرَضُ بِتَفْهِيْمِ الْمُخَاطَبِ ارْتِبَاطَ الْكَلَامِ بِمُعَيَّنٍ فَالْمَقَامُ لِلتَّعْرِيْفِ وَاِذَا لَمْ يَتَعَلَّقِ الْغَرَضُ بِذٰلِكَ فَالْمَقَامُ لِلتَّنْكِيْرِ وَلِتَفْصِيْلِ هٰذَا الْاِجْمَالِ نَقُوْلُ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ الْمَعَارِفَ الضَّمِيْرُ وَالْعَلَمُ وَاِسْمُ الْاِشَارَةِ وَالْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ وَالْمُحَلّٰى بِاَلْ وَالْمُضَافُ لِوَاحِدٍ مِمَّا ذُكِرَ وَالْمُنَادٰى.

ترجمہ: چوتھا باب اسم معرفہ اور اسم نکرہ لانے کے بیان میں۔

جب بھی کلام کا مقصود مخاطب کو یہ سمجھانا ہو کہ کلام کسی معین چیز سے متعلق ہے تو وہ معرفہ لانے کا محل ہوگا اور جب اس سے یہ مقصود نہ ہو تو نکرہ لانے کا محل ہوگا اس اجمال کی تفصیل ہم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ امر پہلے سے معلوم ہے کہ اسماء معرفہ سات ہیں۔ ضمیر، علم، اسم اشارہ، اسم موصول، معرفہ باللام، ان پانچوں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف، اور منادی۔

توضیح: تعریف کو تنکیر پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعریف کلام کے سب سے زیادہ اہم جزو مسند الیہ کی اصل ہے اور مسند الیہ چونکہ کلام میں مقدم ہوتا ہے اس لیے تعریف بھی غیر تعریف پر مقدم ہوگی اسی قیاس کی بنا پر اقسام معرفہ میں چونکہ سب سے زیادہ اعرف واشرف ضمیر ہے اس لیے اس کو بقیہ قسموں پر مقدم کیا گیا۔

(اَمَّا الضَّمِيْرُ) فَيُؤْتٰى بِهٖ لِكَوْنِ الْمَقَامِ لِلتَّكَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَيْبَةِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ اَنَا زَجَرْتُكَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ وَاَنْتَ وَعَدْتَنِيْ بِاِنْجَازِهٖ. وَالْاَصْلُ فِي الْخِطَابِ اَنْ

يَكُوْنَ لِمُشَاهَدٍ مُعَيَّنٍ وَقَدْ يُخَاطَبُ غَيْرُ الْمُشَاهَدِ إِذَا كَانَ مُسْتَحْضَرًا فِي الْقَلْبِ نَحْوُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَغَيْرُ الْمُعَيَّنِ إِذَا قُصِدَ تَعْمِيْمُ الْخِطَابِ لِكُلِّ مَنْ يُمْكِنُ خِطَابُهُ نَحْوُ اللَّئِيْمُ مَنْ إِذَا أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ أَسَاءَ إِلَيْكَ.

ترجمہ: ضمیر اس جگہ لائی جاتی ہے جہاں اختصار کے ساتھ تکلم یا خطاب یا غیبت کا موقع ہو مثلاً تکلم کی مثال اَنَا رَجَوْتُكَ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ (میں نے تجھ سے اس معاملہ میں امید رکھی ہے) اور خطاب کی مثال اَنْتَ وَعَدْتَنِيْ بِإِنْجَازِهٖ تو نے مجھ سے اس کو پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خطاب کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ کسی مشاہد اور معین شخص کے لیے ہو ہاں کبھی غیر مشاہد شخص سے بھی خطاب کیا جاتا ہے جبکہ وہ دل میں حاضر سمجھ لیا جاتا ہے مثلاً اِيَّاكَ نَعْبُدُ. ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح کبھی غیر معین سے بھی خطاب کیا جاتا ہے جبکہ یہ مقصود ہو کہ خطاب ہر اس شخص کے لیے عام ہے جس سے خطاب کرنا ممکن ہو مثلاً اَللَّئِيْمُ مَنْ اِذَا اَحْسَنْتَ اِلَيْهِ اَسَاءَ اِلَيْكَ رذیل وہ شخص ہے کہ جب تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے گا۔

توضیح: ضمیر کے سلسلے "مع الاختصار" کی قید سے ایسے تمام جملوں کو خارج کرنا مقصود ہے جن سے اختصار مطلوب نہیں ہوتا ہے۔ جیسے خلیفہ کہے اَنَا اٰمُرُ بِكَذَا کے بجائے اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَاْمُرُ بِكَذَا کہے، دیکھیے پہلے جملہ میں اختصار ہے دوسرے جملہ میں اختصار نہیں ہے اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ضمیر لانے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کلام میں اختصار ہو۔

ضمیر کی دو مثالیں متن میں لائی گئی ہیں۔ ایک مثال اَنَا رَجَوْتُكَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ ہے جو ضمیر متکلم کی مثال میں پیش کی گئی ہے اس مثال میں ضمیر اَنَا اور تُ ضمیر کا یکجا جمع ہونا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر خواہ متصل ہو یا منفصل بہر حال دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح آئندہ مثال میں ضمیر اَنْتَ اور تَ ضمیر کا اجتماع بھی اس امر کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر متصل اور منفصل دونوں یکساں ہیں۔ کتاب

میں ضمیر غیبت کی الگ مثال نہیں لائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی مثال دوسری مثال اَنتَ وَعدتَنِی بانجازہ میں موجود ہے اور پہلی مثال اَنَارَجوتُكَ الخ میں اگرچہ ضمیر متکلم کے ساتھ ضمناً ضمیر خطاب بھی موجود تھی لیکن چونکہ خطاب کی تفصیل اور اس کی مزید بحث مطلوب تھی اس لیے اس کے لیے مستقل مثال لائی گئی۔

(اَمَّا العَلَمُ) فَیُؤتیٰ بِهٖ لِاِحْضَارِ مَعْنَاہُ فِیْ ذِھْنِ السَّامِعِ بِاسْمِهٖ الْخَاصِّ نَحْو وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیتِ وَاِسْمٰعِیْلُ- وَقَدْ یُقْصَدُ بِهٖ مَعَ ذٰلِكَ اَغْرَاضٌ اُخْرٰی. کَالتَّعْظِیْمِ فِیْ نَحْورَکِبَ سَیْفُ الدَّوْلَةِ وَالْاِھَانَةِ فِیْ نَحْو ذَھَبَ صَخْرٌ .وَالْکِنَایَةِ عَنْ مَعْنًی یَصْلَحُ اللَّفْظُ لَهٗ فِیْ نَحْوِ (تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ)

ترجمہ: علم اس کو اس لیے لایا جاتا ہے تاکہ اس کے معنی کو سننے والے کے ذہن میں مخصوص نام کے ساتھ حاضر کیا جا سکے۔ مثلاً وَاِذْیَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیلُ اور اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (یہاں ابراہیم اور اسماعیل علم ہیں)

اور کبھی علم سے غرض مذکور کے ساتھ ساتھ دیگر اغراض کا بھی قصد کیا جاتا ہے مثلاً کبھی تعظیم کی غرض سے علم کے ذریعہ معرفہ لایا جاتا ہے جیسے رَکِبَ سَیْفُ الدَّوْلَةِ سیف الدولہ سوار ہوئے اور کبھی اہانت کی غرض سے جیسے ذَھَبَ صَخْرٌ صخر چلا گیا۔ صخر کا خاتمہ ہو گیا۔ اور کبھی ایسے معنی سے کنایہ کرنے کے لیے جس کے لیے لفظ علم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلاً تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے (دیکھیے! لہب کے معنی شعلہ کے ہیں چونکہ حقیقی شعلہ جہنم کا شعلہ ہے اس لیے ابولہب یعنی شعلہ والا کہہ کر اس کے مسمّی کو جہنمی سے کنایہ کیا)

توضیح: اور کبھی معرفہ علم کی شکل میں لاتے ہیں تاکہ اس کے نام سے لذت

حاصل ہو مثلاً اس شعر میں ؎

بِاللہِ یَا ظَبْیَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا
اَلَیْلَایَ مِنْکُنَّ اَمْ لَیْلٰی مِنَ الْبَشَرِ

ترجمہ شعر: خدا کی قسم چٹیل میدان کی ہرنیو! ہمیں ذرا بتلاؤ کہ میری محبوبہ لیلیٰ تمہاری جنس سے ہے یا لیلیٰ انسان کی جنس سے ہے۔ اور اردو میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

نہ ملا پر تیرے ناقہ کا پتہ او لیلیٰ
چھان ڈالے تیرے مجنوں نے بیاباں کتنے

دیکھیے لیلیٰ کا نام یہاں عاشق کے نزدیک لذیذ اور مزیدار ہے۔ کبھی تبرک کے طور پر علم کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں جیسے اَللہُ الْمُنْعِمُ الْکَرِیْمُ اور مُحَمَّدٌ الرَّؤُفُ الرَّحِیْمُ.

(وَاَمَّا اسْمُ الاشَارَۃِ) فَیُوتٰی بِہٖ اِذَا تُعَیِّنُ طَرِیْقاً لِاِحْضَارِ مَعْنَاہُ. کَقَوْلِکَ بِعْنِیْ ھٰذَا مُشِیْرًا اِلٰی شَیْ لاَ تَعْرِفُ لَہٗ اِسْمًا وَلاَ وَصْفًا. اَمَّا اِذَا لَمْ یَتَعَیَّنْ طَرِیْقٌ لِذٰلِکَ فَیَکُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰی.

(۱) کَاِظْہَارِ الاسْتِغْرَابِ نحوُ.

کَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْیَتْ مَذَاھِبُہٗ
وَجَاھِلٍ جَاھِلٍ تَلْقَاہُ مَرْزُوْقًا
ھٰذَا الَّذِیْ تَرَکَ الاَوْھَامَ حَائِرَۃً
وَصَیَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِیْرَ زِنْدِیْقًا

(۲) وکَمَالِ الْعِنَایَۃِ بِہٖ نحو ؎

ھٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَہٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُہٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(۳)وَبَیَانُ حَالَةٍ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ. نحوُ هٰذَا يُوْسُفُ. وَذَاكَ اَخُوْهُ وَذٰلِكَ غُلَامُهُ.

(٤)وَالتَّعْظِيم .نحوإنَّ هَذا القُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ. وذٰلِكَ الكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ.

(٥)وَالتَّحْقِيرِ. نحوُ اَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ. فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ.

ترجمہ:اسم اشارہ۔اوراسم اشارہ کے ساتھ معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ وہ کسی معین چیز کو مخاطب کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے طریق واحد کے طور پر متعین ہو جائے یعنی احضارمعنی کے لیے اسم اشارہ کے علاوہ دوسری کوئی سبیل نہ ہو۔ جیسا کہ تم کہتے ہو یغنیؔ هٰذَا اسے میرے پاس بیچ دو اشارہ کرتے ہوئے ایسی چیز کی طرف کہ نہ تو تم اس کا نام جانتے ہو اور نہ اس کے وصف سے واقف ہو۔اور جب اشارہ کرنا احضار معنی کے لیے معین نہ ہو تو اسم اشارہ دوسرے مقاصد اور اغراض کے لیے مستعمل ہو تا ہے۔

مثلاً(۱) کسی نادر یا حیرت انگیز واقعہ یا حکم کو ظاہر کرنے کیلئے۔جیسا کہ اس شعر میں۔ کم عاقلٍ عاقلٍ الخ ترجمہ شعر: کتنے بڑے بڑے دانشمند ہیں جن کے وسائل اور طرق معاش ٹھپ ہو کر رہ گئے اور کتنے نادان ہیں جن سے تم اس حال میں ملتے ہو کہ وہ خوش حال اور دولت مند ہیں یہ ایسا واقعہ ہے جس نے انسان کے نظریات اور خیالات کو منتشر اور تتر بتر کر دیا اور زبردست سے زبردست مذہبی عالم کو بھی لامذہب اور بے دین بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

(۲)اور کمال عنایت اور غایت توجہ کے لیے۔ جیسا کہ فرزدق کے اس شعر میں اسم اشارہ استعمال کیا گیا۔ هذ الذی الخ۔

ترجمہ شعر: یہ (یعنی امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما) وہ شخص ہے جس کی رفتار و روش کو عرب کی پتھریلی زمین اچھی طرح پہچانتی ہے اور جس سے خانہ خدا اور حل و حرم کے سارے علاقے واقف ہیں۔

(۳) شیٔ معین یعنی مشار الیہ کی نزدیکی اور دوری کی حالت بیان کرنا۔ مثلاً ھٰذا یوسف اشارہ قریب کے لیے۔ ذاکَ اخوہٗ اشارہ متوسط کے لیے۔ ذٰلِکَ غُلَامُہٗ اشارہ بعید کے لیے۔

(۴) شیٔ معین یعنی مشار الیہ کی تعظیم کے لیے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے "اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ بے شک یہ قرآن دکھلاتا ہے وہ راستہ جو سیدھا اور درست ہے۔ دوسری مثال ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ وہ بلند مرتبہ والا قرآن جس کا چرچا ہر خاص وعام کی زبان پر ہے اس کے مُنَزَّل مِنَ اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۵) شیٔ معین یعنی مشار الیہ کی تحقیر کے لیے جیسا کہ قرآن پاک میں کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنا اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ کیا یہ وہی صاحب ہیں جو تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں؟ دوسری جگہ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔

حلّ کلمات: کَمْ عَاقِلٍ الخ عَاقِلٍ۔ صیغہ صفت عقلاً و معقولاً عقلمند ہونا (ض) اَعْیَتْ، صیغہ واحد مؤنث، ماضی، اِعْیَاءٌ عاجز بنا دینا از اِفْعَال. مَذَاھِبُ جمع مَذْھَب، طریقے، راستے، یہاں حصول معاش کے طریقے مراد ہیں۔ جَاھِل صیغہ صفت جَھْلاً وجَھَالَۃً جاہل ہونا، نادان ہونا (س) تَلْقٰی، صیغہ واحد مذکر حاضر، مضارع، لِقَاءٌ پانا، ملاقات کرنا (س) مَرْزُوْقًا صیغہ اسم مفعول، رِزْقًا، روزی پہنچانا، (ن) اَوْھَام جمع وَھْمٌ دل میں جو خطرے گذریں، خیال۔ حَائِرَۃ صیغہ صفت، حَیْرَۃً وحَیرانًا، حیران ہونا (س) صَیَّرَ از تفعیل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف کر دینا، نِحْرِیْر، عقلمند، حاذق سمجھ دار (ج) نَحَارِیْر. زِنْدِیْقٌ صیغہ صفت، بے دین (ج) زَنَادِیْق.

توضیح: فرزدق کے اس شعر کا واقعہ یوں ذکر کیا گیا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک ایک سال حج کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے، ملک شام کے سادات اور رؤسا بھی ان کے ہمراہ تھے جب وہ خانۂ کعبہ کے حجر اسود کو چومنے کے لیے آگے بڑھے تو لوگوں کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے اسی اثنا

میں حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما آگئے اور طواف کرنے لگے پھر حجر اسود کی طرف بڑھے تو سب لوگ آپ کے راستہ سے ہٹ گئے شام کے رؤسا نے حضرت امام کی جلالتِ شان کو دیکھ کر خلیفہ ہشام سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو خلیفہ ہشام نے جواب دیا کہ میں انہیں نہیں پہچانتا۔ فرزدق قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کہا کہ میں انہیں خوب پہچانتا ہوں اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

(۱) هَذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(۲) هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

(۳) وَلَیْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهٖ
اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

(٤) اِذَا رَاَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
اِلٰی مَكَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِیْ الْكَرَمُ

(۵) مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِیْنٌ وَبُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجاً وَمُعْتَصَمُ

(٦) هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهٗ
بِجَدِّهٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوا

ترجمۂ اشعار

(۱) یہ وہ شخص ہے جس کو ارض بطحاء نرم زمین، بیت اللہ، حل و حرم سب پہچانتے ہیں۔
(۲) یہ اللہ کے بندوں میں سے بہتر شخص کا صاحبزادہ ہے۔ یہ صاف ستھرا، پرہیزگار، پاکیزہ اور سردار ہے۔
(۳) تیرا یہ کہنا "یہ کون ہے؟" ان کے لیے مضر نہیں کیوں کہ جس کا تو انکار

کر رہا ہے اس کو عربی اور عجمی سب جانتے ہیں۔
(۴) جب ان کو اہل قریش دیکھتے ہیں تو ان میں سے کہنے والا (بے ساختہ) کہہ اٹھتا ہے کہ اس کے افعال کریمانہ تک لوگوں کی بزرگی کی انتہا ہے۔
(۵) یہ ایسی جماعت سے (تعلق رکھتے ہیں) جن سے محبت رکھنا عین دین ہے اور دشمنی رکھنا کفر ہے اور ان کی قربت باعث نجات اور حفاظت ہے۔
(۶) یہ حضرت فاطمہ کا صاحبزادہ ہے، اگر تو ان سے ناواقف ہے۔ ان کے جد امجد پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔
یہ اشعار سن کر ہشام کو غصہ آ گیا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام "عسفان" میں فرزدق کو قید کر دیا، جب حضرت علی بن حسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم زائد پیش کرتے، فرزدق نے کہا فرزند رسول! میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے غصہ کی وجہ سے کہا ہے کچھ لینے کی غرض سے نہیں کہا، آپ نے فرمایا: آپ کا بہت بہت شکریہ، بات یہ ہے کہ ہم اہل بیت جب کوئی کام کر گذرتے ہیں تو اس میں لوٹتے نہیں، فرزدق نے آپ کے ہدیہ کو قبول کر لیا اور قید خانہ میں بھی ہشام کی ہجو کرتا رہا پھر ہشام نے اس کو رہا کر دیا۔
اور کبھی اسم اشارہ سے معرفہ اس غرض سے لاتے ہیں کہ سامع غبی اور کند ذہن ہوتا ہے جیسے فرزدق کے اس شعر میں ؎

أُولٰئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَاجَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

ترجمہ شعر: یہ لوگ میرے باپ دادا ہیں۔ تم بھی اے جریر! ان کے جیسے اپنے باپ دادا پیش کرو جب کہ اجتماعات ہم دونوں فریق کو اکٹھا کریں۔

(وَاَمَّا الْمَوْصُوْلُ) فَیُؤْتٰی بِهٖ اِذَا تَعَیَّنَ طَرِیْقٌ لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ الَّذِیْ كَانَ مَعَنَا اَمْسِ مُسَافِرٌ اِذَا لَمْ تَكُنْ

تَعرِفُ اِسْمَهُ اَمَّا اِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ طَرِيْقٌ لِذٰلِكَ فَيَكُوْنُ لاَغْرَاضٍ اُخْرٰى.

(١) كَالتَّعْلِيْلِ نحوُ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً.

(٢) وَاِخْفَاءِ الاَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نَحوُ ؎

وَاَخَذْتُ مَا جَادَ الاَمِيْرُ بِهٖ
وَقَضَيْتُ حَاجَاتِيْ كَمَا اَهْوٰى

(٣) وَالتَّنْبِيْهِ عَلَى الْخَطَاءِ نَحوُ ؎

اِنَّ الَّذِيْنَ تُرَوْنَهُمْ اِخْوَانَكُمْ
يَشْفِيْ غَلِيْلَ صُدُوْرِهِمْ اَنْ تُصْرَعُوْا

(٤) وَتَفْخِيْمِ شَانِ المحكومِ به نحوُ ؎

اِنَّ الَّذِیْ سَمَكَ السَّمَاءَ بَنٰى لَنَا
بَيْتًا دَعَائِمُهٗ اَعَزُّ وَاَطْوَلُ

(٥) وَالتَّهْوِيْلِ تَعْظِيْمًا وَتَحْقِيْرًا.. نَحْوُ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَاغَشِيَهُمْ ونحوُ مَنْ لَمْ يَدْرِ حَقِيْقَةَ الْحَالِ قَالَ مَاقَالَ.

(٦) والتَّهَكُّمِ نحوُ يٰاَيُّهَاالَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ.

ترجمہ: اسم موصول۔ معرفہ اسم موصول کے ساتھ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ شی معین کو سامع کے ذہن میں متحضر کرنے کے لیے اسم موصول ہونا متعین ہو جائے مثلاً تم کہتے ہو کہ "اَلَّذِیْ كَانَ مَعَنَا اَمْسِ مُسَافِرٌ (یعنی جو شخص کل ہمارے ساتھ تھا وہ ایک مسافر ہے)۔

دیکھئے! آپ نے یہ جملہ اس وقت استعمال کیا جب کہ آپ اس مسافر کے نام سے واقف نہ تھے۔ اور جب اسم موصول احضار معنی کے لیے متعین

نہ ہو تو وہ دوسری بہت سی غرضوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً۔
(۱) اظہار علت کے لیے جیسے قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً (بلاشبہ جو لوگ مؤمن ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں ان کے لیے مہمانی کے طور پر فردوس کے باغ ہیں (جنت کا اعلیٰ درجہ ہے) دیکھئے! یہاں ایمان اور عمل صالح کو حصول جنت کے لیے علت قرار دیا گیا۔
(۲) واقعہ کو غیر مخاطب سے چھپانے کے لیے جیسے ۔ وَاَخَذْتُ مَا جَادَ الخ
ترجمہ شعر: امیر نے جو کچھ دیا میں نے اسے لے لیا اور میں نے اپنی ضرورتوں کو اسی طرح پورا کر لیا جس طرح کہ میں چاہتا تھا (دیکھئے! یہاں دی ہوئی چیز کا نام نہیں لیا گیا)
(۳) سامع کو غلطی پر تنبیہ کرنا۔ مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ تُرَوْنَهُمْ اِخْوَانَهُمْ الخ ترجمہ شعر: بے شک تم جن لوگوں کو سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں (حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں) ان کے سینوں کی دشمنیوں کو یہی چیز دور کر سکتی ہے کہ تم سب کے سب ہلاک کر دیئے جاؤ۔ کیا خوب کہا شاعر نے ع

جس کو تم دوست سمجھتے تھے وہ دشمن نکلا

(۴) خبر کی شان بڑھانا جیسے اس شعر میں ۔ اِنَّ الَّذِیْ سَمَكَ السَّمَاءَ الخ.
ترجمہ شعر کا۔ بلاشبہ جس ذات گرامی نے آسمان کو اس قدر اونچا کیا ہے اسی نے ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا ہے جس کے ستون بہت بڑے بڑے اور بہت لمبے لمبے ہیں۔
(۵) کسی واقعہ کو بڑا اور خطرناک بنا کر پیش کرنا خواہ بطور تعظیم ہو یا بطور تحقیر۔ تعظیم کی مثال جیسے فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر پر سمندر کی وہ چیز بالکل چھا گئی جو کہ ان پر چھا چکی تھی اور تحقیر کی مثال جیسے مَنْ لَمْ يَدْرِ حَقِيْقَةَ الْحَالِ قَالَ مَا قَالَ. جو شخص حقیقتِ حال نہیں جانتا وہ وہی بولتا ہے جو بولتا ہے۔ (تو وہ جو چاہتا ہے کہتا ہے)
(۶) تہکم یعنی استہزاء کے لیے جیسے يَا اَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ

لَمَجنُونٌ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تو پاگل ہے۔
توضیح: اِنَّ الَّذِینَ تُرَونَهُم میں ترون کو تا کے ضمہ کے ساتھ مجہول پڑھنا روایتاً ودرایتاً زیادہ صحیح اور مناسب ہے اگرچہ رویت کو عقیدت کے معنی میں لے کر تا کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا بھی درست ہے لیکن فضلاء نے تا کے فتحہ کے ساتھ معروف پڑھنے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا ہے کیونکہ اس صورت میں رویت کے معنی یقین کے ہیں اور یقین میں خطا کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔
حل کلمات: اَخَذتُ واحد متکلم ماضی، اخذاً، لینا پکڑنا (ن) جادَ، صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف، اصل میں جَوَدَ تھا قالَ کی طرح تعلیل ہوگئی جَادَ ہو گیا یجودُ جوداً، جاد بالمال مال خرچ کرنا۔ ہدیہ دینا (ن) قَضَیتُ صیغہ واحد متکلم، ماضی، قضاءً، قضیٰ حَاجَتَهٗ اس نے حاجت پوری کی (ض) حَاجَاتِی یہ حاجة کی جمع ہے ضرورت کے معنی میں۔ اَهْوِیٰ صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف اصل میں اَهْوِیُ تھا یاء متحرک، ما قبل اس کا مفتوح لہٰذا یاء کو الف سے بدل دیا۔ هَوِیَ، یَهْوِیٰ هویً (س) خواہش کرنا، رغبت کرنا، محبت کرنا۔ تُرَوْنَ. صیغہ جمع مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع مجہول اصل میں تُرْأَیُوْنَ تھا ہمزہ کی حرکت کو وجوباً نقل کر کے ما قبل میں دے کر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا، تُرَیُوْنَ ہوا پھر یاء کے متحرک اور اس کے ما قبل میں فتحہ ہونے کے سبب سے اس کو الف سے بدل دیا، اب اجتماع ساکنین واقع ہوا الف اور واؤ کے درمیان، الف گر گیا تُرَوْنَ ہو گیا رَأیٰ یَریٰ رویةً دیکھنا عموماً مجہول پڑھنے کی صورت میں ظن کے معنی میں لیتے ہیں جیسے تُرَوْنَ اَیْ تَظُنُّوْنَ (ف) یَشْفِیْ صیغہ واحد مذکر غائب، مضارع، شِفَاءً (ض) شفا دینا، تُصْرَعوا صیغہ جمع مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع مجہول، صَرْعًا وصِرْعًا (ف) پچھاڑ دینا، زمین پر گرا دینا، اِنَّ الذی سَمَكَ الخ سَمَكَ. صیغہ واحد مذکر غائب، ماضی، سَمْکًا بلند کرنا، کہا جاتا ہے سَمَكَ اللّٰهُ السَّمَاءَ، اللہ نے آسمان کو بلند کیا۔ بَنیٰ بناءً (ض) بنانا۔ دَعَائِمُ جمع دِعَامَة، ستون، کھمبا، اَعَزُّ صیغہ اسم تفضیل اصل میں اَعْزَزُ تھا اولاً "ز" کی حرکت نقل کر کے ما قبل میں

دی پھر "ز" کا "ز" میں ادغام کردیا اَعَزُّ ہو گیا باب ضَرَبَ سے عِزًّا وعِزَّةً قوی ہونا، عزیز ہونا اَطْوَلُ یہ بھی اسم تفضیل ہے باب نَصَرَ سے طُوْلاً وَطِوَالاً لمبا ہونا، یہاں لمبائی سے رفعت شان مراد ہے۔

(وَاَمَّا الْمُحَلّٰی بِاَلْ) فَیُؤْتٰی بِهٖ اِذَا کَانَ الغرضُ الحکَایَةَ عَنِ الجنسِ نَفْسِهٖ نَحْوُ الإنْسَانُ حَیوَانٌ نَاطِقٌ. وَتُسَمّٰی اَلْجِنسِیَّةَ اَوالحِکَایَةَ عَنْ مَعْهُوْدٍ مِنَ اَفْرَادِ الجِنسِ وَعَهْدُهٗ اِمَّا بِتَقَدُّمِ ذِکْرِهٖ نحوُ (کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ) وَاِمَّا بِحَضُوْرِهٖ بِذَاتِهٖ نَحْو(اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) وَاِمَّا بِمَعْرِفَةِ السَّامِعِ لَهٗ. نحوُ (اِذْیُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَتُسَمّٰی اَلْ عَهْدِیَّةً اَوالحکَایَةَ عَنْ جَمِیْعِ اَفْرَادِ الجِنسِ نحوُ اِنَّ الإنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. وَتُسَمّٰی اَلْ اِسْتِغْرَاقِیَّةً. وَقَدْ یُرَادُ بِاَلْ الاشَارَةُ اِلَی الجِنسِ فِیْ فَرْدٍ مَّا نَحْوُ.

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ
فَمَضَیْتُ ثَمَّةَ قُلْتُ لَا یَعْنِیْنِیْ

وَاِذَا وَقَعَ المُحَلّٰی بِاَلْ خَبَرًا اَفَادَ القَصْرَ نحوُ (وَهُوَ الغَفُوْرُ الوَدُوْدُ)

ترجمہ: معرف باللام۔اور الف ولام سے معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ کلام کا مقصود صرف جنس کی حکایت ہو مثلاً اِنَّ الإنْسَانَ حَیْوَانٌ نَاطِقٌ یعنی جنس انسان حیوان ناطق ہے اور اس قسم کے الف ولام کو جنسی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔یا جب جنس کے افراد میں سے کسی فرد معہود معین کی حکایت مقصود ہو اور یہ عہدیت اور تعیین فرد کئی قسموں پر ہے یا اس وجہ سے ہے کہ فرد متقدم الذکر ہو۔مثلاً آیت مذکورہ کے لفظ الرسول میں اس قسم کے الف لام

کو عہد ذکری کاالف لام کہتے ہیں، یہاں الرسول سے مراد وہی رسول ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکاہے ترجمہ آیت جیساکہ ہم نے بھیجا فرعون کی طرف ایک پیغمبر تو فرعون نے نافرمانی کی پیغمبر کی یعنی اسی پیغمبر کی جس کو ہم نے بھیجا تھا۔

یااس وجہ سے کہ فرد خود موجود ہو مثلاً آیت مذکورہ کے لفظ الیوم میں اس قسم کے الف لام کو عہد حضوری کاالف لام کہتے ہیں یہاں الیوم (آج) یعنی یوم موجود معہود فی الخارج مراد ہے ترجمہ آیت۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل اور تمام کر دیا۔

یااس وجہ سے کہ اس فرد کو سامع پہلے ہی سے جانتا ہے جیسے آیت مذکورہ کے لفظ الشجرۃ میں۔ یہاں شجرہ سے مراد وہی شجرہ ہے جس کو صحابہ کرام جانتے تھے۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ببول کادرخت تھا جس کی جڑ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور اس کی شاخ آپ کی پشت مبارک پر لٹک رہی تھی ترجمہ آیت جبکہ مسلمان بیعت کر رہے تھے آپ سے اس درخت کے نیچے اور اس قسم کے الف لام کو عہد ذہنی کاالف لام کہتے ہیں۔

یامعرف باللام لانے کا مقصد جنس کے تمام افراد کی حکایت ہو جیسے آیت مذکورہ کے لفظ اَلۡاِنۡسَانُ میں۔ یہاں الانسان سے مراد جمیع افراد انسان مراد ہیں۔ اس قسم کے الف لام کو الف لام استغراقی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور کبھی الف لام سے کسی فرد میں جنس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً شعر مذکور کے لفظ اَللَّئِیۡمُ میں یہاں اللَّئِیۡمُ سے مراد جنس لئیم فی ضمن فرد اَفَادَ ماہے اسی لیے نکرہ کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ معاملہ بھی نکرہ ہی کا کیا گیا ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس کو جملہ سے بھی متصف کیا گیا ہے۔

ترجمہ شعر: اور بخدا میں کبھی کبھی ایسے رذیل کے پاس سے بھی گذرتا ہوں جو مجھے گالیاں دیتارہتا ہے چنانچہ میں اس سے گالیاں سنتا ہوا خاموش گذر جاتا ہوں اور میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ وہ مجھے گالیاں دینے کا ارادہ نہیں رکھتا (کہ میں ان گالیوں کا جواب دوں)

اور معرف باللام جب کبھی جملے میں خبر واقع ہوگا تو قصر کا فائدہ دے گا

مثلاً کلام باری میں وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ وہی یعنی اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور محبت کرنے والا۔ یہاں مبتدا هُوَ ہے۔

توضیح: مدخول علیہ اللام یعنی جس لفظ پر الف لام داخل ہوں اس کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی، (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) اور عہد ذہنی اگر لام کے مدخول علیہ سے صرف نفس ماہیت مراد ہو تو اس کو جنسی کہیں گے جیسے اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ. اور مدخول علیہ سے تمام افراد مراد ہوں تو اسے استغراقی کہیں گے۔ جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. اور مدخول علیہ سے بعض افرادِ مُعَیَّن مراد ہوں تو اس کو عہد خارجی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جیسے كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ اور اگر مدخول علیہ سے بعض فرد غیر معین مراد ہوں تو اس کو عہد ذہنی کے نام سے پکارتے ہیں جیسے اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ.

حلّ کلمات: وَلَقَدْ اَمُرُّ علی الخ اَمُرُّ صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف۔ اصل میں اَمْرُرُ تھا پہلی "ر" کی حرکت "م" کو دے کر "ر" کا "ر" میں ادغام کر دیا۔ باب نَصَرَ مُرُوْزاً گذرنا، يَسُبُّ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات مضارع معروف اصل میں يَسْبُبُ تھا اَمُرُّ کی تعلیل کی طرح اس میں بھی تعلیل ہوگی۔ باب نَصَرَ سَبًّا وَسَبَّةً سخت گالی دینا، ثَمَّةَ اِسْمٌ يُشَارُ بِهٖ الى المكانِ البعيدِ بمعنی هناك، یہ وہاں کے معنی میں ہے ایک اسم ہے جس سے بُعد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ لَا يَعْنِيْ صیغہ واحد مذکر بحث نفی فعل مضارع معروف عِنَايَةً (ض) توجہ کرنا، مراد لینا۔

(وَاَمَّا الْمُضَافُ لِمَعْرِفَةٍ) فَيُؤْتٰى بِهٖ اِذَا تَعَيَّنَ طَرِيْقٌ لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ اَيْضًا كَكِتَابِ سِيْبَوَيْهِ وَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ اَمَّا اِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ لِذَالِكَ فَيَكُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰى.

(۱) كَتَعَذُّرِ التَّعْدَادِ اَوْ تَعَسُّرِهٖ نَحْوُ اَجْمَعَ اَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى كَذَا وَاَهْلُ الْبَلَدِ كِرَامٌ.

(۲)وَالخُرُوْجِ مِنْ تبعَةِ تَقْدِيمِ البعضِ عَلى البَعْضِ نَحو حَضَرَ اُمَراءُ الجُندِ.

(۳)والتَّعظِيمِ لِلمُضَافِ نَحوُ كِتَابُ السُّلطنِ حَضَرَ اَوالمُضَافِ اِلَيهِ نحوُ هٰذَا خَادِمِىْ اَوْغَيرِهِمَا نَحوُ اَخُوالوَزِيرِ عِندِىْ.

(٤)وَالتَّحقِيرِ لِلمُضَافِ نَحوُهٰذا ابنُ اللِّصِّ اَوالمُضَافِ اِلَيهِ نَحوُ اَللِّصُّ رَفِيقُ هٰذَا اَوْغَيرِهِمَا نَحو اَخُواللِّصِّ عِندَ عَمرٍو.

(٥)وَالاِختِصَارِ لِضِيقِ المَقَامِ نَحوُ ؎

هَوَایَ مَعَ الرَّکْبِ اليَمَانِيْنَ مُصْعِدُ
جَنِيبٌ وَجُثْمَانِىْ بِمَكَّةَ مُوْثَقُ

بَدَلَ اَنْ يُّقَالَ الَّذِىْ اَهْوَاهُ.

ترجمہ: مذکورہ معارف میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا۔ یہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں مضاف کے معنی کو متحضر کرانے کے لیے اضافت کا طریقہ ہی متعین ہو یعنی معرفہ کی طرف اضافت کیے بغیر مضاف کے پہچاننے کا کوئی دوسرا طریقہ نہ ہو مثلاً كِتَابُ سِيبَوَيهِ وسَفِينَةُ نُوحٍ یعنی سیبویہ کی کتاب اور نوح کی کشتی لیکن جب احضار معنی کے لیے یہ طریقہ متعین نہ ہو تو یہ طریقہ اضافت الی المعرفہ بہت سی دوسری غرضوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جن میں سے بعض اغراض درج ذیل ہیں۔

(۱) مثلاً کبھی گنتی کی مجبوری اور دشواری کی بنا پر طریقہ اضافت کو استعمال کرتے ہیں۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں اَهْلُ الحَقِّ اور اَهْلُ البَلَدِ کہ ان سب کو گن کر بتانا ناممکن اور نہایت ہی دشوار ہے۔ دونوں مثالوں کا علی الترتیب ترجمہ۔ اہل حق نے اس چیز پر اتفاق کیا ہے۔ اور شہر والے شریف ہیں۔

(۲) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض پر مقدم کرنے سے جو بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اس سے بچنے کے لیے اضافت الی المعرفہ کا طریقہ استعمال کرتے ہیں جیسے مثال مذکور میں اُمَرَاءُ الْجُنْدِ. سالارانِ لشکر۔ یہاں اگر امیروں کے نام لیکر ذکر کیا جاتا تو مؤخر الذکر سالاروں میں ناراضی پھیل جانے کا احتمال تھا۔

(۳) اور کبھی تعظیم کی غرض سے مضاف کی تعظیم کے لیے اس کو معرفہ کی طرف اضافت کرتے ہیں جیسے کِتَابُ السُّلْطَانِ حَضَرَ. بادشاہ کا خط آیا۔ یا مضاف الیہ کی تعظیم کے لیے جیسے ھٰذَا خَادِمِیْ یہ میرا نوکر ہے یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لیے جیسے اَخُو الْوَزِیْرِ عِنْدِیْ. وزیر کا بھائی میرے پاس ہے۔

(۴) اور کبھی تحقیر کی غرض سے بھی اضافت استعمال کرتے ہیں مثلاً مضاف کی تحقیر کے لیے جیسے ھٰذَا اِبْنُ اللِّصِّ یہ چور کا بیٹا ہے یا مضاف الیہ کی تحقیر کے لیے جیسے اَللِّصُّ رَفِیْقُ ھٰذَا چور اس کا ساتھی ہے یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی تحقیر کے لیے جیسے اَخُو اللِّصِّ عِنْدَ عَمْرٍو چور کا بھائی عمر کے پاس ہے۔

(۵) تنگیٔ مقام کی بنا پر یہی طریقہ اضافت مختصر اور مناسب ہوتا ہے جیسے جعفر بن علبہ حماسی کے شعر مذکور میں ھَوَایَ ہے جو اَلَّذِیْ اَھْوَاہُ کے عوض میں ہے۔ اور اس کی نسبت سے زیادہ مختصر ہے اور تنگیٔ مقام کی بنا پر اس سے زیادہ مناسب بھی ہے۔ ترجمہ شعر میری معشوقہ یمنی مسافروں کے ساتھ طفیلی (تابع) کی حیثیت سے جارہی ہے اور اس طرح میری بے بسی کا یہ عالم ہے کہ میرا جسم مکہ میں محبوس اور اسیر ہے۔

حلّ کلمات: ھَوَایَ ھَوًی مصدر کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی، یہاں مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے مراد میرا محبوب، رَکْبٌ مفرد بمعنی قافلہ جمع اَرْکُبٌ و رُکُوْبٌ. دس یا اس سے زیادہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، مُصْعِدٌ اسم فاعل از افعال جانا، چلنا، ھُوَ اَصْعَدَ اِلٰی مَکَّۃَ وہ مکہ گیا. جَنِیْبٌ صیغۂ صفت۔ از باب نَصَرَ وسَمِعَ جَنَبًا مائل ہونا، یہاں فرمانبردار اور تابع ہونے کے معنی میں ہے جُثْمَانٌ بمعنی جسم، بدن، مُوْثَقٌ. اسم مفعول از باب افعال اِیْثَاقًا، رسی سے باندھنا۔

(وَاَمَّا المُنَادٰی) فَیُوْتٰی بِہٖ اِذَا لَمْ یُعْرَفْ لِلْمُخَاطَبِ عُنْوَانٌ خَاصٌّ نحوُ یارَجُلُ یَافَتٰی وَقَدْ یُوْتٰی بِہٖ لِلْاِشَارَۃِ اِلٰی عِلَّۃِ مَا یُطْلَبُ مِنْہُ نَحْوُیَا غُلَامُ اَحْضِرِ الطَّعَامَ وَیَاخَادِمُ اَسْرِجِ الفَرَسَ اَوْ لِغَرَضٍ یُمْکِنُ اِعْتِبَارُہٗ ھٰھُنَامِمَّا ذُکِرَ فِی النِّدَاءِ.

ترجمہ: اور منادی یعنی حرف ندا کے ذریعہ معرفہ۔ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ متکلم کو مخاطب کا کوئی خاص عنوان اور نام معلوم نہ ہو مثلاً یَا رَجُلُ اے مرد! یَافَتٰی اے جوان!

اور کبھی منادی مطلوب منہ کی علتِ غائی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لایا جاتا ہے مثلاً یَاغُلَامُ اَحْضِرِ الطَّعَامَ اے غلام! کھانا حاضر کر۔ یَاخَادِمُ اسرِجِ الفَرَسَ اے نوکر! گھوڑے کا زین کس۔ یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ غلام اور نوکر زین کسنے اور کھانا حاضر کرنے کے لیے ہیں۔ یا منادی کبھی ایسی غرض کے لیے بھی لایا جاتا ہے کہ اغراض مذکورہ فی النداء میں سے جس کا اعتبار یہاں ممکن ہو۔

(وَاَمَّاالنَّکِرَۃُ)فَیُوْتٰی بِھَا اِذَا لَمْ یُعْلَمْ لِلْمَحْکِیِ عَنْہُ جِھَۃُ تَعْرِیْفٍ کَقَوْلِكَ جَاءَ ھٰھُنَا رَجُلٌ اِذَا لَمْ یُعْرَفْ مَا یُعَیِّنُہٗ مِنْ عَلَمٍ اَوْصِلَۃٍ اَوْنحوِھِمَا وَقَدْ یُوْتٰی بِھَا لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰی.

(۱) کَاالتَّکْثِیْرِ وَالتَّقْلِیْلِ نحوُ لِفُلَانٍ مَالٌ. وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ اَیْ مَالٌ کَثِیْرٌ وَرِضْوَانٌ قَلِیْلٌ.

(۲) والتعظیمِ والتحقیر نحوُ ؎

لَہٗ حَاجِبٌ عَنْ کُلِّ اَمْرٍ یَشِیْنُہٗ
وَلَیْسَ لَہٗ عَنْ طَالِبِ العُرْفِ حَاجِبٗ

(۳) والعُمُومِ بَعْدَ النَّفِیَ. نحوُ مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِیْرٍ فَاِنَّ

النکِرَۃ فِی سِیَاقِ النَّفْیِ تَعُمُّ.
(٤) وَقَصْدِ فردٍ مُعَیَّنٍ اَوْنَوْعٍ کَذٰلِكَ. نحوُ وَاللّٰهُ خَلَقَ کُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ.
(٥) وَاِخْفَاءِ الاَمْرِ نحوُ قَالَ رَجُلٌ اِنَّكَ اِنْحَرَفْتَ عَنِ الصَّوَابِ تُخْفِیْ اِسْمَهٗ حَتّٰی لَا یَلْحَقُهٗ اَذًی.

ترجمہ: اور نکرہ اس وقت لایا جاتا ہے جب محکی عنہ کی کوئی وجہ تعریف (معرفہ لانے کی وجہ) معلوم نہ ہو جیسے تمہارا قول جَاءَ هٰهُنَا رَجُلٌ یہاں ایک شخص آیا اس وقت جبکہ تجھے اس شخص کے علم (نام) صلہ وغیرہ جیسے دیگر وجوہ تعریف معلوم نہ ہوں اور کبھی نکرہ دوسری مختلف غرضوں کے لیے بھی لایا جاتا ہے جیسے (۱) کسی چیز کی کثرت اور قلت کو بیان کرنے کے لیے جیسے لِفُلَانٍ مَالٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ. یعنی فلاں کے لیے زیادہ مال اور اللہ کی تھوڑی سی رضامندی اور خوشنودی بھی بہت بڑی ہے۔
(۲) کسی کی تعظیم اور تحقیر کے لیے جیسے ابن ابی السمط کا قول ؎
لَهٗ حَاجِبٌ الخ اس شعر میں دونوں جگہ حاجب محل استشہاد ہے اول حاجب کی تنکیر تعظیم کے لیے ہے اور ثانی کی تنکیر تحقیر کے لیے ہے۔ ترجمہ شعر۔ ممدوح کو ہر ایسے امر کے ارتکاب سے جو اسے عیب دار کردے ایک بڑا روکنے والا ہے لیکن اسے طالب احسان و خیرات کو عطا کرنے سے کوئی چھوٹا روکنے والا بھی نہیں ہے۔
(۳) اور نکرہ نفی کے بعد عموم کا فائدہ دینے کے لیے لایا جاتا ہے جیسے مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب کہ نفی کے تحت واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔
(۴) اور کبھی اس غرض سے لایا جاتا ہے کہ جنس کے لحاظ سے کسی فرد معین یا کسی نوع معین کا اظہار مقصود ہوتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ خَلَقَ کُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو ایک خاص طرح کے پانی سے پیدا کیا ہے دیکھیے! یہاں دابہ کو فرد معین ظاہر کرنے کے لیے نکرہ لایا گیا اور ماء کو نکرہ اس لیے لایا گیا تاکہ

نوع خاص کا اظہار ہو۔
(۵) کبھی کسی امر کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بھی نکرہ کا استعمال کرتے ہیں مثلاً قَالَ رَجُلٌ اِنَّكَ اِنحَرَفْتَ عَنِ الصَّوَابِ ایک شخص نے کہا کہ تم راہ راست سے ہٹ گئے ہو، دیکھئے! آپ نے یہاں رجل کہا اور نام کو چھپائے رکھا۔ اس لیے تاکہ کہنے والے شخص کو مخاطب کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے (بخلاف قَالَ زَیْدٌ کے اس صورت میں قائل زید کو مخاطب کی طرف سے اذیت پہنچنے کا خطرہ ہے)

حلِّ کلمات: حَاجِبٌ: اسم فاعل روکنے والا حَجْبًا وَحِجَابًا (ن) روکنا، دربان کو بھی حاجب کہتے ہیں یَشِیْنُ. صیغہ واحد مذکر غائب، مضارع بالکل یَبِیْعُ کی طرح تعلیل ہے اصل میں یَشْیِنُ تھا یاء کی حرکت ماقبل گئی یَشِیْنُ ہو گیا شَیْنًا (ض) عیب لگانا۔

اَلْبَابُ الْخَامِسُ فِی الْاِطْلَاقِ وَالتَّقْیِیْدِ

اِذَا اقْتُصِرَ فِي الْجُمْلَةِ عَلٰى ذِكْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ. فَالْحُكْمُ مُطْلَقٌ وَاِذَا زِيْدَ عَلَيْهِمَا شَيْئٌ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا اَوْ بِاَحَدِهِمَا فَالْحُكْمُ مُقَيَّدٌ وَالْاِطْلَاقُ يَكُوْنُ حَيْثُ لَا يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيْدِ الْحُكْمِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ لِيَذْهَبَ السَّامِعُ فِيْهِ كُلَّ مَذْهَبٍ مُمْكِنٍ. وَالتَّقْيِيْدُ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيْدِهِ بِوَجْهٍ مَخْصُوْصٍ لَوْلَمْ يُرَاعَ تَفُوْتُ الْفَائِدَةُ الْمَطْلُوْبَةُ ــــــ وَلِتَفْصِيْلِ هٰذَا الْاِجْمَالِ نَقُوْلُ ــــــ اِنَّ التَّقْيِيْدَ يَكُوْنُ بِالْمَفَاعِيْلِ وَنَحْوِهَا وَالنَّوَاسِخِ وَالشَّرْطِ وَالنَّفْيِ وَالتَّوَابِعِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

پانچواں باب اطلاق اور تقیید کے بیان میں

ترجمہ: جب کلام میں صرف مسند اور مسندالیہ کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے (ان دونوں کے متعلقات سے صرف نظر کی جائے) تو ایسے وقت کلام میں حکم مطلق رہے گا۔ اور جب ان دونوں پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کردیا جائے جو ان دونوں سے وابستہ ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہو تو ایسے وقت کلام میں حکم مقید رہے گا۔

اور اطلاق ہر اس جگہ متحقق ہوگا جہاں متکلم کی غرض طرق تقیید میں سے کسی طریقہ کے ساتھ حکم کو مقید کرنے سے متعلق نہ ہو۔ تاکہ سامع اس صورت میں ہر ممکن طریقہ پر چل سکے اور تقیید وہاں ہوگی جہاں متکلم کی غرض حکم کو کسی ایسی مخصوص صورت سے مقید کرنے سے متعلق ہوگی کہ اگر اس مخصوص صورت کا لحاظ نہ کیا جائے تو وہ فائدہ ہی فوت ہو جائے گا جو کلام سے مطلوب تھا۔ اس مجمل قول کی تفصیل ہم اس طور سے کرتے ہیں کہ جملے کو کسی قید سے مقید کرنا چند امور سے ہوتا ہے مثلاً مفاعیل اور ان کی طرح دوسرے امور جیسے حال، تمیز اور استثناء اسی طرح نواسخ یعنی افعال ناقصہ، شرط، نفی اور توابع وغیرہ سے۔

وَاَمَّا الْمَفَاعِيْلُ وَنَحْوُهَا ، فَالتَّقْيِيْدُ بِهَا يَكُوْنُ لِبَيَانِ نَوْعِ الْفِعْلِ اَوْمَا وَقَعَ عَلَيْهِ اَوْفِيْهِ اَوْلِاَجْلِهِ اَوْ بِمُقَارَنَتِهِ. اَوْبَيَانِ الْمُبْهَمِ مِنَ الْهَيْئَةِ وَالذَّاتِ اَوْبَيَانِ عَدَمِ شُمُوْلِ الْحُكْمِ. وَتَكُوْنُ الْقُيُوْدُ مَحَطَّ الْفَائِدَةِ وَالْكَلَامُ بِدُوْنِهَا كَاذِبًا اَوْغَيْرَمَقْصُوْدٍبِالذَّاتِ نَحْوُ (وَمَاخَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ)

ترجمہ: مفاعیل خمسہ اور ان جیسے دیگر امور کے ساتھ حکم کو مقید کرنا مختلف غرضوں کے لیے ہوتا ہے کبھی تو فعل کی نوعیت بیان کرنے کے لیے تقیید ہوتی ہے (جیسا کہ مفعول مطلق میں ہوتا ہے مثلاً اکرمتُ اِکرامَ اَھلِ العلمِ) یا کبھی

اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس پر فعل واقع ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول بہ میں نحو حَفِظْتُ القُرآنَ) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس میں فعل واقع ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول فیہ اور ظرف میں مثلاً جَلَسْتُ اَمَامَكَ) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کے لیے فعل لایا جاتا ہے (جیسا کہ مفعول لہ میں نحو ضربتُ تادیبًا) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کے ساتھ فعل مقارن ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول معہ میں نحو سِرْتُ وَطَرِيقَ الْمَدِينَةِ) اور کبھی مبہم ہیئت (حال میں) اور مبہم ذات (تمیز میں) کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ضربتُ قائماً (حال میں) وطِبْتُ نَفْسًا (تمیز میں) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے تقیید ہوتی ہے کہ حکم عام نہیں ہے (جیسا کہ صفاتِ مُخصِّصہ میں مثلاً تو کہتا ہے جَائَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اس سے معلوم ہوا کہ مجیئتِ رجل عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے یعنی مجیئت رجل عالم ہے کیوں کہ اگر آپ کہتے رجل تو اس میں مجیئت رجل عالم وجاہل دونوں کو شامل ہوتی لہٰذا عالم کی قید سے جاہل خارج ہو گیا۔ اور ان تمام امور مقیدہ میں قیود کی حیثیت ایک منزل مقصود کی طرح ہے جن کے بغیر پورا کلام کاذب یا غیر مقصود بالذات ہو کر رہ جاتا ہے (اس لیے کہ یہ امر واضح ہے کہ کلام خواہ وہ مثبت ہو یا منفی جب کبھی کسی قید زائد پر حاوی ہوتا ہے تو اس وقت کلام میں اس قید کی حیثیت غرض خاص اور مقصود اصلی کی ہوتی ہے لہٰذا اس قید کے بغیر اگر کلام لایا جاتا ہے تو وہ لاحاصل اور بے سود ہوتا ہے) مثال کے طور پر آیت کریمہ کو لے لیجئے "وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ" ترجمہ آیت اور ہم نے سارے آسمان وزمین اور جو موجودات ان کے بیچ میں ہیں فضول پیدا نہیں کیے۔ (غور کرنے سے آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آیت کریمہ میں لاعبین (یعنی فضول اور بے فائدہ) کی قید ہی غرض خاص ہے اور اسی کی نفی کلام میں مقصود اصلی ہے ورنہ اس قید کے بغیر کلام کاذب ہو جاتا ہے)

(وَاَمَّا النَّوَاسِخ) فَالتَّقْيِيْدُ بِهَا يَكُوْنُ لِلْاَغْرَاضِ الَّتِيْ تُؤَدِّيْهَا مَعَانِيْ اَلْفَاظِ النَّوَاسِخِ كَالْاِسْتِمْرَارِ اَوِالْحِكَايَةِ عَنِ الزَّمَنِ فِيْ كَانَ. وَالتَّوْقِيْتِ. بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ فِيْ ظَلَّ. وَبَاتَ. وَاَصْبَحَ. وَاَمْسٰى. وَاَضْحٰى اَوْبِحَالَةٍ مُعَيَّنَةٍ فِيْ دَامَ وَالْمُقَارَبَةِ فِيْ كَادَوَكَرَبَ وَاَوْشَكَ. وَالْيَقِيْنِ فِيْ وَجَدَ وَاَلْفٰى وَدَرٰى وَتَعَلَّمَ وَهَلُمَّ جَرًّا.

فَالْجُمْلَةُ فِيْ هٰذَاتَنْعَقِدُ مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبَرِ اَوْمِنَ الْمَفْعُوْلَيْنِ فَقَطْ فَاِذَا قُلْتَ ظَنَنْتُ زَيْدًا قَائِمًا فَمَعْنَاهُ زَيْدٌ قَائِمٌ عَلٰى وَجْهِ الظَّنِّ.

ترجمہ: اور نواسخ۔ (نواسخ سے مراد افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ وغیرہ ہیں جو مبتدا اور خبر کے حکم کو منسوخ کردیتے ہیں) ان سے حکم کو جملوں میں مقید کرنا انہی اغراض ومقاصد کے لیے ہوتا ہے جن کو کلمات نواسخ کے معانی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً استمرار یعنی کسی حکم کا ہمیشہ جاری رہنا۔ یا زمانہ کی حکایت بیان کرنا کلمہ کَانَ میں جیسا کہ تم کہتے ہو وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ اور كَانَ زَيْدٌ مُنْطَلِقًا پہلی مثال استمرار مطلق کی ہے۔ اور دوسری حکایت زمانۂ ماضی کی یا حکم کو کسی معین زمانہ کے ساتھ موقت کرنا مثلاً ظَلَّ میں دن کے ساتھ، اَصْبَحَ میں صبح کے ساتھ، اَمسٰی میں شام کے ساتھ اور اَضحٰی میں وقت چاشت کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں۔ یا کسی چیز کو حالتِ معینہ کے ساتھ موقت کرنا جیسا کہ دَامَ میں اسی طرح مقاربت کاد، کرب اور اَوْشَكَ افعالِ مقاربہ ہیں۔ اسی طرح یقین وَجَدَ، اَلفٰی، دَرٰی اور تَعَلَّمَ افعال قلوب میں اسی طرح تمام نواسخ کو سمجھ لیجئے۔

واضح ہو کہ جملوں کو نواسخ سے مقید کرنے کی صورتوں میں جملہ کبھی اسم اور خبر سے بنتا ہے اس صورت میں نواسخ، حکم کے لیے صرف قیود کی حیثیت

رکھتے ہیں اور یہ غیر افعال قلوب سے متعلق ہیں۔ اور کبھی صرف دو مفعولوں سے، یہ دوسری صورت افعال قلوب سے وابستہ ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں مفعول دراصل مبتداء اور خبر کی حیثیت کے حامل ہیں اور یہ افعال قیود کے۔ لہٰذا جب آپ ظننتُ زیداً قائماً کہیں گے تو اس کے معنی ہوں گے زیدٌ قائمٌ علٰی وجهِ الظنِّ (یہاں جملہ دو مفعول سے بنا اور فعل ظن حکم جملہ کے لیے قید بنا)

(اَمَّا الشَّرْطُ) فَالتَّقْیِیْدُ بِهٖ یَکُوْنُ لِلْاَغْرَاضِ الَّتِیْ تُؤَدِّیْهَا مَعَانِیْ اَدَوَاتِ الشَّرْطِ کَالزَّمَانِ فِیْ مَتٰی وَاَیَّانَ وَالْمَکَانِ فِیْ اَیْنَ وَاَنّٰی وَحَیْثُمَا وَالْحَالِ فِیْ کَیْفَمَا وَاسْتِیْفَاءُ ذٰلِكَ وَتَحْقِیْقُ الْفَرْقِ بَیْنَ الْاَدَوَاتِ یُذْکَرُ فِیْ عِلْمِ النَّحْوِ.

وَاِنَّمَا یُفَرَّقُ هٰهُنَا بَیْنَ اِنْ وَاِذَا وَلَوْ لِاخْتِصَاصِهَا بِمَزَایَا تُعَدُّ مِنْ وُجُوْهِ الْبَلَاغَةِ فَاِنْ وَاِذَا لِلشَّرْطِ فِی الْاِسْتِقْبَالِ وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِی الْمُضِیِّ. وَالْاَصْلُ فِی اللَّفْظِ اَنْ یَّتْبَعَ الْمَعْنٰی فَیَکُوْنُ فِعْلاً مُضَارِعًا مَعَ اِنْ وَاِذَا وَمَاضِیًا مَعَ لَوْ نَحْوُ وَاِنْ یَسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَاءٍ کَالْمُهْلِ. وَاِذَا تُرَدُّ اِلٰی قَلِیْلٍ تَقْنَعْ. وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاکُمْ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: اور شرط سے حکم کو مقید کرنا انہی اغراض اور اسباب کے لیے ہوتا ہے جن کو حسب موقع حروف شرط کے معانی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً زمانہ مستقبل کے لیے حروف متی، ایّان ہیں اور مکان کے لیے ادوات این، انیٰ اور حیثما ہیں۔ اور حال کے لیے کیفما ہے۔ اس کا پورا بیان اور تمام ادوات شرط کے مابین فرق کی تحقیق علم نحو میں مذکور ہے۔ یہاں صرف تین حروف یعنی ان اذا اور لو کے باہمی امتیازات اور فروق بیان کئے جائیں گے، کیونکہ ان حروف کو ایسے نفیس معنوں اور بہترین وصفوں سے خصوصی تعلق ہے جو بلاغت کے اقسام میں شمار ہوتے ہیں۔ تو واضح ہو کہ ان اور اذا دونوں حروف شرط کے لیے

مستقبل میں مستعمل ہوتے ہیں اور لو شرط کے لیے زمانہ ماضی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور لفظ میں یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ معنیٰ کے تابع ہوتا ہے لہٰذا شرط میں ان اور اذا کے حرفوں کے ساتھ فعل مضارع ہوگا اور حرف لو کے ساتھ فعل ماضی۔ مثلاً آیت کریمہ۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوا يُغَاثُ بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ. میں ان کے ساتھ فعل مضارع مستعمل ہوا۔ ترجمہ آیت اور دوزخی اگر فریاد کریں گے تو انہیں ایسا پانی ملے گا جیسے پیپ یا تیل کی تلچھٹ۔ اسی طرح اس قول وَاِذَا تُرَدُّ اِلٰى قَلِيْلٍ تَقْنَعُ میں اِذَا کے ساتھ فعل مضارع استعمال کیا گیا۔ ترجمہ اور جب تم تھوڑی سی چیز کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے تو قناعت کرلو گے۔ اور اس آیت کریمہ "وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ" میں لَوْ کے ساتھ فعل ماضی استعمال کیا گیا۔ ترجمہ آیت۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت یافتہ کر دیتا۔ فائدہ اگر کسی جگہ ان تینوں کا استعمال اس قاعدے کے برعکس ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہاں ضرور کسی لطیف نکتے کا اعتبار کیا گیا ہے ورنہ کلام میں بے موقع کلمات کا استعمال کلام کی ساری خوبی کو مٹا کر رکھ دے گا۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ اِنْ وَاِذَا اَنَّ الْاَصْلَ عَدَمُ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ مَعَ اِنْ وَالْجَزْمُ بِوُقُوْعِهٖ مَعَ اِذَا وَلِهٰذَا غَلَبَ اسْتِعْمَالُ الْمَاضِىْ مَعَ اِذَا فَكَاَنَّ الشَّرْطَ وَاقِعٌ بِالْفِعْلِ بِخِلَافِ اِنْ فَاِذَا قُلْتَ اِنْ اَبْرَءْ مِنْ مَرَضِىْ اَتَصَدَّقُ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ كُنْتَ شَاكًّا فِى الْبُرْءِ وَاِذَا قُلْتَ اِذَا بَرَأْتُ مِنْ مَرَضٍ تَصَدَّقْتُ كُنْتَ جَازِمًا بِهٖ اَوْ كَالْجَازِمِ وَعَلٰى ذٰلِكَ فَالْاَحْوَالُ النَّادِرَةُ تُذْكَرُ فِىْ حَيِّزِ اِنْ وَالْكَثِيْرَةُ فِىْ حَيِّزِ اِذَا وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (فَاِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ) فَلِكَوْنِ مَجِىْءِ الْحَسَنَةِ مُحَقَّقًا (اِذِ الْمُرَادُ بِهَا مُطْلَقُ

الحسنة الشَّامِلُ لِاَنواعٍ كَثيرةٍ كَما يُفْهَمُ مِنَ التَّعْرِيْفِ بأل الجنسِيَةِ (ذُكِر مَعَ اِذا وَعُبِّرَ عَنْهُ بالْمَاضِيْ وَلِكَوْنِ مَجيِئِ السَّيِّئةِ نادِرًا (اِذِالمُرادُبهَا نَوْعٌ مَخْصُوْصٌ كَما يُفْهَمُ مِن التنكيرِ وَهُوَ الجدْبُ (ذُكِرَمَعَ اِنْ وَعُبِّرَ عَنهُ بالْمُضارِعِ فَفِي الآيةِ مِنْ وَصْفِهِمْ بِاِنْكارِالنِّعَمِ وَشِدَّةِ التَّحَامُلِ عَلىٰ مُوْسىٰ عليهِ السَّلامُ مَا لاَ يَخفىٰ.

ترجمہ: اور ان اور اذا کے درمیان فرق۔ قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی نہیں ہے۔ اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے یہی وجہ ہے کہ اذا کے ساتھ ماضی کا استعمال زیادہ ہوتا ہے گویا اس صورت میں شرط بالفعل واقع ہوتی ہے بخلاف کے اواس کے ساتھ فعل مضارع کا استعمال زیادہ ہوتا ہے یہی تبعیة اللفظ للمعنی کا اقتضاء ہے توجب آپ کہو گے اِنْ اَبرءْ مِنْ مَرَضِیْ اَتصدَّق بِاَلْفِ دِینارٍ۔ اگر میں اپنی بیماری سے اچھا ہو جاؤں تو ایک ہزار اشرفیاں صدقہ کروں گا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم اپنے بری ہونے میں شک کر رہے ہو۔ اور جب آپ یہ کہتے ہو کہ اِذا بَرِئْتُ مِنْ مَرَضِیْ تَصَدَّقْتُ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بری ہونے پر پورا یقین رکھتے ہو یا کم از کم یقین رکھنے والے کی طرح غالب گمان رکھنے والے ہو۔ اسی قاعدہ کلیہ کی وجہ سے ان تمام حالات کا تذکرہ جن کا وقوع کبھی کبھی ہوا کرتا ہے حرف ان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ تمام حالات جن کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے ان کا ذکر اذا کے تحت ہوتا ہے۔ ان دونوں کی مثالوں میں یہ آیت کریمہ ہے فَاِذا جاءَ تْهُمُ الحَسَنَةُ قالُوْا لنا هٰذِهٖ واِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسىٰ ومن معهٗ۔ ترجمہ آیت۔ جب ان کے پاس بھلائی آتی تو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو ہمارے ہی حصے کی ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بدفالی لینے لگتے اور ان کو

نامبارک اور منحوس کہتے (العیاذ باللہ)

چونکہ حسنہ کا آنا محقق ہے۔ کیونکہ حسنہ سے مطلق حسنہ مراد ہے جو کہ اپنے تمام اقسام وانواع (مثلاً خوش حالی، مال اور اولاد کی کثرت اور توانگری فراخی وغیرہ) کو شامل ہے اس لیے حسنہ کا ذکر اذا کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس کی تعبیر فعل ماضی سے کی گئی اور سیئہ کا آنا چونکہ نادر الوقوع ہے۔ کیونکہ سیئہ سے ایک خاص قسم کا سیئہ مراد ہے جیسا کہ سیئہ کے نکرہ لانے سے سمجھ میں آرہا ہے اور وہ قحط سالی ہے جس کا وجود کم ہوتا ہے اس لیے اس کو اِن کے ذریعہ بیان کیا گیا اور اس کی تعبیر فعل مضارع سے کی گئی بہر حال آیت مذکورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کو جو نعم الٰہیہ کے انکار اور حضرت موسیٰ پر بے حد مظالم ڈھانے کے ساتھ متصف کیا گیا ہے وہ بالکل ظاہر ہے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِی الْمُضِیِّ وَلِذَا یَلِیْهَا الْفِعْلُ الْمَاضِیْ نَحْوُ (وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَاَسْمَعَهُمْ) وَمِمَّا تَقَدَّمَ یُعْلَمُ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالذَّاتِ مِنَ الْجُمْلَةِ الشَّرْطِیَةِ هُوَ الْجَوَابُ فَاِذَا قُلْتَ اِنِ اجْتَهَدَ زَیْدٌ اَکْرَمْتُهٗ کُنْتَ مُخْبِرًا بِاَنَّكَ سَتُکْرِمُهٗ وَلٰکِنْ فِیْ حَالِ حُصُوْلِ الْاِجْتِهَادِ لَا فِیْ عُمُوْمِ الْاَحْوَالِ وَیَتَفَرَّعُ عَلٰی هٰذَا اَنَّهَا تُعَدُّ خَبَرِیَّةً اَوْ اِنْشَائِیَّةً بِاِعْتِبَارِ جَوَابِهَا.

ترجمہ: اور حرف لو شرط کے لیے ماضی میں استعمال کیا جاتا ہے اسی وجہ سے فعل ماضی اس سے متصل ہوتا ہے مثلاً وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَاَسْمَعَهُمْ ترجمہ آیت۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کسی طرح کی بھلائی سمجھتا تو ضرور انہیں سناتا۔ اوپر ذکر کیے ہوئے بیان سے یہ معلوم ہوگیا کہ جملہ شرطیہ میں مقصود بالذات جواب (جزاء) ہوا کرتا ہے (اور شرط کی حیثیت ایک قید سے زیادہ نہیں ہوتی) لہٰذا جب آپ کہتے ہیں۔ ان اجْتَهَدَ زَیْدٌ اَکْرَمْتُهٗ اگر زید نے

محنت اور کوشش کی تو میں اسے انعام دوں گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس جملہ سے اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ زید کو عنقریب انعام دیں گے لیکن اس حال میں کہ اس سے محنت اور کوشش بھی ہو یہ مطلب نہیں کہ آپ اسے ہر حال میں انعام دیں گے اور اس بناء پر (یعنی جملہ شرطیہ میں جواب اصل ہے) اپنے جواب کے اعتبار سے جملہ شرطیہ خبریہ شمار ہوگا یا انشائیہ ہوگا (تو اگر جواب خبر ہو تو شرطیہ خبر ہوگا۔ اور انشائی ہو تو شرطیہ انشائی کہلائے گا)

(وَاَمَّا النَّفْیُ) فَالتَّقْيِيْدُ بِهٖ يَكُوْنُ بِسَلْبِ النِّسْبَةِ عَلٰى وَجْهٍ مَخْصُوصٍ مِمَّا تُفِيْدُهٗ اَحْرُفُ النَّفْيِ وَهِيَ سِتَّةٌ. لَا. وَمَا. وَاِنْ. وَلَنْ. وَلَمْ. وَلَمَّا. فَلَا لِلنَّفْيِ مُطْلَقًا وَمَا وَاِنْ لِنَفْيِ الْحَالِ اِنْ دَخَلَا عَلَى الْمُضَارِعِ. وَلَنْ لِنَفْيِ الْاِسْتِقْبَالِ. وَلَمْ وَلَمَّا لِنَفْيِ الْمَضِيِّ اِلَّا اَنَّهٗ بِلَمَّا يَنْسَحِبُ عَلٰى زَمَنِ التَّكَلُّمِ وَيَخْتَصُّ بِالْمُتَوَقَّعِ وَعَلٰى هٰذَا فَلَا يُقَالُ لَمَّا يَقُمْ زَيْدٌ ثُمَّ قَامَ. وَلَا لَمَّا يَجْتَمِعِ النَّقِيْضَانِ كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَجْتَمِعَا. فَلَمَّا فِي النَّفْيِ تُقَابِلُ قَدْ فِي الْاِثْبَاتِ وَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَنْفِيُّهَا قَرِيْبًا مِنَ الْحَالِ فَلَا يَصِحُّ لَمَّا يَجِئْ مُحَمَّدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِيْ.

ترجمہ: اور نفی سے حکم اس لیے مقید کیا جاتا ہے تاکہ نسبت کو ایسے مخصوص طرز پر سلب کیا جائے جو حروف نفی سے حاصل ہو۔ اور حروف نفی چھ ہیں لا، ما، انْ. لن، لم اور لمّا ماور انْ زمانۂ حال کی نفی کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ فعل مضارع پر داخل ہوں اور لن زمانۂ مستقبل کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور لم اور لما یہ دونوں زمانۂ ماضی کی نفی کے لیے لائے جاتے ہیں ہاں ان دونوں میں ایک فرق تو یہ ہے کہ لما کے ذریعہ جو نفی ہوتی ہے وہ زمانۂ تکلم تک جاری رہتی ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ لما کے ذریعہ جو نفی

ہوتی ہے وہ متوقع الحصول چیزوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے (بخلاف لَمْ کے اس سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے وہ کبھی متوقع الحصول بھی ہوتی ہے اور کبھی غیر متوقع الحصول بھی) لہٰذا اس قاعدے کے مطابق لَمَّا يَقُمْ زَيْدٌ ثُمَّ قَامَ اور لَمَّا يَجْتَمِعِ النَّقِيْضَانِ کہنا صحیح نہ ہوگا جس طرح کہ لَمْ يَقُمْ ثُمَّ قَامَ اور النَّقِيْضَانِ لَمْ يَجْتَمِعَا کہنا صحیح ہوگا۔

الغرض نفی میں لَمَّا کی وہی حیثیت ہے جو اثبات میں قد کی ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح قد اثبات کو حال سے قریب کرتا ہے اسی طرح لَمَّا نفی کو حال سے قریب کرتا ہے۔ اور ایسے وقت بھی وہ امر جو لما کے واسطہ سے منتفی ہوا ہو حال سے قریب ہوتا ہے لهٰذا لما يجئى محمدٌ فِي العَامِ المَاضِىْ کہنا درست نہ ہوگا۔

(وَامَّا التَّوَابِعُ) فَالتَّقْيِيْدُ بِهَا يَكُوْنُ لِلاَغْرَاضِ الَّتِىْ تُقْصَدُ مِنْهَا. فَالنَّعْتُ يَكُوْنُ لِلتَّمِيْزِ نَحْوُ حَضَرَ عَلِيٌّ نِالْكَاتِبُ. وَالْكَشْفِ نَحْوُ اَلْجِسْمُ الطَّوِيْلُ الْعَرِيْضُ الْعَمِيْقُ يَشْغُلُ حَيِّزًا مِّنَ الْفَرَاغِ وَالتَّاكِيْدِ نَحْوُ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَـةٌ وَالْمَدْحِ نَحْوُ حَضَرَ خَالِدُ نِالْهُمَامُ وَالذَّمِّ نَحْوُ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ. وَالتَّرَحُّمِ نَحْوُ اِرْحَمْ اِلٰى خَالِدِنِ الْمِسْكِيْنِ.

ترجمہ: اور توابع کے ساتھ حکم کو مقید کرنا ایسے ہی اغراض اور مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو ان سے مقصود ہوتے ہیں ان توابع میں سے نعت کے ساتھ حکم کو ذیل میں بیان کئے گئے امور کی بنا پر مقید کیا جاتا ہے۔

(۱) تمیز کے لیے (اس لیے کہ موصوف اپنے غیر سے ممتاز ہو جائے) جیسے حضر عليٌّ نالكاتبُ یعنی کاتب علی حاضر ہوا۔ (الکاتب کی قید سے وہ علی جو غیر کاتب ہے خارج ہو گیا)

(۲) اور کشف کے لیے تاکہ مخاطب کے سامنے موصوف کے معنی واضح اور منکشف ہو جائیں جیسے الجِسْمُ الطَّوِيْلُ العَرِيْضُ العَمِيْقُ يشغَلُ حيزًا مّن الفَراغ (ایسا جسم جو دراز، چوڑا، اور گہرا ہو وہ ایک خالی مکان کو بھر دیتا ہے یعنی جسم تین بعدوں کے مجموعہ کا نام ہے طول، عرض اور عمق۔ مثال میں تینوں اوصاف کا بیان ہو گیا۔

(۳) تاکید کے لیے۔ جیسے تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اس مثال میں کاملہ محض تاکید کے لیے ہے۔

(۴) مدح کے لیے جیسے حضر خالِدُ نالهُمَامُ بلند ہمت والا خالد حاضر ہوا۔

(۵) ذم کے لیے جیسے وامراته حَمَالةَ الحَطَب اس کی بیوی جو سر پر اٹھائے پھرتی ہے لکڑیاں۔

(۶) اظہار رحم کے لیے جیسے۔ اِرْحَمْ الی خَالِدِ نالمِسْكِين خالد بے چارہ پر رحم کرو!۔

تنبیہ: تاکید کبھی اثبات مدعا کے لیے لائی جاتی ہے اور کبھی اس سے مجاز ہونے، سہو ہونے اور عام نہ ہونے کا وہم اور شبہ دور کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے زَارَنى الأمِيْرُ نَفْسُهٗ خود امیر نے مجھ سے ملاقات کی۔ وَسَلِمَ الجَيْشُ عامَتهٗ سارا لشکر محفوظ رہا۔

وَعَطْفُ البَيَانِ يَكُونُ لِمُجَرَّدِ التَّوضِيْحِ نَحْوُ اُقْسِمَ بِاللهِ اَبُو حَفْصٍ عُمَرُ اَوْلِلتَّوْضِيْحِ مَعَ المَدحِ نَحْوُ جَعَلَ اللهُ الكَعْبَةَ البَيْتَ الحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَيَكْفِى فِى التَّوضِيْحِ اَنْ يُوَضِّحَ الثَّانِى الاَوَّلَ عِنْدَ الاِجْتِمَاعِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَوْضَحَ مِنْهُ عِنْدَ الاِنْفِرَادِ كَعَلِيٍّ زَيْنُ العَابِدِيْنَ وَالعَسْجَدُ الذَّهَبُ.

وَعَطْفُ النَّسَقِ يَكُوْنُ لِلاَغْرَاضِ الَّتِى تُؤَدِّيْهَا اَحْرُفُ العَطْفِ كَالتَّرتِيْبِ مَعَ التَّعقِيبِ فِى الفَاءِ وَمَعَ

التراخي فِي ثُمَّ
والبدلُ يكُونُ لِزيادةِ التَّقرِيرِ والإيضاحِ نحوُ قَدِمَ إبنِيْ علِيٌّ فِي بَدْلِ الكلِّ وسَافَرَ الجُنْدُ أَغْلَبُهُ فِي بَدْلِ البَعضِ ونَفعنِي الاستاذُ عِلمُهُ فِي بَدْلِ الاشتِمالِ.

ترجمہ: عطف بیان کے ساتھ بھی حکم کو مقید کرتے ہیں اور اس کے کئی اسباب ہیں۔
(۱) محض توضیح کے لیے یعنی متبوع کو واضح کرنے کے لیے جیسے اُقسم بِاللهِ اَبُو حفصٍ عُمرُ یہاں ابو حفص کی وضاحت عمر سے کر دی گئی۔
(۲) مدح کے ساتھ ساتھ توضیح کرنے کے لیے جیسے جعل اللهُ الكعبة البيت الحرام قيامًا للنّاسِ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں کے باقی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے۔ دیکھئے یہاں کعبہ کی مدح البیت الحرام سے کی گئی ساتھ ہی کعبہ کی توضیح ہو گئی۔
اور توضیح کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اجتماع کے وقت امر ثانی امر اول کو واضح کر دے اگرچہ امر ثانی حالت انفراد میں امر اول سے زیادہ واضح نہ ہو۔ جیسے عليٌّ زَيْنُ العَابدِيْنَ وَالعَسجَدُ الذَّهَبُ دیکھئے ان مثالوں میں زین العابدین اور ذہب نے علی اور عسجد کی توضیح کی ہے مگر یہ دونوں حالت انفراد میں علی اور عسجد سے اوضح نہیں ہیں۔
اور ان توابع میں سے ایک عطف نسق بھی ہے یعنی عطف بالحروف کے ذریعہ سے بھی حکم کو مقید کرتے ہیں یہ انہی اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو حروف عطف ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ ترتیب مع التعقیب حرفِ فاء میں اور ترتیب مع التراخی حرف ثم میں مراد ہے جیسے جاءَ نِی زَیْدٌ فَعمروٌ ثم رشِیْدٌ میرے پاس زید پھر عمرو، تھوڑی دیر کے بعد رشید آئے۔
ان توابع میں سے ایک بدل ہے جس کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں اور اس سے مراد زیادتی تقریر اور ایضاح ہے جیسے قَدِمَ اِبنِیْ عَلِیٌّ میرا بیٹا علی آیا یہ بدل الکل کی مثال ہے اور بدل البعض کی مثال سافَرَ الجُنْدُ اَغلَبُهُ لشکر کا اکثر

حصہ سفر میں روانہ ہوگیا اور بدل الاشتمال کی مثال نَفَعَنِی الْاُسْتَاذُ عِلْمُهٗ مجھے استاذ یعنی ان کے علم نے نفع پہنچایا۔ یہاں بدل الغلط کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ فصحاء کے یہاں اس کا کوئی خانہ ہی نہیں ہے۔

اَلْبَابُ السَّادِسُ فِی الْقَصْرِ

(اَلْقَصْرُ) تَخْصِیْصُ شَیْءٍ بِشَیْءٍ بِطَرِیْقٍ مَخْصُوْصٍ. وَیَنْقَسِمُ اِلٰی حَقِیْقِیٍّ وَاِضَافِیٍّ.

(فَالْحَقِیْقِیُّ) مَاکَانَ الْاِخْتِصَاصُ فِیْهِ بِحَسْبِ الْوَاقِعِ وَالْحَقِیْقَةِ لَابِحَسْبِ الْاِضَافَةِ اِلٰی شَیْءٍ آخَرَ نَحْوُ لَاکَاتِبَ فِی الْمَدِیْنَةِ اِلَّا عَلِیٌّ اِذَا لَمْ یَکُنْ غَیْرُهٗ فِیْهَا مِنَ الْکُتَّابِ.

(وَالْاِضَافِیُّ) مَاکَانَ الْاِخْتِصَاصُ فِیْهِ بِحَسْبِ الْاِضَافَةِ اِلٰی شَیْءٍ مُعَیَّنٍ. نَحْوُ مَا عَلِیٌّ اِلَّا قَائِمٌ اَیْ اِنَّ لَهٗ صِفَةَ الْقِیَامِ لَاصِفَةَ الْقُعُوْدِ وَلَیْسَ الْغَرَضُ نَفْیَ جَمِیْعِ الصِّفَاتِ عَنْهُ مَاعَدَا صِفَةِ الْقِیَامِ. وَکُلٌّ مِّنْهُمَا یَنْقَسِمُ اِلٰی قَصْرِ صِفَةٍ عَلٰی مَوْصُوْفٍ. نَحْوُ لَا فَارِسَ اِلَّا عَلِیٌّ وَقَصْرِ مَوْصُوْفٍ عَلٰی صِفَةٍ نَحْوُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فَیَجُوْزُ عَلَیْهِ الْمَوْتُ وَالْقَصْرُ الْاِضَافِیُّ یَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ قَصْرِ اِفْرَادٍ اِذَا اعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشِّرْکَةَ وَقَصْرِ قَلْبٍ اِذَا اعْتَقَدَ الْعَکْسَ وَقَصْرِ تَعْیِیْنٍ اِذَا اعْتَقَدَ وَاحِدًا غَیْرَ مُعَیَّنٍ. وَلِلْقَصْرِ طُرُقٌ. مِنْهَا النَّفْیُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ. نَحْوُ اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ وَمِنْهَا اِنَّمَا نَحْوُ اِنَّمَا الْفَاهِمُ عَلِیٌّ. وَمِنْهَا الْعَطْفُ بِلَا اَوْبَلْ اَوْلٰکِنْ. نَحْوُ اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ وَمَا اَنَا حَاسِبٌ بَلْ کَاتِبٌ. وَ مِنْهَا

تَقْدِیْمُ ما حقُّهُ التَّاخِیْرُ نَحْوُ اِیَّاكَ نَعْبُدُ۔

چھٹاباب قصر کے بیان میں

ترجمہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک مخصوص طریقہ پر خاص کرنے کو قصر کہا جاتا ہے اور وہ قصر حقیقی اور اضافی کی طرف منقسم ہوتا ہے۔

قصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں اختصاص واقع اور حقیقت کے لحاظ سے ہو نہ کہ کسی دوسری چیز کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے جیسے لَا کاتب فِی المدینۃِ اِلاَّ علیٌّ شہر میں علی کے علاوہ کوئی کاتب نہیں ہے۔ یہ جملہ اس وقت کہنا صحیح ہے جبکہ علی کے سوا شہر میں کوئی دوسرا کاتب موجود نہ ہو۔ قصر اضافی وہ ہے جس میں اختصاص کسی معین چیز کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے ہو جیسے ما علیٌّ الاقائمٌ۔ علی نہیں ہے مگر قائم۔ یعنی علی کے لیے قیام کی صفت ہے قعود کی صفت نہیں۔ یہاں نفی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ علی سے قیام کی صفت کے سوا اس کے تمام اوصاف منفی ہو گئے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں میں سے ہر ایک قسم دو دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔ (یعنی قصر صفت علی موصوف حقیقی، قصر موصوف علی صفت حقیقی، قصر صفت علی موصوف اضافی اور قصر موصوف علی صفت اضافی)(۱) قصر صفت علی موصوف جیسے لَا فارس اِلاَّ علیٌّ نہیں ہے کوئی گھوڑ سوار مگر علی (۲) اور قصر موصوف علی صفت جیسے وما مُحَمَّدٌ اِلاَّ رسُوْلٌ نہیں ہیں محمد (ﷺ) مگر ایک پیغمبر۔ چونکہ اس آیت میں موصوف یعنی محمد ﷺ کو صفت پر مقصور اور منحصر کر دیا گیا ہے لہٰذا ان پر موت کا واقع ہونا ممکن ہے ناممکن نہیں۔

مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر اضافی تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے (۱) قصر افراد (۲) قصر قلب (۳) قصر تعیین)

(۱) قصر افراد۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب دو چیزوں کو کسی ایک امر میں شریک سمجھے۔
(۲) قصر قلب۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب متکلم کے حکم کے خلاف مطلب سمجھتا ہو۔
(۳) قصر تعیین۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب کسی امر غیر معین کا عقیدہ رکھتا ہو۔

اور قصر کے چند طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ نفی اور استثناء ہو جیسے ان ھٰذا الا ملکٌ کریمٌ (نہیں ہے یہ مگر ایک قابل قدر فرشتہ) دوسرا طریقہ انما کا استعمال ہے۔ جیسے انما الفاھمُ علیٌّ (سمجھ دار تو علی ہی ہیں) تیسرا طریقہ لا یا بل یا لکن کے ذریعہ عطف کرنا ہے جیسے انا ناثرٌ لاناظمٌ (میں نثر کہنے والا ہوں نظم کہنے والا نہیں) ما انا حاسبٌ بل کاتبٌ (میں حساب جاننے والا نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں) چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو کلام میں مؤخر ہونا چاہیے اس کو مقدم کرنا جیسے ایاك نعبُدُ (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں)

قصر اور اس کے اقسام کا نقشہ

- قصر حقیقی
  - قصر صفت علی موصوف — لامحبوب الااللہ
  - قصر موصوف علی صفت — انّما اللہ واحدٌ
- قصر اضافی
  - قصر صفت علی موصوف — ماامینٌ الاّ مرغوبٌ
  - قصر موصوف علی صفت — انما مرغوبٌ امینٌ

قصر اضافی باعتبار حالت مخاطب

- قصر افراد
  - قصر صفت علی موصوف — ماعلیٌّ الابکرٌ
  - قصر موصوف علی صفت — مامحمدٌ الارسول
- قصر قلب
  - قصر صفت علی موصوف — لا فارسٌ الاعلیٌّ
  - قصر موصوف علی صفت — لاعلیٌّ الافارسٌ
- قصر تعیین
  - قصر صفت علی موصوف — ماقائم الازید
  - قصر موصوف علی صفت — مازید الا قائمٌ

اَلْبَابُ السَّابِعُ فِى الْوَصْلِ وَالْفَصْلِ
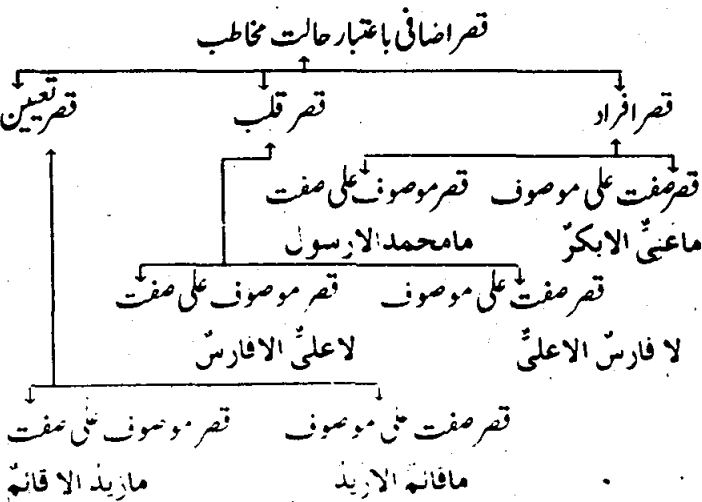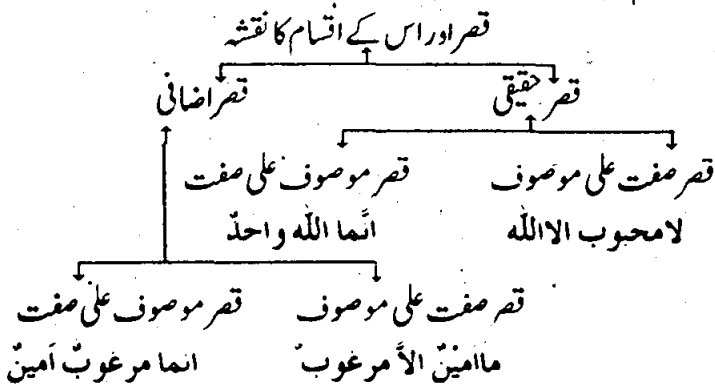
اَلْوَصْلُ عَطْفُ جُمْلَةٍ عَلٰى اُخْرٰى وَالفَصْلُ تَرْكُهٗ.
وَالْكَلَامُ هٰهُنَا قَاصِرٌ عَلٰى العَطْفِ بِالْوَاوِ لِاَنَّ العَطْفَ بِغَيْرِهَا لَا يَقَعُ فِيْهِ اِشْتِبَاهٌ وَلِكُلٍّ مِّنَ الْوَصْلِ بِهَا وَالفَصْلِ مَوَاضِعُ.

(مَوَاضِعُ الْوَصْلِ بِالْوَاوِ) يَجِبُ الْوَصْلُ فِي مَوْضِعَيْنِ.
اَلْاَوَّلُ : اِذَا اتَّفَقَتِ الْجُمْلَتَان خَبَرًا اَوْاِنشَاءً أَوْكَانَ بَيْنَهُمَاجِهَةٌ جَامِعَةٌ اَیْ مُنَاسَبَةٌ تَامَّةٌ وَلَمْ يَكُنْ مَانِعٌ مِنَ العَطْفِ نَحْوُ(اِنَّ الاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِيْم وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ) وَنَحْوُ (فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا)
اَلثَّانِيْ: اِذَا أَوْهَمَ تَرْكُ الْعَطْفِ خَلَافَ المَقْصُوْدِ كَمَا اِذَا قُلْتَ لَاوَشَفَاهُ اللّٰهُ جَوَابًا لِمَنْ يَّسْأَلُكَ هَلْ بَرِئَ عَلِیٌّ مِّنَ المَرَضِ فَتَرْكُ الْوَاوِ يُوْهِمُ الدُّعَاءَ عَلَيْهِ وَغَرَضُكَ الدُّعَاءُ لَهٗ.

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں

ترجمہ: ایک جملے کا دوسرے جملہ پر عطف کرنا وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو فصل کہتے ہیں۔ اس باب میں بحث صرف عطف بحرف الواؤ سے ہوگی کیونکہ واؤ کے علاوہ دوسرے حرفوں کے ذریعہ جو عطف ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا اشتباہ واقع نہیں ہوتا ہے۔ اور وصل اور فصل میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ مواضع ہیں (جو مندرجہ ذیل ہیں)

وصل بالواؤ کے مواضع۔ وصل بحرف الواؤ دو جگہوں میں واجب ہے (۱) پہلی جگہ جب دونوں جملے خبری یا انشائی ہونے میں موافق ہوں اور ان دونوں کے درمیان کوئی وجہ جامع ہو یعنی ان میں مناسبت تامہ ہو اور ان دونوں میں عطف سے مانع کوئی بات نہ ہو جیسے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (بلاشبہ نیک کار جنت میں ہیں اور بدکار لوگ جہنم میں ہیں) اور جیسے فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا (پس چاہئے کہ وہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں)

دوسری جگہ۔ جب کہ ترک عطف سے خلاف مقصود کا وہم ہو جیسے تم جب کہو لا وشفاہُ اللہ اس شخص سے جواب میں جو تم سے یہ پوچھتا ہو کہ کیا علی بیماری سے ٹھیک ہو چکا ہے؟ تو یہاں واؤ کو ترک کر دینے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ تم علی کے لیے بددعا کر رہے ہو حالانکہ تمہاری مراد اس قول سے علی کے لیے دعا کرنی ہے۔

توضیح: واؤ کے علاوہ دوسرے حروف عطف کے ذریعہ عطف کرنے میں اس لیے اشتباہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ حروف دو چیزوں کے درمیان ربط دینے کے معنی کے ساتھ ساتھ دوسرے مختلف معنوں کا فائدہ بھی دیتے ہیں مثلاً فا اور ثُمَّ وغیرہ۔ دو چیزوں کے درمیان ربط دینے کے علاوہ تعقیب اور مہلت وغیرہ کے معنی بھی رکھتے ہیں۔

وجہ جامع: وجہ جامع کے معنی یہ ہیں کہ دونوں جملوں کے مسند الیہ اور مسند میں باہمی تعلق اس طرح سے ہو کہ پہلے جملے کے مسند الیہ اور دوسرے جملے کے مسند الیہ میں لگاؤ ہو مثلاً اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ میں وجہ جامع موجود ہے مذکورہ آیت میں دو جملے ہیں اور دونوں کو حرف عطف سے ملا دیا گیا ہے۔ دیکھئے یہاں دونوں جملے خبری ہونے کے لحاظ سے متحد ہیں۔ ابرار اور فجار جو الگ الگ مسند الیہ ہیں ان دونوں میں تضاد کی نسبت وجہ جامع ہے۔ اسی طرح ان کے نعیم اور جحیم میں ہونا دو علیحدہ علیحدہ مسند ہیں ان دونوں میں بھی تضاد کی نسبت ہے۔ اسی طرح فَلْیَضْحَکُوْا اور فَلْیَبْکُوْا میں بھی تضاد کی نسبت ہے خوب سمجھ لیجئے!!

(مَوَاضِعُ الفَصْلِ) يجبُ الْفَصْلُ فِي خَمْسَةِ مَوَاضِعَ.
اَلاَوَّلُ . اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الجُمْلَتَيْنِ اتِّحَادٌ تَامٌّ بِاَنْ تَكُوْنَ الثَّانِيَةُ بَدْلاًمِّنَ الاُوْلٰى. نَحْوُ (اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ)
اَوْبِاَنْ تَكُوْنَ بَيَانًا لَهَا. نَحْوُ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ) اَوْبِاَنْ تَكُوْنَ مُؤَكِّدَةً لَهَا نَحْوُ (فَمَهِّلِ الكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا) وَيُقَالُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالَ الْاِتِّصَالِ.

ترجمہ: مواضع الفصل ۔ (ترک عطف بحرف واؤ کی جگہیں) فصل پانچ جگہوں میں ضروری ہے۔ پہلی جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کامل اتحاد ہو اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کا بدل واقع ہو جیسا کہ کلام اللہ میں ہے اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ (خداتعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے ایسی چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو۔ مدد کی ہے اس نے تمہاری چوپایوں اور فرزندوں سے) ان دو جملوں میں دوسرا جملہ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ پہلے جملہ کا بدل واقع ہوا ہے۔

یا دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان واقع ہو جیسا کہ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ (تو شیطان نے اس کی طرف بہکایا۔ کہا اے آدم! کیا میں تم کو شجر خلد بتلادوں؟) یہاں دوسرا جملہ قال سے لے کر آخیر آیت تک پہلے جملہ کا بیان ہے۔

یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید واقع ہو جیسا کہ فَمَهِّلِ الكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (تو چھوڑ دیجئے کافروں کو۔ ان کو مہلت دیجئے) یہاں دوسرا جملہ اَمْهِلْهُمْ پہلے جملے کی تاکید ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

اردو میں اسی معنی میں اسیر کا شعر ملاحظہ ہو۔

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انساں کو
گدا کو فکر نان، اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

اَلثَّانِیْ: اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ تَبَایُنٌ تَامٌّ بِاَنْ یَّخْتَلِفَا خَبَرًا وَاِنْشَاءً کَقَوْلِهٖ ؎

وَقَالَ رَائِدُهُمْ اَرْسُوْا نُزَاوِلُهَا
فَحَتْفُ کُلِّ امْرِءٍ یَجْرِیْ بِمِقْدَارٍ

اَوْبِاَنْ لَّا یَکُوْنَ بَیْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ فِی الْمَعْنٰی. کَقَوْلِكَ عَلِیٌّ کَاتِبٌ، اَلْحَمَامُ طَائِرٌ.

فَاِنَّهٗ لَا مُنَاسَبَةَ فِی الْمَعْنٰی بَیْنَ کِتَابَةِ عَلِیٍّ وَطَیَرَانِ الْحَمَامِ.

وَیُقَالُ فِیْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِنَّ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالَ الْاِنْقِطَاعِ.

ترجمہ: دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کامل تباین ہو اس طرح کہ دونوں خبری اور انشائی ہونے کے لحاظ سے مختلف ہوں یعنی اول اگر خبری ہو تو دوسرا انشائی ہو یا اول انشائی ہو تو دوسرا خبری ہو۔ جیسا کہ شاعر کا قول ؎ وَقَالَ رَائِدُهُمْ اَرْسُوْا نُزَاوِلُهَا. فَحَتْفُ کُلِّ امْرِءٍ یَجْرِیْ بِمِقْدَارٍ (اور فوج کے سربراہ نے کہا کہ مضبوط ہو کر رک جاؤ ہم دشمن سے لڑیں گے۔ موت سے کیوں ڈریں جب کہ ہر شخص کی موت حکم الٰہی ہی سے واقع ہوتی ہے) دیکھئے اس شعر میں ارسوا جملہ انشائیہ ہے اور نزاول جملہ خبریہ ہے یا اس طرح کہ دونوں جملوں کے درمیان کسی طرح کی معنوی مناسبت بھی نہ ہو جیسا کہ تمہارا قول علیٌّ کاتبٌ. الحمامُ طائرٌ علی کاتب ہے، کبوتر اڑنے والا ہے۔ اس مثال میں کتابت علی اور طیران حمام کے درمیان کسی طرح کی معنوی

مناسبت نہیں ہے ایسی جگہ میں کہا جاتا ہے کہ اس طرح کے دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے یعنی دونوں جملوں میں کسی قسم کا تعلق اور ربط نہیں اسی طرح کہتے ہیں سَلْمَانُ تَاجِرٌ اَلْکِتَابُ مُفِیْدٌ سلمان کی تجارت اور کتاب کی افادیت میں کوئی ربط نہیں۔

نوٹ: نُزَاوِلُهَا فعل امر ارْسُوا کا جواب نہیں ہے بلکہ امر کی تعلیل ہے اس لیے نُزَاوِلُ مجزوم نہیں ہوا۔

حل کلمات: وَقَالَ رَائِدُ الخ رائدُ اسم فاعل، تلاش کرنے والا۔ قوم کا سردار، مقدمۃ الجیش کا سردار، لیڈر، یہاں صرف سردار اور لیڈر کے معنی میں جمع رُوَّادٌ، اور رَادَةٌ آتی ہے، اَرْسُوا، صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف۔ از افعال اِرْسَاءٌ، ٹھہرنا، ثابت ہونا، استوار ہونا، تعلیل آسان ہے۔ نُزَاوِلُ از باب مفاعلہ۔ کوشش کرنا، مقابلہ کرنا، صیغہ جمع متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف۔ حَتْفٌ، موت، کہا جاتا ہے مات حتف انفہ وہ اپنی موت سے مرا۔ یَجْرِیْ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف جریانا جاری ہونا واقع ہونا (ض)

اَلثَّالِثُ: کَوْنُ الْجُمْلَةِ الثَّانِیَةِ جَوَابًا عَنْ سُوَالٍ نَشَأَ مِنَ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰی کَقَوْلِهٖ ؎

زَعَمَ الْعَوَاذِلُ اَنَّنِیْ فِیْ غَمْرَةٍ
صَدَقُوْا وَلٰکِنْ غَمْرَتِیْ لَاتَنْجَلِیْ

کَاَنَّهٗ قِیْلَ اَصَدَقُوْا فِیْ زَعْمِهِمْ اَمْ کَذَبُوْا فَقَالَ صَدَقُوْا وَیُقَالُ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ شِبْهُ کَمَالِ الْاِتِّصَالِ.

ترجمہ: تیسری جگہ یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہو جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جیسا کہ شاعر کا یہ قول۔ زعم العواذل اَنَّنِیْ فِیْ غَمْرَةٍ. صَدَقُوْا ولکن غَمْرَتِیْ لا تَنْجَلِیْ ترجمہ شعر ملامت کرنے والوں نے کہا

کہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں۔ انہوں نے سچ کہا۔ لیکن میری یہ مصیبت تو ایسی نہیں ہے جو ٹل جائے (یعنی میرے اندر جو عشق کی بیماری ہے وہ لا علاج ہے وہ جانے والی نہیں ہے) تو گویا یہاں پہلے شعر سے یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا انہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا؟ تو شاعر نے جواب میں کہا کہ ہاں! وہ اپنے قول کے سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ایسے دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ہے۔

حلِّ کلمات: زَعَمَ الْعَوَاذِلُ الخ زَعَمَ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف زَعْمًا (ن) گمان کرنا۔ عَوَاذِلُ یہ عَاذِلَةٌ کی جمع ہے بمعنی ملامت کرنے والیاں لیکن یہاں مذکر کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا، اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عَوَاذِلُ، عَاذِلَةٌ کی جمع ہے اور اس اعتبار سے اس کے معنی ہوئے ملامت کرنے والیاں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جَمَاعَةٌ عَاذِلَةٌ کی تاویل میں ہے اس اعتبار سے اس کے معنی ہوئے ملامت کرنے والوں تو یہاں جَمَاعَةٌ عَاذِلَةٌ مؤول بجماعة کی جمع عَوَاذِلُ مان لیا جائے تو پھر کوئی قباحت نہیں ہوگی اور معنی بھی درست ہو جائیں گے جس کے لیے قرینہ صَدَقُوا مذکر کا صیغہ ہے۔ غَمْرَةٌ، شدت مصیبت، مفرد (ج) غُمَرٌ غِمَارٌ غَمَرَاتٌ صَدَقُوا صیغہ جمع مذکر غائب، ماضی، صَدْقًا و صِدْقًا سچ بولنا (ن) لَا تَنْجَلِیْ یہ صیغہ واحد مؤنث غائب ہے از مضارع معروف۔ ضمیر اس میں ھِیَ مستتر ہے جو لوٹ رہی ہے غَمْرَةٌ کی طرف، اِنْجَلٰی یَنْجَلِیْ اِنْجِلَاءً باب انفعال، ظاہر ہونا، کہا جاتا ہے اِنْجَلَی الْهَمُّ عَنْ قَلْبِیْ میرے دل سے غم دور ہو گیا یہاں یہی دوسرے معنی مراد لیے گئے ہیں۔

الرَّابِعُ: اَنْ تَسْبِقَ جُمْلَةٌ بِجُمْلَتَيْنِ يَصِحُّ عَطْفُهَا عَلٰى اِحْدٰهُمَا لِوُجُوْدِ الْمُنَاسَبَةِ وَفِيْ عَطْفِهَا عَلَى الْاُخْرٰى فَسَادٌ فَيُتْرَكُ الْعَطْفُ دَفْعًا لِلْوَهْمِ كَقَوْلِهٖ ؎

وَتَظُنُّ سَلْمٰى اَنَّنِيْ اَبْغِيْ بِهَا
بَدَلًا اُرَاهَا فِي الضَّلَالِ تَهِيْمُ

فَجُمْلَةُ اُرَاهَا يَصِحُّ عَطْفُهَا عَلٰى تَظُنُّ. لٰكِنْ يَمْنَعُ مِنْ هٰذَا تَوَهُّمُ العَطْفِ عَلٰى جُمْلَةِ اَبْغِيْ بِهَا فَتَكُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّالِثَةُ مِنْ مَظْنُونَاتِ سَلْمٰى مَعَ اَنَّهُ لَيْسَ مُرَادًا وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ شِبْهُ كَمَالِ الْاِنْقِطَاعِ.

ترجمہ: چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں سے آگے ایک ایسا جملہ گذرتا ہو جس کا عطف کرنا ان دونوں میں سے کسی ایک پر اس لیے صحیح ہو کہ انکے درمیان یکجہتی اور مناسبت موجود ہے اور اس کو دوسرے جملہ پر عطف کرنے میں ایک گونہ خرابی ہے لہٰذا ایسی حالت میں وہم کو دور کرنے کے لیے عطف ترک کر دیا جائے گا جیسا کہ شاعر کا قول وَتَظُنُّ سَلْمٰى الخ ترجمہ شعر اور سلمٰی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اسکے عوض میں کسی اور محبوبہ کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ گمراہی کے دلدل میں پھنس کر پریشان ہو رہی ہے۔ دیکھئے یہاں تیسرا جملہ اُرَاهَا کا عطف تظنُّ پر درست ہو جاتا ہے لیکن اس عطف کو اس عطف کا وہم روک رہا ہے جو جملہ اَبْغِیْ بِهَا پر ہوتا ہے چنانچہ جملہ ثالثہ "اُرَاهَا" سلمٰی کے مظنونات میں داخل ہوتا ہے باوجودیکہ جملے کا مظنونات سلمٰی سے ہونا مقصود نہیں ہے ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان شبہ کمال انقطاع ہوتا ہے۔

حلّ کلمات: تَظُنُّ سَلْمٰى الخ۔ تظُنُّ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ مضارع، ظَنًّا گمان کرنا (ن) اَبْغِیْ صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف۔ بَغْيًا وبُغْيَةً، طلب کرنا (ض) تعلیل آسان ہے بالکل یرمی کی طرح تعلیل ہوگی۔ اُرٰی صیغہ واحد متکلم بحث اثبات فعل مضارع مجہول۔ رُؤْيَةً دیکھنا (ف) تعلیل پہلے گذر چکی تُرٰونَ کے ضمن میں۔ تَهِيْمُ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف۔ ھَامَ يَهِيْمُ هَيْمًا هُيُوْمًا (ض) آوارہ پھرنا، پریشان ہونا یہاں دوسرے معنی لیے گئے۔

اَلْخَامِسُ. اَنْ لَّا يُقْصَدَ تَشْرِيْكُ الْجُمْلَتَيْنِ فِي الْحُكْمِ

لِقِيَامِ مَانِعٍ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤُنَ. اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَجُمْلَةُ "اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" لَا يَصِحُّ عَطْفُهَا عَلٰى "اِنَّا مَعَكُمْ" لِاِقْتِضَائِهِ اَنَّهُ مِنْ مَقُوْلِهِمْ وَلَا عَلٰى جُمْلَةِ "قَالُوا" لِاِقْتِضَائِهِ اَنَّ اسْتِهْزَاءَ اللّٰهِ بِهِمْ مُقَيَّدٌ بِحَالِ خُلُوِّهِمْ اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ تَوَسُّطٌ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ.

ترجمہ: پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو کسی ایک حکم میں شامل کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے مانع کے ہوتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ الآیۃ دیکھیے اس مقام پر اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا عطف "اِنَّا مَعَكُمْ" پر اس لیے صحیح نہیں ہوتا ہے کہ عطف اس امر کا مقتضی ہے کہ جملہ "اللہ یستھزئ بھم" منافقین کا مقولہ ہو۔ حالانکہ یہ باری تعالی کا مقولہ ہے اسی طرح جملہ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس عطف کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ تعالی کا استہزاء ان منافقین کے ساتھ اس حال سے مقید ہے کہ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ تنہائی میں ہوں۔ اور ایسی جگہ دو جملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہوا کرتا ہے۔

آیت کا ترجمہ۔ اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں وہ اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ہی استہزاء کر رہے ہیں ان کے ساتھ۔

(متاخرین علماءِ معانی کے نزدیک مواضع فصل پانچ ہیں جو مذکور ہیں اور متقدمین کے نزدیک صرف تین ہیں (۱) کمال اتصال (۲) کمال انقطاع (۳) شبہ کمال اتصال باقی شبہ کمال انقطاع اور توسط بین الکمالین موضع ثالث میں شامل کر لیے جاتے ہیں)

اَلْبَابُ الثَّامِنُ فِی الاِیْجَازِ وَالاِطْنَابِ وَالمُسَاوَاةِ

كُلُّ مَا يَجُوْلُ فِي الصَّدْرِ مِنَ الْمَعَانِي يُمْكِنُ اَنْ يُّعَبَّرَ عَنْهُ بِثَلاثِ طُرُق.

(۱) اَلْمُسَاوَاةُ. وَهِيَ تَادِيَةُ الْمَعْنَى الْمُرَادِ بِعِبَارَةٍ مُسَاوِيَةٍ لَهُ بِاَنْ تَكُوْنَ عَلَى الْحَدِّ الَّذِيْ جَرٰى بِهٖ عُرْفُ اَوسَاطِ النَّاسِ. وَهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يَرْتَقُوا اِلٰى دَرَجَةِ الْبَلاغَةِ وَلَمْ يَنْحَطُّوْا اِلٰى دَرَجَةِ الْفَهَاهَةِ.

نَحْوُ (وَاِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِي اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ)

(۲) وَالاِيْجَازُ. وهو تَادِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عنه مَعَ وَفَائِهَا بِالْغَرَضِ نَحْوُ ؎

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَّمَنْزِلٖ

فَاِذَا لَمْ تَفِ بِالْغَرَضِ سُمِّيَ اِخْلالاً كَقَوْلِهٖ ؎

وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِيْ ظِلاَ
لِ النَّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا

مُرَادُهُ اَنَّ الْعَيْشَ الرَّغْدَ فِي ظِلاَلِ الْحُمْقِ خَيْرٌ مِّنَ الْعَيْشِ الشَّاقِّ فِي ظِلاَلِ الْعَقْلِ.

آٹھواں باب ایجاز، اطناب اور مساوات کے بیان میں ہے

ترجمہ: ہر وہ چیز معانی میں سے جو انسان کے سینہ میں گھومتی ہے تین طریقوں سے ان کی تعبیر کرنا ممکن ہے۔

(۱) پہلا طریقہ مساوات کا ہے۔ مساوات کہتے ہیں معنی مراد کو ایسی عبارت سے ادا کرنے کو جو اس معنی کے برابر ہو۔ اس طرح پر کہ وہ عبارت اس معیار کی ہو جس پر اوسط درجے کے لوگوں کا عرفی محاورہ جاری ہے اوسط الناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہ اتنے اوپر کے ہیں کہ انہیں بلیغ کہا جائے اور نہ اتنے گرے ہوئے ہیں کہ سمجھنے کے درجہ سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ مساوات کی مثال وَاِذَارَأَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ (اور جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں میکھ نکالتے رہتے ہیں تو آپ ان سے منہ پھیر لیا کریں۔

(۲) دوسرا طریقہ ایجاز کا۔ ایجاز کہتے ہیں معنی مقصود کو ایسی عبارت سے ادا کرنے کو جو اس معنی کی نسبت سے اگرچہ کم ہو لیکن غرض اس سے پوری ہو جاتی ہو۔ جیسا کہ شعر کے پہلے مصرعہ میں ایجاز کا طریقہ جاری ہے قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰی حَبِیْبٍ وَمَنْزِلٖ. بِسِقْطِ اللِّوَابَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٖ. ترجمہ شعر: اے میرے دونوں دوستو! ذرا توقف کرو تاکہ ہم اپنی محبوبہ اور اس کی اس منزل کو یاد کر کے رولیں جو دخول اور حومل وغیرہ مقامات کے درمیان ریت کے تودوں کے کنارے پر واقع ہے۔ دیکھئے پہلا مصرعہ معنی کے اعتبار سے ناقص العبارت ہے لیکن مقصود پورا ہو جاتا ہے اس میں عبارت اس طرح تھی مِنْ ذِكْرٰی حَبِیْبِنَا وَمَنْزِلِهٖ اس میں مضاف الیہ محذوف کر دیا گیا ہے۔

پھر جب ناقص عبارت متکلم کی غرض پوری نہ کر سکے تو اس کو اخلال کہتے ہیں جیسا کہ شاعر کا قول وَالْعَیْشُ الخ۔ ترجمہ شعر اور خوش حال زندگی جو نا سمجھی کے سایوں میں ہو اس تکلیف دہ زندگی سے زیادہ بہتر ہے جو سمجھ اور عقل کے سایوں میں ہو۔ شاعر کا مطلب اس شعر میں یہ ہے کہ فراغت اور عیش کی زندگی حماقت کے زیر سایہ بہتر ہے اس زندگی سے جو مشقت سے بھرپور عقل کے سایہ میں ہو۔

حلّ کلمات: وَالْعَیْشُ الخ عَیْشًا (ض) آرام کے ساتھ زندگی گذارنا، خَیْرٌ اسم تفضیل ہے اصل میں اَخْیَرُ تھا، یہ غیر منصرف ہے وزن فعل اور وصف کی وجہ سے، تعلیل کر کے یاء کی حرکت کو خاء میں منتقل کر دیا پھر خلاف قیاس

ہمزہ اسم تفضیل کو حذف کر دیا گیا اب وزنِ فعل باقی نہ رہنے کی وجہ سے غیر منصرف نہیں رہا اس لیے تنوین آگئی خیرٌ ہو گیا، اسی طرح شرٌ بھی اسم تفضیل ہے اصل میں اَشْرَرُ تھا پہلی راء کی حرکت شین کو دے کر ثانی راء میں مدغم کر دیا پھر ہمزۂ اسم تفضیل کو خلافِ قیاس حذف کر دیا شرٌ ہو گیا۔ نَوْكٌ (س) نوکاً وَنَوَاکَةً بیوقوف ہونا، کَدٌّ کَدًا محنت کرنا، روزی طلب کرنا (ن)

---

(۳) وَالإِطْنَابُ. وَهُوَ تَادِيَةُ المَعْنٰى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نَحْوُ (رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأسُ شَيْبًا) اَیْ كَبِرْتُ فَإِذَا لَمْ تَكُنْ فِي الزِّيَادَةِ فَائِدَةٌ سُمِّيَ تَطْوِيْلاً اِنْ كَانَتِ الزِّيَادَةُ غَيْرَ مُتَعَيَّنَةٍ وَحَشْوًا اِنْ تَعَيَّنَتْ. فَالتَّطْوِيْلُ نَحْوُ. وَاَلْفٰى قَوْلَهَا كِذْبًا وَمَيْنًا. وَالحَشْوُ نَحْوُ. وَاَعْلَمُ عِلْمَ اليَوْمِ وَالاَمْسِ قَبْلَهُ.

وَمِنْ دَوَاعِيْ الْإِيجَازِ تَسْهِيْلُ الحِفْظِ وَتَقْرِيْبُ الفَهْمِ. وَضِيْقُ المَقَامِ وَالْإِخْفَاءُ. وَسَآمَةُ المُحَادَثَةِ.

وَمِنْ دَوَاعِي الإِطْنَابِ تَثْبِيْتُ المَعْنٰى. وَتَوْضِيْحُ المُرَادِ. وَالتَّوْكِيْدُ وَدَفْعُ الْإِيْهَامِ.

ترجمہ: تیسرا طریقہ اطناب کا ہے اور اطناب کہتے ہیں معنی مقصود کو اپنی عبارت سے ادا کرنے کو جو اس معنی کی نسبت سے زائد ہو اور مفید بھی۔ جیسا کہ آیت کریمہ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ العَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأسُ شَيْبًا (اے میرے پروردگار میرے جسم کی ہڈیاں ڈھیلی ہو چکی ہیں اور سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں) یعنی میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ دیکھیے یہاں اظہار مطلب کے لیے بہت سے الفاظ بڑھا دیئے گئے ہیں تاکہ ضعف اچھی طرح سے ثابت اور متحقق ہو جائے تو اگر زیادتِ عبارت میں کسی طرح کا فائدہ نہ ہو تو اس اطناب کو تطویل کے نام سے پکارا جائے گا بشرطیکہ زیادت متعین نہ ہو۔ اور اس اطناب کو حشو کے نام سے موسوم

کیا جائے گا اگر زیادت متعین ہو۔ تطویل کی مثال وَاَلفٰی قَوْلَهَا کِذْبًا وَمَیْنًا. اس نے اس کے قول کو بالکل غلط اور سفید جھوٹ پایا۔ دیکھئے اس میں کِذْب کے جو معنی ہیں وہی معنی مین کے ہیں۔ لہٰذا دونوں میں کوئی ایک لفظ لاعلی التعیین زائد بلا فائدہ ہے اس کا پہلا مصرعہ۔ وَقَدَّتِ الْاَدِیْمَ لِرَاهِشَیْهِ ملکہ زباء نے اپنے باپ کے قصاص میں جذیمہ ابرش کے پٹھے کاٹ ڈالے اور جذیمہ نے زباء کے قول و قرار (یعنی وہ جذیمہ سے شادی کرلے گی) تو بالکل جھوٹ پایا۔

اور حشو کی مثال۔ وَاَعْلَمُ علم الیوم الخ. میں آج کا بھی علم رکھتا ہوں اور کل کا بھی جو آج سے پہلے گذر چکا ہے۔ دوسرا مصرعہ: ولٰکِنَّنِی عَنْ عِلْمِ مَافِی غَدٍ عَمِی. مگر میں آنے والے کل کے علم سے بے خبر ہوں۔

اور دواعی ایجاز (یعنی وہ اسباب جن کی بنا پر ایجاز کا استعمال ہوتا ہے) یہ ہیں۔ (۱) حفظ میں آسانی پیدا کرنا۔ (۲) عبارت کے مطلب کو فہم کے قریب کرنا (۳) مقام کی تنگی (۴) کسی فائدہ اور ضرورت کے پیش نظر کلام کے کسی حصہ کو چھپا رکھنا (۵) باہمی گفتگو سے رنج پہنچنا۔

اور اطناب کے دواعی یہ ہیں۔ (۱) مخاطب کے سامنے مطلب اور مفہوم کو خوب ثابت کر دینا۔ (۲) اور اپنی مراد کو واضح طور پر پیش کرنا (۳) حکم کو مؤکد کرنا (۴) شک اور وہم کو دور کرنا۔

اَقْسَامُ الْاِیْجَازِ

۱

اَلْاِیْجَازُ. اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ بِتَضَمُّنِ الْعِبَارَةِ الْقَصِیْرَةِ مَعَانِیَ کَثِیْرَةً. وَهُوَ مَرْکَزُ عِنَایَةِ الْبُلَغَاءِ. وَبِهٖ تَتَفَاوَتُ اَقْدَارُهُمْ. وَیُسَمّٰی اِیْجَازَ قِصَرٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ)

وَاِمَّا اَنْ یَکُوْنَ بِحَذْفِ کَلِمَةٍ اَوْجُمْلَةٍ اَوْ اَکْثَرَ مَعَ قَرِیْنَةٍ

تُعيِّنُ المَحذُوفَ وَيُسَمّٰى اِيجازَ حَذْفٍ. فَحَذْفُ الكَلِمَةِ كَحَذْفِ (لَا) فِيْ قَوْلِ امْرِئِ القَيسِ ؎

فَقُلْتُ يَمِيْنُ اللّٰهِ اَبْرَحُ قَاعِدًا
وَلَوْ قَطَعُوْا رَاْسِيْ لَدَيْكَ وَاَوْصَالِيْ

وَحَذْفُ الجُمْلَةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ) اَيْ فَتَاَسَّ وَاصْبِرْ.

وَحَذْفُ الْاَكْثَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَاَرْسِلُوْنِ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ) اَيْ اَرْسِلُوْنِيْ اِلٰى يُوْسُفَ لِاَسْتَعْبِرَهُ الرُّؤْيَا فَفَعَلُوْا فَاَتَاهُ وَقَالَ لَهٗ يَا يُوْسُفُ.

ترجمہ: (ایجاز کلام میں اختصار کرنے کو کہتے ہیں) ایجاز یا تو اس طرح پر ہو کہ ایک چھوٹی سی عبارت کے تحت بہت سے معنی ہوں اور یہی وہ قسم ہے جو بلغاء کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور اسی سے بلغاء کے مرتبوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور ایجاز کی اس قسم کا نام ایجاز قصر رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (قصاص میں تمہاری زندگی ہے) اس آیت کے اندر کلمات کم ہیں مگر معانی بہت ہیں، آیت کی پوری تفسیر اور معانی قرآن کی تفسیروں میں دیکھ سکتے ہیں۔ توضیح میں مختصر تفسیر لکھی گئی دیکھ لیجئے گا۔

یا وہ ایجاز ایک کلمہ یا جملہ یا بہت سے کلموں اور جملوں کے حذف سے حاصل ہوا ایسے قرینے کے ساتھ جو محذوف کو معین کر سکے، اور ایجاز کی اس دوسری قسم کا نام ایجاز حذف رکھا جاتا ہے۔ تو حذف کلمہ کی مثال میں امرء القیس شاعر کا قول پیش کیا جاتا ہے جس میں لاَ اَبْرَحُ کا لا حذف کر دیا گیا ہے۔

شعر کا ترجمہ: تو میں نے کہا کہ بخدا میں ہمیشہ بیٹھا رہوں گا اگرچہ وہ لوگ تمہارے سامنے میرا سر اور میرے جسم کے تمام جوڑ بند کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں۔ اور حذف جملہ کی مثال میں رب العالمین کا یہ قول ہے وَاِنْ

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ اى فَتَأَسَّ وَاصْبِرْ ترجمہ (اور اگر مشرکین آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بڑے بڑے انبیاء کرام جھٹلائے جاچکے ہیں) آپ اس معاملہ میں ان کی پیروی کریں اور صبر سے کام لیں اس آیت میں فَتَأَسَّ وَاصْبِرْ جملہ جزائیہ محذوف ہے فَقَدْ كُذِّبَتْ میں جو فاء ہے وہ جزائیہ نہیں ہے بلکہ فاء سببیہ ہے اور حذف اکثر کی مثال اللہ تعالی کا یہ قول فَأَرْسِلُوْنِ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ ہے یعنی مجھے یوسف تک کی جانے کی اجازت دو تاکہ اس سے خواب کی تعبیر معلوم کرلوں چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ یوسف کے پاس پہنچااور اسی سے اس طرح خطاب کیااے یوسف! (اس کلام میں ایک جملہ سے زیادہ حصہ حذف کردیا گیا جیساکہ مذکورہ جملوں سے واضح ہے)

توضیح: ولكم في القصاص حيوة

قصاص میں اگرچہ بظاہر ایک جان جاتی ہے لیکن اس میں تمہاری بہت سی جانوں کی زندگی ہے، ایک جان لینے سے بہت سی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں قاتل گناہ سے پاک ہوااور عذاب دوزخ سے رہائی پائی اور حیات ابدی اس کو حاصل ہوئی اور مقتول اگرچہ مارا گیا لیکن جب اس کا عوض اور بدلہ لے لیا گیا تواس کا مرنا رایگاں نہیں گیا، وارثین مقتول کے لیے باعث عز وجاہ ہوااور قصاص لے لینے سے وارثوں کا دل ٹھنڈا ہوا غصہ کی آگ بجھ گئی اور آئندہ کے لیے کشت وخون کا سلسلہ بند ہوا، فریقین ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے پس اس حکم کا مشروع ہونا خلائق کے لیے موجب رحمت اور سرمایۂ زندگی ہوا۔

اس بات کو سمجھنا عقل والوں کا کام ہے البتہ جن لوگوں کی عقل نہیں ہے وہ بات کی تہہ تک نہیں پہنچتے فقط ظاہر پر اکتفاء کرتے ہیں اور قص۔ [illegible] اتلاف جان سمجھتے ہیں۔ (معارف القرآن ادریسی)

اَقْسَامُ الْاِطْنَابِ

اَلْاِطْنَابُ يَكُوْنُ بِاُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ

(مِنهَا) ذِكرُ الخَاصِّ بَعْدَ العَامِّ نَحْوُ اِجْتَهِدُوْا فِي دُرُوْسِكُمْ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ وَفَائِدَتُهُ التَّنْبِيْهُ عَلٰى فَضْلِ الْخَاصِّ كَأَنَّهُ لِرِفْعَتِهِ جِنْسٌ اٰخَرُ مُغَايِرٌ لِّمَا قَبْلَهُ.

(وَمِنْهَا) ذِكْرُ الْعَامِّ بَعْدَ الْخَاصِّ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى (رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ)

(وَمِنْهَا) الْإِيْضَاحُ بَعْدَ الْإِبْهَامِ نَحْوُ (اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ)

(وَمِنْهَا) التَّوْشِيْعُ وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى فِي آخِرِ الْكَلَامِ بِمُثَنًّى مُفَسَّرٍ بِاثْنَيْنِ كَقَوْلِهِ ؎

اَمْسٰى وَاَصْبَحَ مِنْ تِذْكَارِكُمْ وَصِبًا
يَرْثِيْ لِيَ الْمُشْفِقَانِ الْاَهْلُ وَالْوَلَدُ

ترجمہ: بہت سی چیزوں سے اطناب حاصل ہوتا ہے بعض ان میں سے یہ ہیں:

(۱) ذکر الخاص بعد العام یعنی کسی عام چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی خاص چیز کو بیان کرنا جیسا کہ اِجْتَهِدُوْا فِي دُرُوْسِكُمْ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ. اپنے اسباق اور عربی زبان سیکھنے میں محنت کرو۔ اس قسم سے فائدہ یہ ہے کہ خاص چیز کی افضلیت پر مخاطب کو تنبیہ کی جائے گویا خاص اپنی رفعت شان کی وجہ سے مستقل ایک دوسری جنس ہے جو اپنے ماقبل (عام) کے مغائر ہے دیکھئے مثال مذکور میں دروس عام ہے اور اللغۃ العربیۃ خاص ہے۔

(۲) ذِكْرُ الْعَامِّ بَعْدَ الخَاصِّ یعنی کسی خاص چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی عام چیز کو بیان کرنا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "رَبِّ اغْفِرْلِيْ الآية - ترجمہ آیت۔ اے میرے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے ماں باپ کے گناہوں کو بھی اور ان لوگوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو میرے گھر میں ایمان

کی حالت میں داخل ہوں نیز ان تمام مردوں اور عورتوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہوں (اس جگہ مؤمنین اور مؤمنات کا بیان خاص کے بیان کے بعد ہوا تاکہ مخاطب کو معلوم ہو کہ خاص کی یہاں اہمیت زیادہ ہے)۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کو مبہم ذکر کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرنا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ. اللہ تعالی نے تمہاری مدد کی ایسی چیز سے کہ تم اسے خوب جانتے ہو۔ اس نے چوپایوں اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائی۔ (دیکھو یہاں تعلمون میں ابہام تھا پھر انعام اور بنین سے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

(۴) چوتھی قسم توشیع ہے وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں کوئی ایسا تثنیہ کا لفظ لایا جائے جس کی تفسیر دو چیزوں سے کی جائے۔ جیسا کہ اس شعر میں۔ ترجمہ شعر۔ تمہاری یاد سے میں صبح و شام بے قرار رہتا ہوں، میری اس بے قراری پر دو مشفق (مہربان) نوحہ خوانی کرتے ہیں یعنی بیوی اور بچے۔ (یعنی یہاں مشفقان تثنیہ کا صیغہ ہے اس کی تفسیر اَلْاَهْلُ اور اَلْوَلَدُ سے کی گئی ہے۔

(وَمِنْهَا) التَّكْرِيْرُ لِغَرَضٍ كَطُوْلِ الْفَصْلِ فِيْ قَوْلِهٖ ۔

وَاِنَّ امْرَأً دَامَتْ مَوَاثِيْقُ عَهْدِهٖ
عَلٰى مِثْلِ هٰذَا اِنَّهٗ لَكَرِيْمٌ

وَكَزِيَادَةِ التَّرْغِيْبِ فِي الْعَفْوِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)

وَكَتَاكِيْدِ الْاِنْذَارِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ)

(وَمِنْهَا) الْاِعْتِرَاضُ وَهُوَ تَوَسُّطُ لَفْظٍ بَيْنَ اَجْزَاءِ جُمْلَةٍ اَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَتَيْنِ مَعْنًى لِغَرَضٍ نَحْوُ ۔

اِنَّ الثَّمَانِیْنَ وَبُلِّغْتَهَا
قَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِیْ اِلٰی تَرْجُمَانْ
وَ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی(وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَّایَشْتَهُوْنَ)

---

(۵) پانچویں قسم کلام کو کسی غرض سے یعنی فائدہ کے لیے مکرر لایا جاتا ہے۔(یہ فائدہ کئی قسموں پر شامل ہے) جیسا کہ طول فصل کا فائدہ شاعر کے شعر میں ترجمہ شعر۔اور ایسا شخص جس کا قول وقرار اس جیسی چیز کا ہمیشہ رہا ہے بے شک وہ ایک باعزت اور شریف آدمی ہے۔(دیکھیے اس شعر میں امرء اور اس کی خبر لکریم کے درمیان دَامَتْ مَوَاثِیق عهده علی مثل هٰذا کا ایک طویل فاصلہ حائل ہے اس طویل فاصلہ کی بنا پر کوئی غلط مفہوم نہ سمجھ لے اس لیے اس اِنَّهٗ کی تکرار سے فائدہ یہ ہوا کہ صحیح مفہوم مراد لیا جائے گا)

(۲) اور جیسکہ اللہ تعالیٰ کا قول در گذر کرنے میں زیادہ شوق دلانے کے لیے، آیت کا ترجمہ: بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں کچھ افراد تمہارے دشمن ہیں لہٰذا تم ان سے ہوشیار رہو۔اور ان کے ساتھ عفو اور درگذر سے پیش آتے رہو اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے(کیوں کہ معاف کرنے میں شوق دلانا بھی ایک فائدہ کا کام ہے اس لیے اس کو مکرر لایا گیا)

(۳) اسی طرح دھمکانے کی تاکید بھی ایک فائدہ کی چیز ہے اس لیے کلام میں اس کو مکرر لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان۔ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ترجمہ۔ ہرگز نہیں عنقریب جان لو گے، پھر ہرگز نہیں عنقریب جان لوگے۔(اس آیت سے انسان کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں اس قدر منہمک نہ ہو کہ آخرت کو بالکل ہی بھلا دے، اس تاکیدی آیت سے انسان کو ڈرایا جا رہا ہے تا کہ وہ آخرت کی تیاری کرے)

(٦) اور چھٹی قسم اعتراض ہے اور کسی لفظ کا کسی جملہ کے اجزاء کے درمیان میں

ہونا یا کسی لفظ کا ایسے دو جملوں کے درمیان میں آنا جو فائدہ کے لیے معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر. اسی سال کی عمر نے (خدا کرے یہ عمر دراز آپ کو بھی نصیب ہو) میرے کانوں کو (ثقل سماعت کی وجہ سے) ایک ترجمان کا محتاج بنا کر رکھ دیا ہے (شعر مذکور میں "وَقَدْ بُلِّغْتَهَا" جملہ معترضہ ہے جو دعا کے لیے درمیان میں لایا گیا ہے۔ اسی طرح آیت مذکور میں سُبْحَانَهٗ کا کلمہ معترضہ واقع ہوا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کفار اللہ تعالی کے لیے لڑکیاں ٹھہراتے ہیں (حالانکہ وہ ایسی چیزوں سے پاک ہے) اور اپنے لیے جو بہتر چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں۔

(وَمِنْهَا) الْإِيغَالُ وَهُوَ خَتْمُ الْكَلَامِ بِمَا يُفِيْدُ غَرَضًا يَتِمُّ الْمَعْنٰى بِدُوْنِهٖ كَالْمُبَالَغَةِ فِي قَوْلِ الْخَنْسَاءِ ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ
كَأَنَّهٗ عَلَمٌ فِيْ رَأْسِهٖ نَارٌ

(وَمِنْهَا) التَّذْيِيْلُ وَهُوَ تَعْقِيْبُ الْجُمْلَةِ بِأُخْرٰى تَشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهَا تَاكِيْدًا لَهَا وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ جَارِيًا مَجْرَى الْمَثَلِ لِاِسْتِقْلَالِ مَعْنَاهُ وَاسْتِغْنَائِهٖ عَمَّا قَبْلَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا)
وَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ غَيْرَ جَارٍ مَجْرَى الْمَثَلِ لِعَدَمِ اِسْتِغْنَائِهٖ عَمَّا قَبْلَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (ذٰلِكَ جَزَيْنَا هُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ)

---

(۷) ساتویں قسم ایغال ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کو ایسے لفظ پر ختم کرنا جو کسی ایسے نکتے کا فائدہ دیتا ہے جس کے بغیر بھی اصل مقصود پورا ہو جاتا ہے جیسا کہ مبالغہ کا فائدہ خنساء کے شعر میں ترجمہ شعر. بے شک میرے بھائی صخر کی

شخصیت ایسی تھی کہ اس سے قوم کے سارے رہنما امامت کا سبق حاصل کرتے تھے گویا وہ عزت اور رفعتِ شان کے اعتبار سے ایک بلند پہاڑ تھا جس کی چوٹی پر آگ کا شعلہ ہے (اور اس سے ساری آبادی جگمگا رہی ہے اس شعر میں فِی رَأسِہٖ نَارٌ کا جملہ محض مبالغہ کی غرض سے لایا گیا ہے ورنہ اس کے بغیر بھی متکلم کا مقصود پورا ہو رہا ہے)

(۸) آٹھویں قسم تذییل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ کے بعد دوسرا ایسا جملہ لایا جائے جو پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو اور اس کی تاکید ہو (اور وہ دو قسم پر ہے) پہلی قسم یہ ہے کہ جملہ ثانیہ ضرب المثل کے قائم مقام ہو اس سبب سے کہ اس کے معنی مستقل ہیں اور وہ اپنے ماقبل سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا. یہاں جملہ ثانیہ یعنی اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا جملہ اولیٰ کی تاکید ہے۔ ترجمہ آیت۔ حق ظاہر ہوا اور باطل مٹ گیا اور یقیناً باطل مٹنے والی چیز ہی ہے (اس سے ایک مستقل عام فائدہ کی طرف نشاندہی کر دی گئی کہ باطل کی بقا نہیں ہے دیر سویر آخر کار مٹ کر ہی رہے گا) دوسری قسم یہ ہے کہ جملہ ثانیہ ضرب المثل کے قائم مقام نہ ہو اس لیے کہ وہ اپنے ماقبل سے بے نیاز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ. یہاں جملہ ثانیہ هَلْ نُجَازِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ جملہ اولیٰ کے لیے تاکید ہے لیکن یہ جملہ اپنے معنی کے لحاظ مستغنی نہیں ہے (یعنی یہ مشہور جملہ نہیں ہے جس طرح اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا مشہور اور ضرب المثل ہے) آیت کا ترجمہ: وہ بدلہ ہم نے دیا ان کو کفر اور ناشکری کا، اور اس قسم کا خاص بدلہ ایسے لوگوں کو دیا کرتے ہیں جو کافر اور ناشکرے ہوں۔

حل کلمات: صَخراً یہ حضرت خنساءؓ شاعرہ کے بھائی تھے، تَأتَمُّ صیغہ واحد مؤنث غائب، مضارع، از اِفتِعَال اقتداء کرنا، تعلیل آسان ہے۔ هُدَاةٌ باب ضَرَب سے هِدَايَةٌ راستہ بتلانا۔ هُدَاةٌ یہ هَادِیْ صفت کی جمع ہے جیسے قُضَاةٌ، قَاضِیْ کی جمع، نُحَاةٌ نَاجِیْ کی جمع ہے۔ عَلَمٌ یہاں پہاڑ کے معنی میں آیا ہے، اور عَلَم نام کے معنی کے بھی آتا ہے۔

(وَمِنْهَا) اَلْاِحْتِرَاسُ وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى فِىْ كَلَامٍ يُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا يَدْفَعُهٗ نَحْوُ ؎

فَسَقٰى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا
صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةٌ تَهْمِىْ

(وَمِنْهَا) اَلتَّكْمِيْلُ وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى بِفَضْلَةٍ تَزِيْدُ الْمَعْنٰى حُسْنًا نَحْوُ (وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ) اَىْ مَعَ حُبِّهٖ وَذٰلِكَ اَبْلَغُ فِى الْكَرَمِ.

(۹) نویں قسم احتراس ہے۔ احتراس کہلاتا ہے کہ کسی ایسے کلام میں جس سے مقصود کے مخالف امر کا وہم ہو، ایسا لفظ لانا جو اس وہم کو دور کر دے جیسا کہ "غَيْرَ مُفْسِدِهَا" کا لفظ شعر مذکور میں شعر کی نثر اور اصل عبارت اس طرح ہے فَسَقٰى دِيَارَكَ صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةٌ تَهْمِىْ غَيْرَ مُفْسِدِهَا. شاعر اپنے ممدوح کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ موسم بہار کی بارش اور موسلادھار پانی تمہارے وطن کو سر سبز و شاداب کرے اس طرح کہ وہ کسی قسم کی خرابی اور تباہی ظاہر نہ کرے دیکھئے یہاں غیر مفسد ہا کے لفظ سے کس طرح اس وہم کو دور کر دیا گیا جو جملہ کے پہلے حصہ میں پایا جاتا تھا یعنی وہم یہ تھا کہ جب اس قدر زوروں کی بارش ہو گی تو سارا علاقہ غرقاب ہو کر تباہ ہو جائے گا۔

(۱۰) دسویں قسم تکمیل ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں کوئی ایسا زائد لفظ لایا جائے جو معنی کے حسن کو بڑھادے جیسا کہ "وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ یہاں عَلٰى حُبِّهٖ کا لفظ زائد ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ کھلاتے ہیں کھانا باوجود اس کی محبت ہونے کے (مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خود بھوکے رہتے ہیں دوسروں کو کھلاتے ہیں اس طرح پر کھانا کھلانا انتہا درجے کی سخاوت ہے۔

حل کلمات: سَقٰى سَقْيًا (ض) سیراب کرنا۔ دِيَارٌ یہ دَارٌ کی جمع ہے گھر

کے معنی میں یہاں مراد ملک ہے .صوبٌ بارش،صَابَ یَصُوْبُ صَوبًا (ن) اوپر سے اترنا، خوب بارش ہونا۔ دِیمَةٌ لگاتار بارش، جس میں چمک وگرج نہ ہو۔ (ج) دِیَمٌ وَدُیُوْمٌ تهمِی، صیغہ واحد مؤنث غائب، مضارع، همْیا وهمیانا (ض) جاری ہونا، بہنا، غیر مُفسِدِها ترکیب میں سقی یا تهمِی کے فاعل سے حال واقع ہو رہا ہے۔

اَلْخَاتِمَةُ

(فِیْ اِخْرَاجِ الْکَلَامِ عَلٰی خِلَافِ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ)

اِیْرَادُ الْکَلَامِ عَلٰی حَسْبِ مَاتَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ یُسَمّٰی اِخْرَاجَ الْکَلَامِ عَلٰی مُقْتَضَی الظَّاهِرِ.وَقَدْ تَقْتَضِی الْاَحْوَالُ الْعُدُولَ عَنْ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ.وَیُوْرَدُ الْکَلَامُ عَلٰی خِلَافِهٖ فِیْ اَنْوَاعٍ مَخْصُوصَةٍ.

(مِنْهَا) تَنْزِیْلُ الْعَالِمِ بِفَائِدَةِ الْخَبَرِ اَوْلَازِمِهَا. مَنْزِلَةَ الْجَاهِلِ بِهَالِعَدَمِ جَرْیِهٖ عَلٰی مُوْجَبِ عِلْمِهٖ فَیُلْقَی اِلَیْهِ الْخَبَرُ کَمَا یُلْقٰی اِلَی الْجَاهِلِ. کَقَوْلِكَ لِمَنْ یُؤْذِیْ اَبَاهُ هٰذَا اَبُوْكَ.

(وَمِنْهَا) تَنْزِیْلُ غَیْرِ الْمُنْکِرِ مَنْزِلَةَ الْمُنْکِرِ اِذَا لَاحَ عَلَیْهِ شَیْءٌ مِّنْ عَلَامَاتِ الْاِنْکَارِ فَیُؤَکِّدُ لَهٗ نَحْوُ.

جَاءَ شَقِیْقٌ عَارِضًا رُمْحَهٗ
اِنَّ بَنِیْ عَمِّكَ فِیْهِمْ رِمَاحٌ

وَکَقَوْلِكَ لِلسَّائِلِ الْمُسْتَبْعِدِ حُصُوْلَ الْفَرَجِ اِنَّ الْفَرَجَ لَقَرِیْبٌ وَتَنْزِیْلُ الْمُنْکِرِ اَوِالشَّاكِّ مَنْزِلَةَ الْخَالِیْ اِذَا کَانَ

مَعَہٗ مِنَ الشَّوَاھِدِ مَا اِذَا تَأَمَّلَہٗ زَالَ اِنْکَارُہٗ اَوْ شَکُّہٗ. کَقَوْلِكَ لِمَنْ یُنْکِرُ مَنْفَعَةَ الطِّبِّ اَوْ یَشُكُّ فِیْھَا اَلطِّبُّ نَافِعٌ.

خاتمہ

مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام استعمال کرنا۔ گذشتہ قواعد کے مطابق کلام کا استعمال بلغاء کی اصطلاح میں اِخْرَاجُ الکَلَامِ علی مقتضی الظاہر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن احوال چوں کہ کبھی مقتضائے ظاہر سے عدول کرنے کے بھی مقتضی ہوتے ہیں اس لیے مقتضائے ظاہر کے خلاف بھی حسب ذیل مخصوص طریقوں پر کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) ان طریقوں میں سے پہلا طریقہ تنزیل العالم منزلۃ الجاہل ہے یعنی ایسے شخص کو جو فائدہ خبر یا لازم فائدۂ خبر کا عالم ہو ایسے شخص کے مرتبے میں اتار دیا جائے جو ان چیزوں سے بے خبر ہو کیونکہ عالم اپنے مقتضائے علم کے مطابق نہیں چل رہا ہے لہٰذا اس عالم کو اس طرح خبر پیش کی جائے گی جس طرح کسی جاہل کو پیش کی جاتی ہے مثلاً ایسے شخص سے جو اپنے باپ کو تکلیف پہنچاتا ہے تم کہتے ہو کہ "یہ تمہارے باپ ہیں" یا کسی بے نمازی عالم سے کہے کہ الصلوٰۃ واجبۃ کہ نماز فرض ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ غیر منکر مخاطب کو منکر کے درجہ میں اتار دینا، جب غیر منکر مخاطب پر انکار کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے، تو اس وقت اس کے لیے مؤکد کلام لایا جائے گا۔ جیسا کہ شاعر کا قول۔ شقیق اپنے نیزے کو عرض میں رکھ کر اتراتا ہوا آیا (تو اس کی اس مغرورانہ چال کو دیکھ کر کسی نے اس سے کہا چل ہٹ جا) بے شک تیرے چچازاد بھائیوں کے پاس بہت سے نیزے ہیں اور جیسا کہ (دوسری مثال) تم اس سائل سے کہو جو خوشحالی کے حصول کو مستبعد سمجھتا ہو۔ اِنَّ الفَرَجَ لَقَرِیْبٌ بلاشبہ خوشحالی قریب ہے۔

اور کبھی منکر اور شک کرنے والے مخاطب کو اس مخاطب کے مقام میں

اتاز دیا جاتا ہے جو خالی الذہن ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس مخاطب منکر یا شک کرنے والے کے پاس کچھ ایسے شواہد ہوں جب ان پر غائرانہ نظر ڈالے گا تو اس کا انکار یا شک دور ہو جائے گا جیسا کہ جب آپ ایسے شخص سے جو فن طب کے فوائد کا منکر ہو یا اس کی افادیت میں شک کرنے والا ہو کہتے ہو الطِّبُّ نَافِعٌ کہ فن طب فائدہ مند ہے۔

(وَمِنْهَا) وَضْعُ الْمَاضِيْ مَوْضِعَ الْمُضَارِعِ لِغَرَضٍ كَالتَّنْبِيْهِ عَلٰى تَحَقُّقِ الْحُصُوْلِ، نَحْوُ (اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ) اَوِ التَّفَاؤُلِ نَحْوُ (اِنْ شَفَاكَ اللّٰهُ الْيَوْمَ تَذْهَبْ مَعِيْ غَدًا)

وَعَكْسُهٗ اَيْ وَضْعُ الْمُضَارِعِ مَوْضِعَ الْمَاضِيْ لِغَرَضٍ. كَاسْتِحْضَارِ الصُّوْرَةِ الْغَرِيْبَةِ فِي الْخَيَالِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا) اَيْ فَاَثَارَتْ.

وَاِفَادَةِ الْاِسْتِمْرَارِ فِي الْاَوْقَاتِ الْمَاضِيَةِ نَحْوُ (لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ) اَيْ لَوِ اسْتَمَرَّ عَلٰى اِطَاعَتِكُمْ.

ترجمہ: (۳) تیسرا طریقہ وضع الماضی موضع المضارع ہے یعنی کسی غرض اور نکتے کے لیے ماضی کو مضارع کے مقام پر استعمال کرنا جیسے مخاطب کو کسی چیز کے حاصل ہو جانے پر تنبیہ کرنا مثلاً اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا حکم آ چکا ہے لہٰذا تم اس کے جلد آنے کے خواستگار نہ بنو۔ دیکھئے یہاں یأتی صیغہ مضارع کی جگہ میں اتی صیغہ ماضی استعمال کیا گیا تاکہ اس کے وقوع یقینی ہونے میں مخاطب کو کوئی شک وشبہ نہ رہے حالانکہ مقتضائے ظاہر کے لحاظ سے یاتی صیغہ مضارع آنا چاہیے یا نیک فالی حاصل کرنا مثلاً اِنْ شَفَاكَ اللّٰهُ الْيَوْمَ تَذْهَبْ مَعِيْ غَدًا. اگر رب العالمین نے آج تم کو شفا دیدی تو کل

میرے ساتھ جاؤ گے دیکھیے یہاں یَشْفِیْ مضارع کے بجائے شفا ماضی لایا گیا، محض نیک فالی کے لیے گویا کہ خدا نے شفا دیدی۔

اور کبھی اس کے برعکس وضع المضارع موضع الماضی یعنی مضارع کو ماضی کی جگہ پر رکھنا کسی غرض اور فائدہ کے لیے جیسے اس عجیب وغریب صورت کو حاضر کرنا جو پہلے سے ذہن میں تھی جیسے اللہ تعالی کا قول هو الذی الآیہ آیت کا ترجمہ: وہ وہی خدا تو ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ ہوائیں بادل کو ایک طرف سے دوسری طرف اڑاتی رہتی ہیں۔ (یہاں فاثارت صیغہ ماضی کے بجائے فَتُثِیْرُ صیغہ مضارع لایا گیا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ماضی کی چیزوں کو مخاطب کے سامنے پیش کرنے کے لیے صیغہ حال استعمال کیا گیا تاکہ خوب اچھی طرح منظر کشی ہو جائے۔ یا ایام گذشتہ میں استمرار کا فائدہ دینا۔ مثلاً لو یُطِیعُکُمْ الآیۃ. ترجمہ: یعنی اگر رسولؐ تمہاری باتیں مان لیا کریں بہت سے معاملات میں تو تم لوگ سخت مصیبت میں پھنس جاؤ گے، مطلب یہ ہے کہ اگر رسولؐ تمہاری باتوں کو ہمیشہ مانتے رہتے تو تم مصیبت میں پڑے رہتے۔

(وَمِنْهَا) وَضْعُ الْخَبَرِ مَوْضِعَ الْإِنْشَاءِ لِغَرَضٍ كَالتَّفَاؤُلِ نَحْوُ هَدَاكَ اللّٰهُ لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ.

وَاِظْهَارِ الرَّغْبَةِ نَحْوُ رَزَقَنِي اللّٰهُ لِقَاءَكَ. وَالْاِحْتِرَازِ عَنْ صُوْرَةِ الْأَمْرِ تَاَدُّبًا كَقَوْلِكَ يَنْظُرُ مَوْلَايَ فِي أَمْرِيْ.

وَعَكْسُهُ أَيْ وَضْعُ الْإِنْشَاءِ مَوْضِعَ الْخَبَرِ لِغَرَضٍ كَاِظْهَارِ الْعِنَايَةِ بِالشَّيْءِ نَحْوُ (قُلْ أَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَأَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) لَمْ يَقُلْ وَإِقَامَةُ وُجُوْهِكُمْ عِنَايَةً بِأَمْرِ الصَّلٰوةِ.

وَالتَّحَاشِيْ عَنْ مُوَازَاةِ اللَّاحِقِ بِالسَّابِقِ. نَحْوُ (قَالَ إِنِّيْ أُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْا أَنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ) لَمْ يَقُلْ

وَاُشْهِدُ كُمْ تَحَاشِيًا عَنْ مُوَازَاةِ شَهَادَتِهِمْ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ.
وَالتَّسْوِيَةِ نَحْوُ (اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ)

ترجمہ (۴) اور کبھی کلام خبری کو کلام انشائی کی جگہ میں رکھتے ہیں کسی غرض اور نکتہ کی وجہ سے مثلاً نیک فالی لینا جیسے هداك الله لصالح الاعمال (خدا تمہیں اچھے کاموں کی ہدایت نصیب فرمائیں، یہ جملہ "اے خدا! تو اسے ہدایت نصیب فرما" کی جگہ میں استعمال کیا گیا۔ (۲) اور اظہار رغبت کرنا۔ خدا مجھے تمہاری ملاقات نصیب کرے۔ یہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ لِقَائَكَ کی جگہ میں استعمال کیا گیا۔ (۳) ادب کا لحاظ کر کے امر کے طریقہ سے گریز کرنا (کیونکہ امر کی صورت میں استعلاء کا انداز نمایاں ہو جاتا ہے جو ادب کے خلاف ہے) جیساکہ یَنْظُرُ مَوْلَایَ فِیْ اَمْرِیْ (میرے آقا میرے معاملہ میں غور فرمائیں گے) یہ اُنْظُرْ مَوْلَایَ کی جگہ استعمال کیا گیا۔

اور اس کے کبھی برعکس کلام لایا جاتا ہے یعنی خبری جملوں کی جگہ میں انشائی جملے رکھے جاتے ہیں کسی غرض اور نکتہ کی وجہ سے، جیساکہ (۱) کسی چیز پر خاص توجہ رکھنے کے اظہار کے لیے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے رسول! کہہ دیجئے کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور تم لوگ سیدھے رکھو اپنے چہرے کو ہر نماز کے وقت (قبلہ کی طرف) حکم صلاۃ کی اہمیت کا لحاظ کر کے اِقَامَةِ وُجُوْهِكُمْ نہیں کہا۔ اور اقامۃ کا عطف قسط پر نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی جگہ اقیموا امر کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ (۲) اس بات سے براءت ظاہر کرنے کے لیے کہ کلام لاحق کلام سابق کے مقابل ہو جائے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا قول قَالَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ الآیۃ ترجمہ آیت کہا، میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم لوگ گواہ رہو کہ میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں جن کو تم لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو یہاں وَاُشْهِدُكُمْ نہیں کہا اس سبب سے کہ لوگوں کی شہادت کو اللہ تعالیٰ کی شہادت کے مقابل میں لانے سے براءت ظاہر کرنا مقصود ہے۔ (۳) اور تسویہ کے لیے یعنی فعل اور مقابل فعل کے درمیان

مساوات قائم کرنا۔ جیسا کہ اَنۡفِقُوۡ طَوۡعًا اَوۡ کَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ (خرچ کرو رضامندی سے یا ناراضگی سے۔ بہر حال تمہارا خرچ کرنا ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔ یہاں یہ جملہ اَنۡفَقۡتُمۡ طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ کی جگہ استعمال کیا گیا انفاق طوعاً اور کرھاً کے درمیان مساوات قائم کرنے کے لیے۔

(وَمِنۡهَا) اَلۡاِضۡمَارُ فِيۡ مَقَامِ الۡاِظۡهَارِ لِغَرَضٍ . كَادِّعَاءِ اَنَّ مَرۡجِعَ الضَّمِيۡرِ دَائِمُ الۡحُضُورِ فِيۡ الذِّهۡنِ كَقَوۡلِ الشَّاعِرِ ؎

اَبَتِ الۡوِصَالَ مَخَافَةَ الرُّقَبَاءِ
وَاَتَتۡكَ تَحۡتَ مَدَارِعِ الظَّلۡمَاءِ

اَلۡفَاعِلُ ضَمِيۡرٌ لَمۡ يَتَقَدَّمۡ لَهٗ مَرۡجِعٌ. فَمُقۡتَضَى الظَّاهِرِ الۡاِظۡهَارُ وَتَمۡكِيۡنُ مَابَعۡدَ الضَّمِيۡرِ فِيۡ نَفۡسِ السَّامِعِ لِتَشَوُّقِهٖ اِلَيۡهِ اَوَّلًا نَحۡوُ هِيَ النَّفۡسُ مَا حَمَّلۡتَهَا تَتَحَمَّلُ. هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ .نِعۡمَ تِلۡمِيۡذُ نِ الۡمُؤَدَّبُ وَعَكۡسُهٗ اَيِ الۡاِظۡهَارُ فِيۡ مَقَامِ الۡاِضۡمَارِ لِغَرَضٍ. كَتَقۡوِيَةِ دَاعِي الۡاِمۡتِثَالِ. كَقَوۡلِكَ لِعَبۡدِكَ سَيِّدُكَ يَاۡمُرُكَ بِكَذَا.

ترجمہ :(۵) اسم ظاہر کی جگہ میں ضمیر لانا کسی نکتہ کی وجہ سے، جیسا کہ دعوی کرنا کہ ضمیر کا مرجع ذہن میں ہمیشہ حاضر رہتا ہے مثلاً شاعر کا قول محبوبہ نے رقیبوں کے ڈر سے وصال (ملنے) سے انکار کر دیا حالانکہ وہ تمہارے پاس رات کی تاریکی کے پردوں کے نیچے سے بارہا آچکی ہے۔ یہاں اَبَتۡ اور اَتَتۡ کی ضمیروں کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہوا اس لیے ظاہر کلام کا مقتضی تو یہ تھا کہ فاعل یہاں مذکور ہوتا، لیکن اس نکتے کا خیال کر کے کہ یہ دعوی کرنا صحیح ہو کہ مرجع ذہن میں ہمہ وقت حاضر رہتا ہے کبھی ذہن سے غائب نہیں ہوتا اسم

ظاہر نہ لاکر ضمیر لایا۔ (۲) اور جیسے ضمیر کے بعد آنے والی چیز کو مخاطب کے دل میں اتار دینا ہے تاکہ مخاطب شروع ہی سے اس چیز کا منتظر رہے جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمۂ شعر۔ وہ نفس ہی تو ہے جب تک تم اسے اپنے اوپر لادے رہو گے وہ لدا ہی رہے گا۔ وہ اللہ ایک ہے کیا ہی اچھا ہے شائستہ طالب علم۔ (اس شعر میں چند مثالیں پیش کی گئیں۔ سب میں ظاہر کا تقاضہ یہی تھا کہ اظہار کیا جائے لیکن اضمار کو ترجیح اس لیے دی گئی کہ مخاطب کے دل میں مرجع اچھی طرح قرار پکڑلے اور اس کا شوق زیادہ ہو جائے چنانچہ شاعر پہلی مثال میں ضمیر قصہ (ہی النفس) دوسری مثال میں ضمیر شان (ہو اللہ) اور تیسری مثال میں ضمیر مشتر (نعم) کو لایا اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے یعنی کسی نکتہ کی وجہ سے اضمار کے مقام میں اظہار کا استعمال ہوتا ہے، جیسے ادائے حکم کے سبب کو متحکم اور زور دار کرنا مثلاً آپ اپنے غلام سے کہتے ہیں سَیِّدُكَ یَأْمُرُكَ بِکَذَا یعنی تمہارا مالک تم کو ایسا کرنے کا حکم کرتا ہے دیکھیے یہاں اَنَا اٰمُرُكَ بِکَذَا کے بجائے سَیِّدُكَ یَأْمُرُ لایا گیا۔ اس کا منشا یہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ کسی معمولی آدمی نے تم کو حکم نہیں دیا بلکہ تمہارے آقا اور مولی نے تم کو حکم دیا جو ہر حال میں قابل امتثال ہے۔

حل کلمات: اَبَتِ الوصال الخ: اَبَتْ صیغۂ واحد مؤنث غائب، ماضی، اَبٰی یَابٰی اِبَاءً (ف) انکار کرنا وِصَال، صِلَةً ووِصَالاً (ض) ملنا۔ مخافة (س) مصدر میمی ڈرنا، رُقَبَاء۔ صیغہ صفت رَقِیْبٌ کی جمع۔ نگرانی کرنا، یہاں مراد دشمن اور حاسدین، مَدَارِعُ جمع، مفرد مِدْرَعَةٌ، جبہ، کوٹ، یہاں پردہ مراد لیا گیا۔ ظَلْمَاءُ . تاریکی، کہا جاتا ہے۔ لَیْلَةٌ ظَلْمَاءُ تاریک رات۔

(وَمِنْهَا) اَلْاِلْتِفَاتُ وَهُوَ نَقْلُ الْكَلَامِ مِنْ حَالَةِ التَّكَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَيْبَةِ اِلٰى حَالَةٍ اُخْرٰى مِنْ ذٰلِكَ.

فَالنَّقْلُ مِنَ التَّكَلُّمِ اِلَى الْخِطَابِ نَحْوُ (وَمَالِيَ لَا اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ) اَيْ اَرْجِعُ. وَمِنَ التَّكَلُّمِ اِلَى الْغَيْبَةِ نَحْوُ (اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ) وَمِنْ

الْخِطَابِ اِلَى التَّكَلُّمِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

اَتَطْلُبُ وَصْلَ رَبَّاتِ الْجَمَالِ
وَقَدْ سَقَطَ الْمَشِيْبُ عَلٰى قَذَالِیْ

(وَمِنْهَا) تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ سَوْقُ الْمَعْلُوْمِ مَسَاقَ غَيْرِهٖ لِغَرَضٍ كَالتَّوْبِيْخِ نَحْوُ ؎

اَيَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا
كَاَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَى ابْنِ طَرِيْفٍ

---

(۶) چھٹا طریقہ التفات ہے اور وہ کلام کو تکلم، خطاب اور غیبت کی حالتوں میں سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے۔ حالت تکلم سے حالتِ خطاب کی طرف منتقل کرنے کی مثال وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ الآیۃ. ترجمہ: اور مجھے کیا ہو گیا کہ میں اس خدا کی پرستش نہیں کر رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ حالانکہ اس کی طرف تم لوگ لوٹو گے یعنی میں لوٹوں گا۔ ارجع کی جگہ ترجعون ہے۔

اور حالتِ تکلم سے حالت غیبت کی طرف منتقل کرنے کی مثال اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ترجمۂ آیت: بے شک ہم نے تم کو کوثر دیا ہے (لہٰذا تم شکریہ کے طور پر) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ دیکھئے یہاں فَصَلِّ لَنَا کے بجائے فَصَلِّ لِرَبِّكَ کہا گیا۔

اور حالتِ خطاب سے حالت تکلم کی طرف منتقل کرنے کی مثال شاعر کا شعر اَتَطْلُبُ وَصْلَ الخ ترجمۂ شعر: اے مخاطب! کیا اب تک تم حسن و جمال والی لڑکیوں کے وصال (ملاقات) کے خواہشمند ہو حالانکہ سفیدی میری گردن پر لٹک چکی ہے۔ دیکھئے یہاں تَطْلُبُ میں تو خطاب ہے اور عَلٰى قَذَالِیْ میں تکلم ہے حالانکہ ظاہر کے اعتبار سے عَلٰى قَذَالِكَ ہونا چاہئے تھا۔

(۷) اور ساتواں طریقہ ان میں سے تجاہل عارفانہ کا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی

غرض سے امر معلوم کو امر غیر معلوم کی جگہ میں استعمال کرنا مثلاً توبیخ کی مثال میں یہ شعر ہے۔ اَیَا شَجَرَ الخَابُوْر الخ ترجمہ شعر۔ اے وادیٔ خابور کے درخت! تم کیوں ہرے بھرے نظر آتے ہو؟ تمہاری اس ترو تازگی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم ولید بن طریف کے گذر جانے سے مضطرب اور پریشان نہیں ہو۔ دیکھئے اس کی قائلہ لیلیٰ بنت طریف کو اس بات کا پورا یقین ہے۔ کہ جزع فزع ذوی العقول کی صفات میں سے ہے اور شجر، غیر ذوی العقول میں سے ہے لہٰذا اس سے جزع کا مطالبہ کرنا لاحاصل ہے لیکن اس کے باوجود جزع کا مطالبہ کرنا جان بوجھ کر انجان بننا ہے اور مقصود اس سے صرف جھڑکنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ابن طریف کی شخصیت اس قدر غیر معمولی تھی کہ اس کے کارناموں سے نباتات، جمادات اور غیر ذوی العقول بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

حل کلمات :اَیَا شَجَرَ الخَابور الخ: مُوْرِقًا اسم فاعل از افعال اَوْرَقَ الشَّجَرُ درخت کا پتے دار ہونا۔لَمْ تَجْزَعْ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف جزعًا (س) بے صبری کرنا، افسوس کرنا۔

(وَمِنْهَا) اُسْلُوْبُ الْحَکِیْمِ وَهُوَتَلَقِّی الْمُخَاطَبِ بِغَیْرِ مَا یَتَرَقَّبُهٗ اَوِالسَّائِلِ بِغَیْرِمَایَطْلُبُهٗ تَنْبِیْهًا عَلٰی اَنَّهُ الْاَوْلٰی بِالْقَصْدِ.

فَالْاَوَّلُ یَکُوْنُ بِحَمْلِ الْکَلَامِ عَلٰی خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِهٖ کَقَوْلِ الْقُبَعْثَرٰی لِلْحَجَّاجِ (وَقَدْ تَوَعَّدَهٗ بِقَوْلِهٖ لَاَحْمِلَنَّكَ عَلَی الْاَدْهَمِ)

مِثْلُ الْاَمِیْرِیَحْمِلُ عَلَی الْاَدْهَمِ وَالْاَشْهَبِ فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ اَرَدْتُ الْحَدِیْدَ فَقَالَ الْقُبَعْثَرٰی لَاَنْ یَکُوْنَ حَدِیْدًا خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ بَلِیْدًا .اَرَادَ الْحَجَّاجُ بِالْاَدْهَمِ

الْقَيْدَ. وَبِالْحَدِيْدِ الْمَعْدَنَ الْمَخْصُوْصَ وَحَمَلَهَا الْقُبَعْثَرِیْ عَلَى الْفَرَسِ الْاَدْهَمِ الَّذِیْ لَيْسَ بَلِيْدًا.
وَالثَّانِیْ. يَكُوْنُ بِتَنْزِيْلِ السُّؤَالِ مَنْزِلَةَ سُؤَالٍ اٰخَرَ مُنَاسِبٍ لِحَالَةِ السَّائِلِ كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ) سَأَلَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ الْهِلَالِ يَبْدُوْ دَقِيْقًا ثُمَّ يَتَزَايَدُ حَتّٰى يَصِيْرَ بَدْرًا ثُمَّ يَتَنَاقَصُ حَتّٰى يَعُوْدَ كَمَا بَدَءَ. فَجَاءَ الْجَوَابُ عَنِ الْحِكْمَةِ الْمُتَرَتِّبَةِ عَلٰى ذٰلِكَ لِاَنَّهَا اَهَمُّ لِلسَّائِلِ. فَنَزَّلَ سُؤَالَهُمْ عَنْ سَبَبِ الْاِخْتِلَافِ مَنْزِلَةَ السُّؤَالِ عَنْ حِكْمَتِهٖ.

---

(۸) اور آٹھواں طریقہ اسلوب الحکیم ہے۔(۱) اور وہ یہ ہے کہ متکلم کا مخاطب سے اس طرح پر ملنا (گفتگو کرنا یعنی وہ گفتگو کے وقت ایسا قول پیش کرے) جس کی پہلے سے مخاطب کو امید نہ ہو۔ (۲) یا متکلم کا سائل سے اس طرح پر ملنا (کہ گفتگو کے وقت ایسی بات پیش کرے) کہ سائل اس کا طالب نہ ہو اور اس سے یہ تنبیہ کر رہا ہو کہ وہ غیر (جس کو متکلم پیش کر رہا ہے) زیادہ مناسب ہے کہ اسی کو مقصود بنایا جائے۔ تو پہلی صورت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ کلام کو اس کے قائل کے لیے ہوئے معنی کے خلاف دوسرے معنی پر محمول کیا جائے مثلاً قُبعثری نے حجاج سے کہا تھا (جب کہ حجاج نے اس کو ان لفظوں سے دھمکی دی تھی کہ لَاَحْمِلَنَّكَ عَلَى الْاَدْهَمِ، قبعثری! میں تمہیں بیڑی پر اٹھاؤں گا) مِثْلُكَ الْاَمِيْرُ يَحْمِلُ عَلَى الْاَدْهَمِ وَالْاَشْهَبِ مطلب یہ ہے کہ آپ جیسے مہربان امیر ہی کا کام ہے کہ دوسروں کو ادہم (سیاہ گھوڑا) اور اشہب (سرخی مائل سفید گھوڑا) پر سوار کرائیں۔ قبعثری کا یہ جواب سن کر حجاج نے فوراً کہا کہ وہ مطلب نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ادہم سے میری

مراد حدید (بیڑی) ہے تو قبعثری نے حجاج کی اس تصریح کو سن کر کہا لَان یکون حدیدًا خیر مِنْ اَنْ یکونَ بلیدًا۔ حضور والا! اس سیاہ گھوڑے کا تیز ہونا اس کے سست رفتار ہونے سے بہتر ہے دیکھئے حجاج نے تو ادہم سے بیڑی اور حدید سے ایک مخصوص دھات کے معنی کا قصد کیا تھا۔ لیکن اس شاعر قبعثری کی حاضر جوابی کس قدر قابل داد ہے کہ اس نے اتنے بڑے جابر حاکم کے سامنے اس کے مطلب کی باتوں کو ایک ایک کر کے ختم کر ڈالا اور ادہم اور حدید کو ایسے معنی پر حمل کیا جو حجاج کے مطلب کے خلاف تھے یعنی وہ سیاہ گھوڑا جو سست رفتار نہ ہو۔

دوسری صورت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ سائل کے سوال کو سائل کے حال کے مناسب کسی دوسرے سوال کے مقام میں اتار دیا جائے۔ مثلاً قرآن شریف میں ہے یَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. ترجمہ آیت: لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں فرما دیجئے وہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ بات یہ ہے کہ کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ نئے چاند کا یہ حال کیوں ہے؟ کہ وہ شروع میں نہایت باریک ہو کر نمایاں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں رات کو پورا چاند بن کر چمکنے لگتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے اپنی ابتدائی حالت پر واپس آجاتا ہے۔ تو اس سائل کے مذکورہ سوال کے جواب میں رب العالمین کی طرف سے ایسا حکیمانہ جواب آیا جو اولاد آدم کے بہت سے فوائد پر مشتمل تھا یعنی هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ، دیکھئے یہ جواب سائل کے لیے کتنا زیادہ مفید اور اہم تھا یعنی لوگوں کے آپس کے معاملات نکاح، رخصتی، اور ملنے جلنے کی تاریخیں ان ہی اَهِلَّه سے معلوم ہوتی ہیں اس کے علاوہ حج جیسے عظیم ترین رکن اسلام کی تاریخ بھی ان ہی پر موقوف ہے۔ اس لیے سائل کے مذکورہ سوال کو جس میں چاند کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا سبب دریافت کیا گیا تھا بدل کر اس سوال کے مقام میں اتار دیا جس میں یہ مذکور تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے سے بنی نوع انسان کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(وَمِنهَا)التَّغلِیبُ وَهُوَ تَرجِیحُ اَحَدِ الشَّیئَینِ عَلٰی الاٰخَرِفِیْ اِطْلَاقِ لَفْظِهٖ عَلَیْهِ كَتَغْلِیْبِ الْمُذَكَّرِ عَلٰی الْمُؤَنَّثِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ) وَمِنْهُ الْاَبَوَانِ لِلْاَبِ وَاللَّامِّ. وَكَتَغْلِیْبِ الْمُذَكَّرِ وَالْاَخَفِّ عَلٰی غَیْرِهِمَا نَحْوُ الْقَمَرَیْنِ اَیِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. وَالْعُمَرَیْنِ اَیْ اَبِیْ بَكْرٍؓ وَعُمَرؓ.

وَالْمُخَاطِبِ عَلٰی غَیْرِهٖ نَحْوُ (لَنُخْرِجَنَّكَ یَاشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا) اُدْخِلَ شُعَیْبٌ بِحُكْمِ التَّغْلِیْبِ فِیْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا مَعَ اَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ فِیْهَا قَطُّ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهَا. وَكَتَغْلِیْبِ الْعَاقِلِ عَلٰی غَیْرِهٖ. كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

ترجمہ: (۹) نواں طریقہ تغلیب ہے اور وہ یہ ہے کہ دو ہم صحبت یا ہم شکل چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر اس طرح ترجیح دینے کو کہتے ہیں کہ ایک کے لفظ کو دوسرے پر اطلاق کیا جا سکے جیسا کہ آیت وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ میں مذکر کو مؤنث پر غالب کیا گیا ہے۔ اس طرح اَبَوَانِ میں اب کو اُمٌّ پر ترجیح دی گئی ہے۔

اسی طرح مذکر کی تغلیب غیر مذکر پر اور اخف کی تغلیب غیر اخف پر ہوتی رہتی ہے اول کی مثال اَلْقَمَرَیْنِ یعنی شمس اور قمر کے لیے۔ اور اَلْعُمَرَیْنِ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لیے۔ پہلی مثال میں مذکر قمر کی تغلیب شمس مؤنث پر ہے اور دوسری مثال میں لفظ عمر لفظ ابو بکر سے ہلکا اور خفیف ہے اس لیے عمرین کہا گیا خفیف کی تغلیب ثقیل پر ہوئی اور اسی طرح مخاطب کو غیر مخاطب پر غالب کیا جاتا ہے جیسا کہ لَنُخْرِجَنَّكَ یَاشُعَیْبُ الآیہ۔ اے شعیب! البتہ ہم ضرور تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی

سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت میں لوٹ آو شعیب علیہ السلام جو نبی ہیں تغلیب کے حکم کے مطابق لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اپنی قوم کی ملت کفر میں کبھی نہیں رہے کہ اس کی وجہ سے انہیں اس کی طرف لوٹنا پڑے۔

اسی طرح عاقل کی تغلیب غیر عاقل پر ہوتی ہے مثلاً کلام اللہ میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہاں عالمین میں عاقل کو غیر عاقل پر غالب کیا گیا ہے اسی لیے یا اور نون سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

عِلْمُ الْبَیَانِ

اَلْبَیَانُ عِلْمٌ یُبْحَثُ فِیْہِ عَنِ التَّشْبِیْہِ وَالْمَجَازِ وَالْکِنَایَۃِ.

ترجمہ: بیان اس علم کو کہتے ہیں، جس میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ سے بحث کی جاتی ہے۔

توضیح: بیان کے لغوی معنی کشف اور ایضاح کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی مشہور تعریف یہ ہے کہ... بیان اس علم کا نام ہے جس کو مستحضر رکھنے سے ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنا آجائے۔

مثلاً آپ کہیں کہ زید فیاض ہے، زید مہمان دوست ہے، زید کے یہاں کھانا بہت پکتا ہے، زید کے یہاں لکڑیاں بہت جلتی ہیں، زید کے باورچی خانہ سے روز منوں راکھ نکلتی ہے و معنی الجمیع سواء یعنی ان سب کے معانی اور مراد ایک ہیں بعض کا مفہوم مخاطب آسانی سے سمجھ لے گا اور بعض کا کچھ دیر بعد اور بعض کا ذرا غور کرنے سے، مگر سب کا اصل مطلب ایک ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ ایک مطلب کو مترادف اور ہم معنی الفاظ میں بیان کرنا علم بیان نہیں ہے مثلاً یوں کہیں۔ (۱) زید عاقل ہے (۲) زید دانشمند ہے (۳) زید عقلمند ہے (۴) زید دانا ہے (۵) زید سمجھ دار ہے (۶) زید صاحب عقل ہے (۷) زید فہمیدہ ہے۔ دیکھئے یہاں ایک مطلب کو سات طریقوں سے بیان

کیا گیا ہے مگر چونکہ ہر جگہ دلالت مطابقی سے کام لیا گیا ہے اور معنی میں ایک طرح کی وضاحت ملحوظ ہے اس لیے یہ طریقہ علم بیان کے وظائف سے خارج ہے۔ہاں اسی مطلب کو اگر اس طریقہ سے بیان کیا جائے مثلاً (۱) زید روشن دماغ ہے (۲) زید عقل کا پتلا ہے (۳) زید لقمان حکیم ہے (۴) زید ارسطو کا استاد ہے تو اس قسم کا طرز بیان علم بیان سے متعلق ہو گا کیوں کہ ان طریقوں میں دلالت عقلیہ سے کام لیا گیا ہے۔علم بیان کی تعریف مشہور سے عدول کا سبب یہ ہے کہ متن کی تعریف مذکور مبتدی طلبہ کے لیے اَقْرَبُ اِلَی الْفَهْمِ اور اسہل للحفظ ہے۔

اَلتَّشْبِيْه

اَلتَّشْبِيْهُ إِلْحَاقُ أَمْرٍ بِأَمْرٍ فِيْ وَصْفٍ بِأَدَاةٍ لِغَرَضٍ. وَالْأَمْرُ الْأَوَّلُ يُسَمَّى الْمُشَبَّهَ وَالثَّانِيْ الْمُشَبَّهَ بِهِ وَالْوَصْفُ وَجْهَ الشِّبْهِ وَالْأَدَاةُ الْكَافُ أَوْ نَحْوُهَا نَحْوُ الْعِلْمُ كَالنُّوْرِ فِي الْهِدَايَةِ فَالْعِلْمُ مُشَبَّهٌ وَالنُّوْرُ مُشَبَّهٌ بِهِ وَالْهِدَايَةُ وَجْهُ الشِّبْهِ وَالْكَافُ أَدَاةُ التَّشْبِيْهِ وَيَتَعَلَّقُ بِالتَّشْبِيْهِ ثَلَاثَةُ مَبَاحِثَ الْأَوَّلُ فِيْ أَرْكَانِهِ وَالثَّانِيْ فِيْ أَقْسَامِهِ وَالثَّالِثُ فِي الْغَرَضِ مِنْهُ.

ترجمہ: کسی ایک چیز کو دوسری چیز سے کسی صفت میں کسی حرف کے ذریعہ کسی غرض کے لیے ملانا بلغاء کی اصطلاح میں تشبیہ ہے، پہلی چیز کو یعنی جس کو تشبیہ دیتے ہیں مشبہ اور دوسری چیز کو یعنی جس سے تشبیہ دیتے ہیں، مشبہ بہ اور اس صفت کو جس میں دونوں شریک ہوں وجہ شبہ اور اس حرف کو جس کے ذریعہ تشبیہ دیتے ہیں اداۃ، حرف تشبیہ کہتے ہیں مثلاً اَلْعِلْمُ كَالنُّوْرِ فِي الْهِدَايَةِ (علم راہ دکھانے میں روشنی کی طرح ہے) دیکھیے اس مثال میں علم مشبہ، نور مشبہ بہ، ہدایت وجہ شبہ اور کاف اداۃ تشبیہ ہے۔

تشبیہ سے تین بحثیں متعلق ہیں۔(۱) پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں (۲) دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں (۳) اور تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں۔

توضیح: تشبیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ انواع بلاغت میں سب سے اشرف نوع ہے، کلام عرب اس سے بھرا ہوا ہے، اس لیے قرآن پاک میں بھی کثرت سے تشبیہات موجود ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے صرف تشبیہاتِ قرآن پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔

تشبیہ کی غرض معنی مقصود کو اختصار کے ساتھ بیان کرنا۔ ادات تشبیہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ ادوات میں حروف، اسماء اور افعال سب ہی آتے ہیں جیسے کاف مثلاً کَرَمَادٍ وَکَأَنَّ جیسے کَاَنَّهٗ رُؤُسُ الشَّیٰطِیْنِ اور مثل، شبهٌ اور اس طرح کے سارے کلمات جس میں مماثلت اور مشابہت کے معنی پائے جائیں جیسے مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اور افعال جیسے یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً. اسی طرح یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی۔

اَلْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ فِیْ اَرْکَانِ التَّشْبِیْهِ

اَرْکَانُ التَّشْبِیْهِ اَرْبَعَةٌ اَلْمُشَبَّهُ وَالْمُشَبَّهُ بِهٖ (وَیُسَمَّیَانِ طَرَفَیِ التَّشْبِیْهِ) وَوَجْهُ الشِّبْهِ وَالْاَدَاةُ.

وَالطَّرَفَانِ اِمَّا حِسِّیَّانِ. نَحْوُ الْوَرَقُ کَالْحَرِیْرِ فِی النُّعُوْمَةِ وَاِمَّا عَقْلِیَّانِ نَحْوُ الْجَهْلُ کَالْمَوْتِ. وَاِمَّا مُخْتَلِفَانِ نَحْوُ خُلُقُهٗ کَالْعِطْرِ.

پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں

ترجمہ: تشبیہ کے ارکان چار ہیں (۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ یہ دونوں تشبیہ کے

طرفین کے نام سے موسوم ہیں (۳) وجہ شبہ (۴) اور اداۃ تشبیہ۔

تشبیہ اپنے مادۂ طرفین کے اعتبار سے چار قسم پر ہے (۱) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں گے جیسا کہ اَلْوَرَقُ کَالحَرِیْرِ فِی النُّعُوْمَةِ پتا ملائم ہونے میں ریشم کی طرح ہے (۲) دونوں عقلی ہوں گے جیسا کہ اَلجَھْلُ کَالمَوْتِ جہالت موت کے مانند ہے (۳) یا دونوں مختلف ہوں گے یعنی اگر ایک حسی ہو گا تو دوسرا عقلی تو اگر مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ خُلُقُهٗ کَالعِطْرِ اس کا اخلاق عطر کی طرح ہے (۴) اور اگر مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو تو اس کی مثال اَلعِطْرُ کَخُلُقِ رَجُلٍ کَرِیْمٍ عطر اچھے اور شریف آدمی کے اخلاق کی طرح ہے۔

وَوَجْهُ الشَّبْهِ هُوَالْوَصْفُ الْخَاصُّ الَّذِیْ قُصِدَ اِشْتِرَاكُ الطَّرَفَیْنِ فِیْهِ کَالْهِدَایَةِ فِی الْعِلْمِ وَالنُّوْرِ.

وَاَدَاةُ التَّشْبِیْهِ هِیَ اللَّفْظُ الَّذِیْ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنَی الْمُشَابَهَةِ کَالْکَافِ وَکَأَنَّ وَمَافِیْ مَعْنَاهُمَا وَالْکَافُ یَلِیْهَا الْمُشَبَّهُ بِهٖ بِخَلَافِ کَأَنَّ فَیَلِیْهَا الْمُشَبَّهُ نَحْوُ ؎

کَاَنَّ الثُّرَیَّا رَاحَةٌ تَشْبِرُ الدُّجٰی
لِتَنْظُرَ طَالَ اللَّیْلُ اَمْ قَدْتَعَرَّضَا

وَکَأَنَّ تُفِیْدُ التَّشْبِیْهَ اِذَا کَانَ خَبَرُهَا جَامِدًا وَالشَّكَّ اِذَا کَانَ خَبَرُهَا مُشْتَقًّا نَحْوُ کَأَنَّكَ فَاهِمٌ.

وَقَدْ یُذْکَرُ فِعْلٌ یُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِیْهِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاِذَا رَأَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنْثُوْرًا)

وَاِذَا حُذِفَتْ أَدَاةُ التَّشْبِیْهِ وَوَجْهُهٗ یُسَمّٰی تَشْبِیْهًا بَلِیْغًا نَحْوُ (وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا) اَیْ کَاللِّبَاسِ فِی السَّتْرِ.

ترجمہ: وجہ شبہ اس خاص وصف کو کہتے ہیں کہ جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے مشترک ہونے کا ارادہ کیا جائے مثلاً اَلْعِلْمُ کَالنُّوْرِ فِی الْهِدَایَةِ میں ہدایت ایک وصف ہے جس میں علم (مشبہ) اور نور (مشبہ بہ) دونوں مشترک ہیں یا تو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت ایک وصف ہے جو علم اور نور دونوں میں مشترک ہے۔

اور اداۃ تشبیہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو مشابہت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کافِ تشبیہ، کَاَنَّ اور ایسے تمام الفاظ جو ان دونوں کے معنی میں آتے ہوں۔ مشبہ بہ کاف حرفِ تشبیہ سے متصل رہتا ہے بخلاف حرف تشبیہ کَاَنَّ کے کہ اس سے مشبہ متصل رہتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ۔ کَاَنَّ الثُّرَیَّا الخ ترجمہ شعر: ثریا گویا پنجۂ دست ہے کہ شب کی تاریکیاں ناپا رہتا ہے تا کہ یہ معلوم کرے کہ رات دراز ہو چکی ہے یا مائل بہ ظہور ہو چکی ہے (اس شعر کا ترجمہ تشبر الدجی کے حساب سے کیا گیا ہے یہاں تَشْبَهُ غلط ہے)

اور لفظ کَاَنَّ تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے جس وقت اس کی خبر اسم جامد ہو۔ اور شک کا فائدہ دیتا ہے جس وقت اس کی خبر اسم مشتق ہو۔ شک کی مثال کَاَنَّكَ فَاهِمٌ گویا تم سمجھدار ہو۔ اور کبھی ایسا فعل بھی بیان کیا جاتا ہے جو تشبیہ کا مطلب ظاہر کرتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا اس آیت میں حَسِبْتَ فعل تشبیہ کا مطلب ظاہر کرتا ہے آیت کا ترجمہ: اور جب تم ان بہشتی لڑکوں کو دیکھو گے تو سمجھو گے کہ وہ بکھرے ہوئے عمدہ قسم کے چمکدار موتی ہیں۔

اور جب اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں حذف کر دیئے جائیں اس وقت تشبیہ کو تشبیہ بلیغ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسا کہ وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا ترجمہ آیت اور ہم نے رات کو لباس مقرر کیا ہے یعنی ڈھانکنے کی صفت میں رات کو لباس کی طرح کر دیا ہے۔ اس آیت میں کاللباس کا کاف حرف تشبیہ اور ستر یعنی ڈھانکنا وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں۔

حل کلمات: ثُرَیَّا، ستاروں کے مجموعہ کا نام تشبرُ: واحد مؤنث غائب، مضارع، شبرًا بالشت سے ناپنا (ض)۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِیْ فِیْ اَقْسَامِ التَّشْبِیْهِ

دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں

یَنْقَسِمُ التَّشْبِیْهُ بِاِعْتِبَارِ طَرَفَیْهِ اِلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ.

تَشْبِیْهُ مُفْرَدٍ بِمُفْرَدٍ نَحْوُ هٰذَا الشَّیْئُ کَالْمِسْكِ فِیْ الرَّائِحَةِ.

وَتَشْبِیْهُ مُرَکَّبٍ بِمُرَکَّبٍ بِاَنْ یَکُوْنَ کُلٌّ مِّنَ الْمُشَبَّهِ وَالْمُشَبَّهِ بِهٖ هَیْئَةً حَاصِلَةً مِّنْ عِدَّةِ اُمُوْرٍ کَقَوْلِ بَشَّارٍ ؎

کَاَنَّ مُثَارَ النَّقْعِ فَوْقَ رُؤُسِنَا

وَاَسْیَافَنَا لَیْلٌ تَهَاوٰی کَوَاکِبُهٗ

فَاِنَّهٗ شَبَّهَ هَیْئَةَ الْغُبَارِ وَفِیْهِ السُّیُوْفُ مُضْطَرِبَةً بِهَیْئَةِ اللَّیْلِ وَفِیْهِ الْکَوَاکِبُ تَتَسَاقَطُ فِیْ جِهَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ.

وَتَشْبِیْهُ مُفْرَدٍ بِمُرَکَّبٍ کَتَشْبِیْهِ الشَّقِیْقِ بِهَیْئَةِ اَعْلَامٍ یَاقُوْتِیَّةٍ مَنْشُوْرَةٍ عَلٰی رِمَاحٍ زَبَرْجُدِیَّةٍ.

وَتَشْبِیْهُ مُرَکَّبٍ بِمُفْرَدٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

یَاصَاحِبَیَّ تَقَصَّیَا نَظَرَیْکُمَا

تَرَیَا وُجُوْهَ الْاَرْضِ کَیْفَ تَصَوَّرُ

تَرَیَا نَهَارًا مُشْمِسًا قَدْ شَابَهٗ

زَهْرُ الرُّبَا فَکَاَنَّمَا هُوَ مُقْمِرُ

فَاِنَّهٗ شَبَّهَ هَیْئَةَ النَّهَارِ الْمُشْمِسِ الَّذِیْ اِخْتَلَطَتْ بِهٖ اَزْهَارُ الرَّبَوَاتِ بِاللَّیْلِ الْمُقْمِرِ.

ترجمہ: تشبیہ اپنے طرفین کے اعتبار سے چار قسموں میں منقسم ہوتی ہے (تشبیہ مفرد بمفرد، تشبیہ مرکب بمرکب، تشبیہ مفرد بمرکب، تشبیہ مرکب بمفرد)

پہلی قسم تشبیہ مفرد بمفرد ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں گے مثلاً هٰذَا الشَّیْئُ کَالْمِسْكِ فِی الرَّائِحَةِ (یہ چیز خوشبو میں مشک کی طرح ہے) اس مثال میں هذا الشیئُ مشبہ اور المسكُ مشبہ بہ ہے۔ اور دونوں مفرد ہیں۔

دوسری قسم تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ بایں طور کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں سے ہر ایک کی ایسی ہیئت ہوتی ہے جو متعدد امور سے بنتی ہے یعنی دونوں مرکب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بشار بن برد کے شعر میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب ہیں، شعر کا ترجمہ: گویا تیز رفتار گھوڑوں کے پیروں سے اڑی ہوئی گرد ہمارے سروں پر اور ہماری تلواریں ایک رات ہے جس کے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔ دیکھئے اس شعر میں غبار کی وہ ہیئت جس میں تلواریں ادھر ادھر چل رہی ہوں اس کو شاعر نے مشبہ قرار دیا ہے اور رات کی وہ ہیئت جس میں ستارے ادھر ادھر مختلف جہتوں میں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جا رہے ہوں اسکو مشبہ بہ قرار دیا ہے۔

تیسری قسم تشبیہ مفرد بمرکب کی مثال (اس میں مشبہ مفرد ہوتا ہے اور مشبہ بہ مرکب) جیسا کہ صنوبری شاعر کے تحلیل شدہ شعر کا ترجمہ گل لالہ بادِ نسیم کے جھونکوں سے جب کبھی نیچے کی طرف جھکتا ہے یا اوپر کی طرف اٹھتا ہے وہ کتنا حسین اور دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی سرخی کے باوجود اپنی ہری ہری ڈالیوں کے ساتھ ہوا کے جھونکوں سے نیچے جھکتے اور اوپر اٹھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یاقوتی (لال) جھنڈیاں زبرجدی (ہرے) نیزوں پر لہرا رہی ہوں۔

چوتھی قسم تشبیہ مرکب بمفرد ہے (اس میں مشبہ مرکب ہوتا ہے اور مشبہ بہ مفرد) جیسا کہ ابو تمام کے شعر میں۔ ترجمہ شعر: اے میرے دونوں ساتھیو! خوب غور سے دیکھو اگر تم خوب غور سے دیکھو گے تو تم روئے زمین کو دیکھو گے کہ وہ کس طرح اپنی صورت بدلتی رہتی ہے اس دھوپ والے روز کو جس میں ٹیلوں کے پھول مخلوط ہو گئے ہوں (اور اس اختلاط کے سبب سے دھوپ کی تمازت اور تیزی کم ہو گئی ہو)، دیکھو گے کہ وہ گویا چاندنی رات ہے، کیوں کہ

شاعر نے اس دھوپ والے روز کی ہیئت کو جس میں ٹیلوں کے پھول مخلوط ہو گئے ہوں چاندنی رات سے تشبیہ دی ہے۔

حل کلمات: مُثَارٌ (ن) گرد اڑنا، پھیلنا۔ اَسْیَافٌ یہ سَیْفٌ کی جمع ہے تلوار کے معنی میں، تَهَاوٰی، اصل میں تتَهَاوٰی تھا باب تفاعل سے صیغہ واحد مؤنث غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف، ایک تاء کو حذف کر دیا گیا، قاعدہ یہ ہے کہ جس جگہ مضارع اور اس کے ملحقات میں دو تاء جمع ہوں تو معروف کے صیغوں میں سے ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مجہول میں حذف کرنا جائز نہیں ورنہ پہلی تاء کو حذف کرنے کی صورت میں اسی باب کے مجہول کے صیغے معروف کے صیغوں سے مل جائیں گے اور دوسری تاء کو حذف کرنے کی صورت میں تَفَعُّلْ کے صیغے تَفْعِیْل کے صیغوں اور تفاعل کے صیغے مُفَاعَلَة کے صیغوں اور تَفَعْلُلْ کے صیغے فَعْلَلَة کے صیغوں سے مل جائیں گے، جیسے تُقبلُ تُصرَّفُ سے، تُقَابَلُ تُقَاتَلُ سے اور تُسَرْبَلُ تُبَعْثَرُ سے مل جائیں گے۔ کَوَاکِبُ یہ کَوْکَبٌ کی جمع ہے ستارہ کے معنی میں۔ تَقَصّٰی باب تفعل سے ہے مسئلہ کے تہ میں پہنچنا، یعنی غور سے دیکھنا مُشْمِسًا، اسم فاعل باب افعال سے کہا جاتا ہے اَشْمَسَ النَّهَارُ، دن سورج والا ہوا۔ دن کا سورج والا ہونا، شاب، شوباً (ف) ملنا، اصل میں شَوَبَ تھا قال کی طرح تعلیل ہوئی۔ مُقْمِرٌ، اسم فاعل باب افعال سے اَقْمَرَ اللیلُ رات چاندوالی ہوئی۔

(وَيَنْقَسِمُ) بِاعْتِبَارِ الطَّرَفَيْنِ اَيْضًا اِلٰی مَلْفُوْفٍ وَمَفْرُوْقٍ فَالْمَلْفُوْفُ اَنْ يُّؤْتٰی بِمُشَبَّهَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ ثُمَّ بِالْمُشَبَّهِ بِهَا نَحْوُ

كَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَيَابِسًا

لَدٰی وَكْرِهَا الْعُنَّابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِیْ

فَاِنَّهٗ شَبَّهَ الرَّطْبَ الطَّرِیَّ مِنْ قُلُوْبِ الطَّيْرِ بِالْعُنَّابِ وَالْيَابِسَ الْعَتِيْقَ مِنْهَا بِالتَّمْرِ الرَّدِیْءِ.

وَالمَفرُوقُ اَنْ يُؤتیٰ بِمُشَبَّہٖ وَمُشَبَّہٖ بِہٖ ثُمَّ اٰخَرواٰخَر نَحْوُہ

اَلنَّشْرُ مِسْكٌ وَالْوُجُوْهُ دَنَا
نِيْرٌ وَاَطْرَافُ الْاَكُفِّ عَنَمْ

وَاِنْ تَعَدَّدَالْمُشَبَّہُ دُوْنَ الْمُشَبَّہِ بِہٖ سُمِّیَ تَشْبِيْہَ التَّسوِيَۃِ نَحْوُہ

صُدْغُ الْحَبِيْبِ وَحَالِیْ
كِلَاهُمَا كَاللَّيَالِیْ

وَاِنْ تَعَدَّدَالْمُشَبَّہُ بِہٖ دُوْنَ الْمُشَبَّہِ سُمِّیَ تَشْبِيْہَ الْجَمْعِ نَحْوُہ

كَاَنَّمَا يَبْسِمُ عَنْ لُؤْ لُؤٍ
مُنَضَّدٍ اَوبَرَدٍ اَوْ اَقَاحٍ

ترجمہ: اور تشبیہ طرفین کے اعتبار سے ملفوف اور مفروق کی طرف منقسم ہوتی ہے
(۱) تشبیہ ملفوف وہ ہے جس میں دو یا زیادہ مشبہ لائے جاتے ہیں پھر اسی طور پر مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ امرء القیس شاعر کا قول۔ شعر کا ترجمہ پرندوں کے دل ایسے حال میں کہ وہ تر و تازہ اور خشک و کہنہ ہوں عقاب (شکاری پرندہ) کے گھونسلے کے پاس گویا عناب اور خشک ردی خرمے ہیں۔ کیوں کہ اس نے اپنے اس قول میں قلوب طیر میں سے قلب رطب طری کو عناب سے اور قلب یابس عتیق کو تمر ردی سے تشبیہ دی ہے غور کیجئے امشبہ رطب اور یابس میں تعدد ہے اسی طرح مشبہ بہ عناب اور حشف بالی میں بھی تعدد ہے۔
(۲) تشبیہ مفروق وہ ہے جس میں پہلے ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ لایا جاتا ہے پھر اسی طور پر کئی بار دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ مرقش اکبر کے شعر میں ترجمہ شعر۔ ان بیگمات کی مہک کستوری ہے اور ان کے چہرے خوبصورتی میں اشرفیاں ہیں اور ان کے کف دست کے سرانگشت عنم کے

درخت ہیں جنکے پھول سرخ ہوتے ہیں اور ڈالیاں نرم و نازک ہوتی ہیں۔
اور اگر مشبہ متعدد ہو نہ کہ مشبہ بہ تو اس کا نام تشبیہ تسویہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے شاعر کا شعر۔ محبوبہ کی کنپٹی اور میری حالت دونوں سیاہ ہونے میں اندھیری راتوں کی طرح ہیں۔ دیکھئے یہاں مشبہ صُدْغ اور حال متعدد ہیں اور مشبہ بہ لَیَالِی غیر متعدد ہے۔
اور اگر مشبہ بہ متعدد ہو نہ کہ مشبہ تو اس کا نام تشبیہ جمع رکھا جاتا ہے جیسے بحتری شاعر کا قول۔ ترجمہ: گویا وہ نازک اندام محبوبہ ایسے صاف و شفاف موتی سے مسکراتی ہے جو تہ بہ تہ ملے ہوئے ہیں یا چمکدار اولوں سے یا گل بابونہ سے جو نہایت سفید ہوتے ہیں۔ دیکھئے یہاں مشبہ بہ متعدد ہے اور مشبہ محذوف یعنی دانت غیر متعدد ہے۔
حلّ کلمات: رَطْبٌ تازہ، عُنَّابٌ ایک سرخ رنگ کا پھل جو گول اور چھوٹے بیر کی طرح ہوتا ہے اس کے درخت کو بھی عناب کہتے ہیں جو چھ میٹر تک لمبا ہو جاتا ہے۔ یَابِسٌ، خشک، وَکْرٌ گھونسلا (ج) اَوْکُرٌ، اَوْکَارٌ۔ حَشَفٌ، ردی کھجور، اَلْبَالِی۔ پرانا، بَلِیَ (س) بلیً و بَلاءً، بوسیدہ ہونا، پرانا ہونا، صفت بال ہے یہاں الف لام کی وجہ سے یاء واپس آگئی تو حشف بالی کا مطلب ردی کھجور ہے۔

وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ وَجْهِ الشَّبَهِ اِلٰى تَمْثِيْلٍ وَغَيْرِ تَمْثِيْلٍ فَالتَّمْثِيْلُ مَا كَانَ وَجْهُهٗ مُنْتَزَعًا مِنْ مُتَعَدِّدٍ كَتَشْبِيْهِ الثُّرَيَّا بِعُنْقُوْدِ الْعِنَبِ الْمُنَوَّرِ وَغَيْرُ التَّمْثِيْلِ مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ كَتَشْبِيْهِ النَّجْمِ بِالدِّرْهَمِ.

وَيَنْقَسِمُ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ اَيْضًا اِلٰى مُفَصَّلٍ وَمُجْمَلٍ فَالْاَوَّلُ مَا ذُكِرَ فِيْهِ وَجْهُ الشَّبَهِ نَحْوُ ؎

وَثَغْرُهٗ فِيْ صَفَاءٍ ... وَاَدْمُعِيْ كَالَّلَآلِيْ

وَالثَّانِيْ مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَلنَّحْوُ فِي الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ

فِي الطَّعَامِ. وَيَنْقَسِمُ بِاِعْتِبَارِ اَدَاتِهٖ اِلٰى مُؤَكَّدٍ وَهُوَ مَا حُذِفَتْ اَدَاتُهٗ نَحْوُ هُوَ بَحْرٌ فِي الْجُوْدِ وَمُرْسَلٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ نَحْوُ هُوَ كَالْبَحْرِ كَرَمًا. وَمِنَ الْمُؤَكَّدِ مَا اُضِيْفَ فِيْهِ الْمُشَبَّهُ بِهٖ اِلَى الْمُشَبَّهِ نَحْوُ ؎

وَالرِّيْحُ تَعْبَثُ بِالْغُصُوْنِ وَقَدْ جَرٰى
ذَهَبُ الْاَصِيْلِ عَلٰى لُجَيْنِ الْمَاءِ

ترجمہ: اور تشبیہ وجہ شبہ کے اعتبار سے تمثیل اور غیر تمثیل کی طرف منقسم ہوتی ہے۔
پس تمثیل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ متعدد چیزوں سے لی گئی ہو جیسے ثریا کی تشبیہ چمکیلے انگور کے گچھے سے۔
اور غیر تمثیل وہ ہے جو تشبیہ تمثیل کی طرح نہ ہو (یعنی اس میں وجہ شبہ متعدد چیزوں سے اخذ نہ کی گئی ہو) جیسے نجم کی تشبیہ درہم کے ساتھ۔ تمثیل کی مثال ہے وَقَدْلَاحَ فِي الصُّبْحِ الثُّرَيَّا كَمَا تَرٰى. كَعُنْقُوْدِ مُلَاحِيَّةٍ حِيْنَ نَوَّرَا یہ ابن جلال کا شعر ہے۔ ترجمہ شعر: اور صبح کے وقت پروین ظاہر ہوا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس طرح جیسے سفید بڑے بڑے انگوروں کا خوشہ جب وہ غنچہ دار ہو یہاں وجہ شبہ متعدد صورتوں اور مختلف کیفیتوں سے اخذ کی گئی ہے ثریا چند ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جس میں متعدد صورتیں ہیں اسی طور پر خوشے میں سفید انگوروں کی مختلف شکلیں ہیں۔ پھر ان سب کا خاص کیفیتوں کے ساتھ ظاہر ہونا اور اس کے دونوں طرف مشبہ "ثریا" اور مشبہ بہ "عنقود" مفرد ہیں۔
اسی وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مفصل (۲) اور مجمل
تشبیہ مفصل وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے محبوبہ کے دانت اور میرے آنسو صاف اور شفاف ہونے میں موتیوں کی طرح ہیں۔
تشبیہ مجمل وہ ہے جو تشبیہ مفصل کی طرح نہ ہو یعنی اس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے علم نحو کلام عرب میں ایسا ہی لذیذ ہے جیسا طعام میں نمک۔ (دیکھئے

یہاں وجہ شبہ "لذیذ ہونا ہے" جو اس جملے میں مذکور نہیں ہے)
اور حرف تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ مؤکد اور تشبیہ مرسل کی طرف تشبیہ منقسم ہوتی ہے۔
مؤکد وہ ہے جس میں حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسا کہ وہ سخاوت میں سمندر ہے (یہاں حرف تشبیہ مذکور نہیں ہے)
مرسل وہ تشبیہ ہے جو تشبیہ مؤکد کی طرح نہ ہو یعنی وہ تشبیہ جس میں حرف تشبیہ حذف نہ کیا گیا ہو۔ هو كالبحر كرماً وہ سخاوت کے اعتبار سے سمندر کی طرح ہے (یہاں کاف حرف تشبیہ مذکور ہے)
تشبیہ مؤکد کی قسم سے وہ تشبیہ بھی ہے جس میں مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ: اور تیز ہوا ڈالیوں کے ساتھ کھیلتی ہے ایسی حالت میں کہ شام کا سونا (زرد رنگ) پانی کی چاندی (سفیدی) پر بہہ پڑا ہے۔
دیکھیے! یہاں ذَهَبُ الْاَصِيْلِ اور لُجَيْنِ الْمَاءِ میں مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے اور حرف تشبیہ محذوف ہے یہاں یہی اضافت محل استشہاد ہے۔
حلّ کلمات: تَعْبَثُ: صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع عَبَثاً (س) کھیلنا، مذاق کرنا، غُصُوْنٌ یہ غُصْنٌ کی جمع ہے، ڈالی، شاخ، اَصِيْلٌ شام کو کہتے ہیں، لُجَيْنٌ چاندی کو کہتے ہیں یہ تصغیر کے وزن پر مستعمل ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ فِیْ اَغْرَاضِ التَّشْبِیْهِ

تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں

اَلْغَرَضُ مِنَ التَّشْبِيْهِ. اِمَّا بَيَانُ اِمْكَانِ الْمُشَبَّهِ نَحْوُ ؎
فَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ مِنْهُمْ
فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ
فَاِنَّهٗ لَمَّا ادَّعٰى اَنَّ الْمَمْدُوْحَ مُبَائِنٌ لِاَصْلِهٖ بِخَصَائِصَ

جَعلَتْهُ حَقِيْقَةً مُنْفَرِدَةً اِحْتجَّ علَى اِمْكَانِ دَعْوَاهُ بِتَشْبِيْهِهٖ بِالمِسْكِ الَّذِىْ اَصْلُهٗ دَمُ الْغَزَالِ وَاِمَّا بَيَانُ حَالِهٖ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ ؎

كَأَنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوْكُ كَوَاكِبُ
اِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَوْكَبُ

وَاِمَّا بَيَانُ مِقْدَارِ حَالِهٖ نَحْو ؎

فِيْهَا اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ حَلُوْبَةً
سُوْدًا كَخَافِيَةِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ

شَبَّهَ النُّوقَ السُّوْدَ بِخَافِيَةِ الْغُرَابِ بَيَانًا لِمِقْدَارِ سَوَادِهَا.

ترجمہ: تشبیہ کے اغراض مشبہ کے اعتبار سے چھ قسموں پر مشتمل ہیں۔
(۱) بیان امکانِ مشبہ (۲) بیان حالِ مشبہ (۳) بیان مقدار حال مشبہ (۴) تقریر حالِ مشبہ (۵) تزیین مشبہ (۶) تقبیح مشبہ۔
(۱) کبھی تشبیہ سے مشبہ کے امکان کا بیان مقصود ہوتا ہے جیسا کہ متنبی شاعر کا قول ترجمہ: اے میرے آقا! اگر آپ اوصاف حسنہ میں ساری مخلوق سے فائق اور بلند ہو جاتے تو کوئی حیرت کی بات نہیں حالانکہ آپ انہی کی جنس سے ہو۔ کیوں کہ یہ بات عموماً معلوم ہے کہ مشک ہرن کے خون ہی کا ایک جزو ہوتا ہے اور وہ باقی تمام اجزاء پر فائق ہوتا ہے دیکھئے اس شعر میں ابوالطیب متنبی نے مشبہ (یعنی سیف الدولہ باوجود انسان میں سے ہونے کے وہ تمام انسانوں پر فائق ہیں) کے امکان کو کس خوبی سے بیان کیا ہے چنانچہ اس نے جب دعویٰ کیا کہ ممدوح اپنی اصل سے مغائر ہے اس لیے کہ اس میں ایسی چند خصوصیتیں ہیں جو اسے بجائے اپنی اصل کے جزو ہونے کے ایک مستقل حقیقت کی صورت میں پیش کر رہی ہیں تو اس نے اپنے دعویٰ کے امکان پر اس

طریق پر دلیل پیش کی کہ اس میں اپنے ممدوح کو اس مشک سے تشبیہ دی جس کی جنس ہرن کا خون ہے۔

(۲) یا کبھی تشبیہ سے مشبہ کے حال کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ نابغہ ذُبیانی کے اس شعر میں ترجمہ: آپ گویا آفتاب ہیں اور بادشاہان عالم ستارے ہیں اور آفتاب کا یہ حال ہے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے ایک بھی ستارہ نمودار نہیں ہوتا۔ یعنی اس کی روشنی سے تمام ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ دیکھئے اس شعر میں پہلے نعمان کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی اور دوسرے بادشاہوں کو ستارے سے۔ اس کے بعد دونوں مشبہوں کا حال بیان کیا۔

(۳) اور کبھی تشبیہ سے مشبہ کے حال کی مقدار کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ شاعر کے شعر میں۔ ترجمہ: اس خاندان میں بیالیس دودھ دینے والی اونٹنیاں ایسی کالی کالی ہیں جیسے نہایت کالے کلوٹے پہاڑی کوے کے پر۔ دیکھئے اس شعر میں شاعر نے کالی اونٹنیوں کو کالے کوّے کے پر سے تشبیہ دی ہے جس سے ان اونٹنیوں کی سیاہی کی مقدار بیان کرنا مقصود ہے۔

حلّ کلمات: تفق یہ تُفُوْقُ تھا اِن شرطیہ کی وجہ سے واو قاف کے ساتھ اجتماع ساکنین ہوکر گر گیا فَاقَ یَفُوْقُ فَوْقًا (ن) بلند ہونا، اَلْاَنَامُ، اَلْاُنَامُ، اَلْاَنِیْمُ، مخلوق اَنِیْمُ کا استعمال صرف اشعار میں ہوتا ہے غَزَالٌ ہرن کا بچہ (ج) غِزْلَۃٌ وغِـــزْلَانٌ. حَلُوْبَۃٌ دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری (ج) حُلُبٌ وحَلَائِبُ، سُوْدٌ یہ صفت کا صیغہ ہے اَسْوَدُ مذکر اور سَوْدَاءُ مؤنث کی جمع ہے، سیاہ کے معنی میں۔ خَافِیَۃٌ کوے کے بازو کے نیچے کے پر جو نہایت سیاہ ہوتے ہیں اس کو کہتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے ہر پوشیدہ چیز پر اطلاق ہوتا ہے اَسْحَمُ صفت کا صیغہ باب (س) سے سَحَمًا کالا ہونا۔

وَ اِمَّا تَقْرِیْرُ حَالِہٖ نَحْوُ ؎

اِنَّ الْقُلُوْبَ اِذَا تَنَافَرُ وُدُّھَا
مِثْلُ الزُّجَاجَۃِ کَسْرُھَا لَا یُجْبَرُ

شَبَّهَ تَنافُرَ الْقُلُوْبِ بِكَسْرِ الزُّجَاجَةِ تَثْبِيْتًا لِتَعَذُّرِ عَوْدَتِهَا اِلٰى مَاكَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوَدَّةِ وَاِمَّاتَزْيِيْنُهٗ نَحْوُ ؎

سَوْدَاءُ وَاضِحَةُ الْجَبِيْنِ
كَمُقْلَةِ الظَّبْيِ الْعَزِيْزِ

شَبَّهَ سَوَادَهَا بِسَوَادِ مُقْلَةِ الظَّبْيِ تَحْسِيْنًا لَهَا. وَاِمَّا تَقْبِيْحُهٗ نَحْوُ ؎

وَاِذَا اَشَارَ مُحَدِّثًا فَكَاَنَّهٗ
قِرْدٌ يُقَهْقِهُ اَوْعَجُوْزٌ تَلْطِمُ

وَقَدْيَعُوْدُالْغَرَضُ اِلَى الْمُشَبَّهِ بِهٖ اِذَاعُكِسَ طَرَفَاالتَّشْبِيْهِ نَحْوُ ؎

وَبَدَا الصَّبَاحُ كَاَنَّ غُرَّتَهٗ
وَجْهُ الْخَلِيْفَةِ حِيْنَ يُمْتَدَحُ

وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى بِالتَّشْبِيْهِ الْمَقْلُوْبِ.

ترجمہ: (۴) کبھی تشبیہ سے مقصود مشبہ کے حال کو مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح سے بٹھانا اور جمانا ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ترجمہ: بے شک لوگوں کے دل جب ان کے دوستانہ تعلقات سے اکھڑ جاتے ہیں شیشے کے مانند نازک ہیں جس طرح شیشے کی ٹوٹن جوڑی نہیں جاتی اسی طرح ٹوٹے دل بھی ایک ساتھ ملائے نہیں جاتے دیکھیے۔ اس شعر میں مشبہ یعنی تنافر قلوب امر عقلی مشبہ بہ امر حسی یعنی کسر زجاج سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تاکہ مخاطب کے ذہن میں مشبہ کا حال اچھی طرح سے جمادیا جائے کہ اب ٹوٹے ہوئے دلوں کا اپنے پہلے دوستانہ تعلقات کی جانب لوٹنا ایک مشکل امر ہے۔

کیا خوب کہا ایک شاعر نے ؎

جس طرح جڑتا نہیں ٹوٹا ہوا شیشہ کبھی
اس طرح سے جڑ نہیں سکتے ہیں دل ٹوٹے ہوئے

(۵) یا کبھی تشبیہ سے مقصود مشبہ کو مزین اور حسین کر کے پیش کرنا ہوتا ہے مثلاً شاعر اس شعر میں۔ ترجمہ شعر: میری معشوقہ سیاہ آنکھ اور روشن پیشانی والی ہے، اس کی آنکھ پیاری ہرن کی آنکھ کی طرح پیاری ہے۔ دیکھئے شاعر نے اس شعر میں معشوقہ کی آنکھ کی سیاہی کو ہرن کی آنکھ سے تشبیہ دی ہے، مراد اس سے صرف آنکھ کو حسین بتانا ہے۔ کیوں کہ دنیا میں سب سے خوبصورت ہرن کی آنکھ ہے خصوصاً ہرن کے چھوٹے بچوں کی آنکھ تو بے حد حسین خوبصورت ہے۔

(۶) کبھی تشبیہ سے مقصود، مشبہ کو بدصورت کر کے پیش کرنا ہوتا ہے مثلاً شاعر کے اس شعر میں۔ إِذَا أَشَارَ الخ ترجمہ شعر۔ اور وہ شخص جب گفتگو کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے (ہکلانے کے باعث) تو وہ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کوئی بندر ہے جو بہت زور سے ہنس رہا ہے یا کوئی بڑھیا عورت ہے جو اپنے ہاتھوں سے اپنے رخساروں پر طمانچہ مار رہی ہے (دیکھئے اس جگہ شاعر متنبی نے اپنے مہجو (جس کی برائی کی جارہی ہے) کو خاص بندر اور بڑھیا سے تشبیہ دی ہے محض اس کی برائی اور تذلیل کے لیے یہ کیا ہے۔

اور تشبیہ کی غرض کبھی مشبہ بہ کی طرف بھی لوٹتی ہے جب کہ تشبیہ کے دونوں طرف مشبہ اور مشبہ بہ بالکل الٹ دیئے جائیں مطلب یہ ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ اور مشبہ بہ کو مشبہ بنادیا جائے جیسا کہ محمد بن وہیب حمیری کے شعر میں۔ ترجمہ شعر: اور صبح ظاہر ہوئی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس کی چمک خلیفہ کا چہرہ مبارک ہے جب کہ دربار عام میں ان کے سامنے مدح کے قصیدے پڑھے جارہے ہوں۔ دیکھئے اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کی تعریف میں نہایت ہی کمال دکھایا ہے خلیفہ کے چہرہ کو جو مشبہ تھا صبح کی روشنی جو مشبہ بہ تھا اس سے بدل دیا اور اس قسم کی تشبیہ کو بلغاء کی اصطلاح میں تشبیہ مقلوب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ غرض تشبیہ اپنے مشبہ بہ کے اعتبار سے دو قسموں پر مشتمل ہے پہلی قسم یہ ہے کہ وجہ شبہ کے اعتبار سے طرفین میں سے جو طرف ناقص ہو اس کو اکمل سمجھ کر مشبہ بہ قرار دیں۔ اور یہ تشبیہ مقلوب میں

ہوتا ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ طرفین میں سے جو طرف مہتم بالشان ہو اس کو مشبہ بہ قرار دیں اور یہ تشبیہ مطلوب میں ہے۔

فائدہ: تشبیہ اور تشابہ میں فرق ہے۔ تشبیہ اس جگہ ثابت ہوتی ہے جہاں مشبہ بہ وجہ شبہ میں مشبہ سے اکمل اور اقوی ہو اور تشابہ وہاں ثابت ہوتا ہے جہاں دونوں طرف وصف میں مساوی ہوں۔

حلّ کلمات: اَشَارَ ماضی از اِشَارَۃٌ، اشارہ کرنا، مُحَدِّثٌ از تفعیل بیان کرنا تقریر کرنا، اسم فاعل کا صیغہ ہے قِرْدٌ، بندر، لنگور، (ج) اَقْرَادٌ۔ یُقَهْقِهُ بروزن یُبَعْثِرُ از فَعْلَلَۃٌ زور سے ہنسنا۔ تَلْطِمُ صیغہ واحد مؤنث غائب، مضارع لَطْمًا (ض) تھپڑ مارنا۔ غُرَّۃٌ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، یہاں مراد چمک، سفیدی، یُمْتَدَحُ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع مجہول از افتعال تعریف کرنا۔

ارکان تشبیہ

(۱) مشبہ — مشبہ بہ — وجہ شبہ — اداۃ تشبیہ

اقسام تشبیہ باعتبار مادۂ طرفین

(۲) دونوں حسی — دونوں عقلی — مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی — مشبہ حسی مشبہ بہ عقلی

اقسام تشبیہ باعتبار طرفین افراداً و ترکیباً

(۳) تشبیہ مفرد بمفرد — تشبیہ مرکب بمرکب — تشبیہ مفرد بمرکب — تشبیہ مرکب بمفرد

اقسام تشبیہ باعتبار تعدد طرفین و تعدد احد الطرفین

(۴) تشبیہ ملفوف — تشبیہ مفروق — تشبیہ تسویہ — تشبیہ جمع

اقسام تشبیہ باعتبار وجہ شبہ

(۵) تمثیل — غیر تمثیل — مفصل — مجمل

اقسام تشبیہ باعتبار اداۃِ تشبیہ

(٦) مؤکد — مرسل

اغراض تشبیہ باعتبار مشبہ چھ ہیں

(٧) بیان امکان مشبہ — بیان حال مشبہ — بیان مقدار مشبہ

تقریر حال مشبہ — تزیین مشبہ — تقبیح مشبہ

اغراض تشبیہ باعتبار مشبہ بہ

تشبیہ مقلوب — تشبیہ مطلوب

اَلْمَجَــــازُ

هُوَاللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَ لَهٗ لِعَلَاقَةٍ. مَعَ قَرِیْنَةٍ مَانِعَةٍ مِّنْ اِرَادَةِ الْمَعْنٰی السَّابِقِ کَالدُّرَرِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِی الْکَلِمَاتِ الْفَصِیْحَةِ فِیْ قَوْلِكَ فُلَانٌ یَتَکَلَّمُ بِالدُّرَرِ فَاِنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَتْ لَهٗ اِذْقَدْ وُضِعَتْ فِی الْاَصْلِ لِلَّآلِیْ الْحَقِیْقِیَّةِ ثُمَّ نُقِلَتْ اِلٰی الْکَلِمَاتِ الْفَصِیْحَةِ لِعَلَاقَةِ الْمُشَابَهَةِ بَیْنَهُمَا فِی الْحُسْنِ.وَالَّذِیْ یَمْنَعُ مِنْ اِرَادَةِ الْمَعْنَی الْحَقِیْقِیِّ قَرِیْنَةُیَتَکَلَّمُ وَکَالْاَصَابِعِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِی الْاَنَامِلِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْ آذَانِهِمْ) فَاِنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَتْ لَهٗ لِعَلَاقَةِ اَنَّ الْاَنْمِلَةَ جُزْءٌ مِنَ الْاِصْبَعِ فَاسْتُعْمِلَ الْکُلُّ فِی الْجُزْءِ وَقَرِیْنَةُ ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یُمْکِنُ جَعْلُ الْاَصَابِعِ بِتَمَامِهَا فِی الْآذَانِ.

وَالْمَجَازُ اِنْ كَانَتْ عَلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةَ بَيْنَ الْمَعْنَى الْمَجَازِيِّ وَالْمَعْنَى الْحَقِيْقِيِّ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْاَوَّلِ يُسَمّٰى اِسْتِعَارَةً وَاِلاَّ فَمَجَازٌ مُرْسَلٌ كَمَافِي الْمِثَالِ الثَّانِي.

مجاز

ترجمہ: مجاز وہ لفظ ہے جس کو غیر موضوع لہٗ میں استعمال کیا گیا ہو (یعنی ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہو جس کے لیے وہ لفظ وضع نہیں کیا گیا ہو) کسی علاقہ کی وجہ سے ایسے قرینہ کے ساتھ جو پہلے معنی کو مراد لینے سے رو کے مثلاً لفظ "دررٌ" ہے جو آپ کے قول فُلَانٌ یَتَکَلَّمُ بِالدُّرَرِ میں فصیح کلمات میں مستعمل ہوا ہے (فلانٌ یتکلم بالدرر کا ترجمہ۔ فلاں شخص کے منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں) دیکھیے کہ وہ اس جگہ پر ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس کے لیے وہ لفظ وضع نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ وہ اصل میں حقیقی موتیوں کے معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے پھر نقل کیا گیا فصیح اور دل آویز کلمات کی طرف۔ اس لیے ان دونوں معنوں کے درمیان خوبصورتی میں مشابہت کا علاقہ ہے۔ اور وہ چیز جو ذرر کے حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہے وہ لفظ یَتَکَلَّمُ کا قرینہ ہے۔ (یعنی تکلّم کے قرینہ سے پتہ چلا کہ یہاں درر سے مراد موتیاں نہیں بلکہ قیمتی باتیں ہیں) اسی طرح اَصَابِعُ کا لفظ ہے جو اَنَا مِلٌ کے معنی میں اللہ تعالی کے قول "یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَھُمْ فِیْ آذَانِھِمْ" میں مستعمل ہوا ہے یعنی اصابع بول کر اناملِ مراد لیا ہے۔ کیوں کہ لفظ اصابع اس جگہ پر ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس کے لیے وہ وضع نہیں کیا گیا ہے اس علاقہ کی وجہ سے کہ اَنمِلَۃ اِصْبَع کا ایک جزو ہے اور کل کو جزو میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر اصابع کے معنی حقیقی کے لیے جائیں تو پوری انگلیوں کو کان کے اندر ڈالنا پڑے گا

جو ناممکن ہے (دیکھئے یہاں کل (اصابع) بول کر جزو (انامل) مراد لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ منکرین کوشش کر رہے تھے کہ پوری انگلیاں کان کے سوراخوں میں داخل کر دیں تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بات بالکل ہی نہ سنیں لیکن یہ امر ناممکن ہونے کی وجہ سے انامل مراد لیے گئے، جن کا کانوں کے اندر جانا ممکن ہے۔

(تو یہ بات واضح ہوگئی کہ معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان کی علاقہ کا ہونا ضروری ہے) تو اگر مجاز کا علاقہ معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان مشابہت کا ہو تو اس کا نام استعارہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ پہلی مثال میں اور اگر مشابہت کے علاوہ کوئی دوسرا علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں جیسا کہ دوسری مثال میں۔

فائدہ: اَنمِلَةٌ میں نو لغات ہیں، فتحہ ہمزہ کے ساتھ میم میں تینوں حرکات (ضمہ، فتحہ، کسرہ) پڑھنا جائز ہے مثلاً اَنمُلَةٌ (یہ تین صورتیں ہو گئیں) اسی طرح ہمزہ پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ میم پر تینوں حرکات پڑھنا جائز ہے، اس طرح کل نو صورتیں ہو جائیں گی۔

اَلْاِسْتِعَارَةُ

اَلْاِسْتِعَارَةُ هِیَ مَجَازٌ عَلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ. اَیْ مِنَ الضَّلَالِ اِلَى الْهُدٰی. فَقَدِ اسْتُعْمِلَتِ الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ فِیْ غَيْرِ مَعْنَاهُمَا الْحَقِيْقِیِّ وَالْعَلَاقَةُ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الضَّلَالِ وَالظَّلَامِ وَالْهُدٰی وَالنُّوْرِ. وَالْقَرِيْنَةُ مَاقَبْلَ ذٰلِكَ وَاَصْلُ الْاِسْتِعَارَةِ تَشْبِيْهٌ حُذِفَ اَحَدُ طَرَفَيْهِ وَوَجْهُ شِبْهِهٖ وَاَدَاتُهٗ.

وَالْمُشَبَّهُ يُسَمّٰی مُسْتَعَارًا لَهٗ وَالْمُشَبَّهُ بِهٖ مُسْتَعَارًا مِنْهُ. فَفِیْ هٰذَا الْمِثَالِ اَلْمُسْتَعَارُ لَهٗ هُوَ الضَّلَالُ وَالْهُدٰی وَالْمُسْتَعَارُ مِنْهُ

هُوَ مَعْنَى الظَّلَامِ وَالنُّوْرِ وَلَفْظُ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ يُسَمّٰى مُسْتَعَارًا.

استعارہ

ترجمہ: استعارہ وہ مجاز ہے جس میں علاقہ تشبیہ کا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول کِتَابٌ اَنْزَلْنَا الآیۃ میں ترجمہ آیت یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو تاریکیوں سے اجالے کی طرف نکال لائیں۔ یعنی گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائیں تو اس جگہ ظلمات اور نور کا استعمال ان کے غیر حقیقی معنوں میں ہوا ہے اور ان میں علاقہ تشبیہ کا ہے۔ یعنی آیت مذکورہ میں ضلال کو ظلمات سے اور ہدی کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے اور قرینہ آیت پہلا حصہ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْكَ ہے۔ کیوں کہ کتاب کو نازل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ تمام لوگوں کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف لایا جائے۔

اصل میں استعارہ اس تشبیہ کا نام ہے جس میں طرفین میں سے کوئی ایک طرف اور وجہ شبہ اور اداۃ تشبیہ حذف کر دیئے جائیں۔ استعارہ کے باب میں مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے چنانچہ اس مثال میں ضلال اور ہدی مستعار لہ ہیں اور ظلام اور نور کے معنی مستعار منہ ہیں اور ظلمات اور نور کے الفاظ مستعار کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

وَتَنْقَسِمُ الْاِسْتِعَارَةُ اِلٰى مُصَرَّحَةٍ وَهِيَ مَاصُرِّحَ فِيْهَا بِلَفْظِ الْمُشَبَّهِ بِهٖ. كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ ؎

فَاَمْطَرَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ
وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ.

فَقَدْ اسْتَعَارَ اللُّؤْلُؤَ وَالنَّرْجِسَ وَالْوَرْدَ وَالْعُنَّابَ وَالْبَرَدَ لِلدُّمُوْعِ وَالْعُيُوْنِ وَالْخُدُوْدِ وَالْاَنَامِلِ وَالْاَسْنَانِ.

وَالٰی مَکْنِیَّةٍ وَھِیَ مَا حُذِفَ فِیْهِ الْمُشَبَّهُ بِهٖ وَرُمِزَ اِلَیْهِ بِشَیْءٍ مِنْ لَوَازِمِهٖ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ فَقَدْ اِسْتَعَارَ الطَّائِرَ لِلذُّلِّ ثُمَّ حَذَفَهٗ وَدَلَّ عَلَیْهِ بِشَیْءٍ مِّنْ لَوَازِمِهٖ وَھُوَ الْجَنَاحُ وَاِثْبَاتُ الْجَنَاحِ لِلذُّلِّ یُسَمُّوْنَهٗ اِسْتِعَارَۃً تَخْیِیْلِیَّةً.

ترجمہ: اور استعارہ طرفین کے ذکر کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہے مصرحہ اور مکنیہ (۱) استعارۂ مصرحہ وہ ہے جس میں لفظ مشبہ بہ صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہو جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ: میری محبوبہ نے نرگس سے موتی برسائے، گلاب کو شاداب کیا اور عناب کو اولے سے کاٹ کھایا۔ اس شعر میں شاعر نے موتی، نرگس، گلاب، عناب اور اولے کو بالترتیب آنسو، آنکھوں، رخساروں، انگلیوں کی پوروں اور دانتوں کے لیے استعارہ کیا ہے۔

(۲) استعارۂ مکنیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ تو محذوف ہو لیکن اس کے لوازم میں سے کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاخْفِضْ لَهُمَا الآیة میں آیت کا ترجمہ یہ ہے اور جھکا دے ان کے آگے کندھے، عاجزی کر نیاز مندی سے۔ دیکھئے آیت میں اللہ تعالیٰ نے طائر کو ذل کے لیے استعارہ کیا پھر اسے حذف کر دیا اور اس کے لوازم میں سے ایک شیٔ لازم جناح کے ذریعہ اس کی راہ بتلا دی اور ارباب بلاغت ذل کے لیے جناح ثابت کرنے کو استعارہ تخییلیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

وَتَنْقَسِمُ الْاِسْتِعَارَۃُ اِلٰی اَصْلِیَّةٍ وَھِیَ مَاکَانَ فِیْهَا الْمُسْتَعَارُ اِسْمًا غَیْرَ مُشْتَقٍّ کَاسْتِعَارَۃِ الظَّلَامِ لِلضَّلَالِ وَالنُّوْرِ لِلْهُدٰی وَاِلٰی تَبَعِیَّةٍ وَھِیَ مَاکَانَ فِیْهَا الْمُسْتَعَارُ فِعْلًا اَوْ حَرْفًا اَوْ اِسْمًا مُشْتَقًّا نَحْوُ فُلَانٌ رَکِبَ کَتِفَیْ غَرِیْمِهٖ اَیْ لَازَمَهٗ مُلَازَمَةً شَدِیْدَۃً وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اُولٰئِكَ

عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ. اَیْ تَمَكَّنُوا مِنَ الْحُصُولِ عَلَی الْهِدَایَةِ التَّامَّةِ وَنَحْوُ قَوْلِهٖ

وَلَئِنْ نَطَقْتُ بِشُكْرِ بِرِّكَ مُفْصِحًا
فَلِسَانُ حَالِیْ بِالشِّكَایَةِ اَنْطَقُ

وَ نَحْوُ اَذَقْتُهٗ لِبَاسَ الْمَوْتِ اَیْ اَلْبَسْتُهٗ اِیَّاهُ.

ترجمہ: لفظ مستعار کے اعتبار سے استعارہ کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) اصلیہ (۲) اور طبعیہ۔

(۱) استعارۂ اصلیہ وہ ہے جس میں لفظ مستعار اسم غیر مشتق ہوتا ہے جیسا کہ لفظ ظلام مستعار ہے لفظ ضلال کے لیے اور لفظ نور مستعار ہے ہدی کے لیے۔

(۲) اور استعارۂ طبعیہ وہ ہے جس میں لفظ مستعار فعل یا حرف یا اسم مشتق ہوتا ہے جیسے فُلَانٌ رَكِبَ كَتِفَیْ غَرِیْمِهٖ فلاں آدمی اپنے قرض دار کے کندھوں پر سوار ہو گیا مطلب یہ ہے وہ اپنے قرضدار کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ اس میں لفظ مستعار فعل آ گیا ہے۔ اور اللہ کے قول میں "اولٰئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ترجمہ آیت: وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے یعنی وہ لوگ کامل ہدایت پر قابو پا چکے ہیں۔ اس میں لفظ مستعار حرف "علی" ہے اور اسی طرح شاعر کے قول میں۔ ترجمہ شعر۔ اور خدا کی قسم اگر میں تمہارے احسان کا شکریہ اپنی زبان سے صاف صاف بیان کر کے ادا کروں تو یہ میری زبانِ قال کمزور ثابت ہو گی۔ کیوں کہ میری زبان حال شکوے کو اس سے بھی زیادہ صاف اور زوردار طور پر بیان کرنے والی ہے۔ اس شعر میں لفظ مستعار اسم مشتق "اَنطق" ہے۔ اور اسی طرح کا یہ قول ہے اذقته لباس الموتِ. میں نے اسے موت کی پوشاک چکھائی۔ یعنی میں نے اسے موت کی پوشاک پہنائی اس قول میں لفظ مستعار اذقته ہے۔

حلّ کلمات: مُفْصِحٌ اسم فاعل از افعال فصاحت سے بولنا، کھل کر مراد کو ظاہر کرنا، اَنْطَقُ، اسم تفضیل (ض) نُطْقًا بولنا، گفتگو کرنا۔

وَتنقَسِمُ الْإِستِعَارَةُ اِلٰی مُرشَحَةٍ وَهِیَ مَاذُکِرَ فِیهَا مُلاَئِمُ الْمُشَبَّهِ بِهٖ نَحوُ (اُولٰئِكَ الَّذِینَ اشتَرَوُا الضَّلاَلَةَ بِالْهُدٰی فَمَارَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ) فَالْاِشتِرَاءُ مُستَعَارٌ لِلْاِستِبدَالِ وَذِکرُ الرِّبحِ وَالتِّجَارَةِ تَرشِیحٌ.

وَاِلٰی مُجَرَّدَةٍ وَهِیَ الَّتِی ذُکِرَ فِیهَا مُلاَئِمُ الْمُشَبَّهِ نَحوُ (فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوفِ) اُستُعِیرَ اللِّبَاسُ لِمَا غَشِیَ الْاِنسَانَ عِندَ الْجُوعِ وَالْخَوفِ وَالْاِذَاقَةُ تَجرِیدٌ لِذٰلِكَ.

وَاِلٰی مُطلَقَةٍ وَهِیَ الَّتِی لَمْ یُذکَرْ مَعَهَامُلاَئِمٌ نَحوُ (یَنقُضُونَ عَهدَاللّٰهِ) وَلاَیُعتَبَرُالتَّرشِیحُ وَالتَّجرِیدُ اِلاَّ بَعدَ تَمَامِ الْاِستِعَارَةِ بِالْقَرِینَةِ.

ترجمہ: استعارہ اپنی مناسبات اور متعلقات کے اعتبار سے پھر تین قسم پر ہے (۱) مرشحہ (۲) مجردہ (۳) مطلقہ۔ استعارہ مرشحہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے مناسبات مذکور ہوں جیسے قرآن پاک میں ہے اُولٰئِكَ الَّذِینَ اشتَرَوُا الضَّلٰلَةَ الآیة. ترجمہ آیت: یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے عوض میں پس نفع بخش نہیں ہوئی ان کی تجارت۔ آیت میں اشتراء مستعار ہے استبدال کے لیے اور ربح اور تجارت کا ذکر ترشیح کہلاتا ہے۔

دوسری قسم استعارہ مجردہ ہے وہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ کے مناسبات ذکر کیے گئے ہوں جیسے قرآن شریف میں ہے فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوفِ. ترجمہ آیت پھر اللہ تعالیٰ نے اس قریہ کے باشندوں کو بھوک اور ڈر کی پوشاک چکھائی یعنی پہنائی، اس مقام پر لباس مستعار ہے اس چیز کے لیے جو انسان پر ڈر اور بھوک کے وقت چھا جاتی ہے یعنی سختیاں اور مصیبتیں۔ اور اذاقہ

اس استعارہ کے لیے تجرید کہلاتا ہے۔

(۳) تیسری قسم استعارۂ مطلقہ ہے اور مطلقہ وہ ہے جس میں کسی قسم کے مناسبات ذکر نہ کئے گئے ہوں جیسا کہ اللہ کے قول میں یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ ترجمہ آیت۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں۔

ترشیح اور تجرید دونوں کا اعتبار اسی وقت کیا جائے گا جب کہ استعارہ بھی قرینہ کے ساتھ پورا ہو چکا ہو۔ یہ باتیں استعارہ کی بحث کے شروع میں آچکی ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

اَلْمَجَازُ الْمُرْسَلُ

هُوَ مَجازٌ عَلاقَتُهٗ غَيْرُ الْمَشَابَهَةِ.

(۱) كَالسَّبَبِيَّةِ فِيْ قَوْلِكَ عَظُمَتْ يَدُ زَيْدٍ اَىْ نِعْمَتُهُ الَّتِىْ سَبَبُهَا الْيَدُ.

(۲) وَالْمُسَبَّبِيَّةِ فِيْ قَوْلِكَ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا اَىْ مَطَرًا يَتَسَبَّبُ عَنْهُ النَّبَاتُ.

(۳) وَالْجُزْئِيَّةِ فِيْ قَوْلِكَ اُرْسِلَتِ الْعُيُوْنُ لِتَطَّلِعَ عَلٰى اَحْوَالِ الْعَدُوِّ اَىِ الْجَوَاسِيْسُ.

(٤) وَالْكُلِّيَّةِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْ آذَانِهِمْ) اَىْ اَنَامِلَهُمْ.

(٥) وَاعْتِبَارِ مَا كَانَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاٰتُوا الْيَتَامٰى اَمْوَالَهُمْ) اَىِ الْبَالِغِيْنَ.

(٦) وَاعْتِبَارِ مَا يَكُوْنُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (اِنِّىْ اَرَانِىْ اَعْصِرُ خَمْرًا) اَىْ عِنَبًا.

(۷) وَالْمَحَلِّيَّةِ نَحْوُ قَرَّرَ الْمَجْلِسُ ذٰلِكَ اَىْ اَهْلُهٗ.

(۸) وَالْحَالِّيَةِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ) اَىْ جَنَّتِهٖ.

مجاز مرسل

ترجمہ: مجاز مرسل وہ ہے جو مشابہت کے سوا دوسرا کوئی علاقہ رکھتا ہو (اس کے علاقے تو بہت ہیں مشہور آٹھ مندرجہ ذیل ہیں)

(۱) علاقہ سببیت تمہارے قول میں "عَظُمَتْ يَدُ فُلَانٍ فلاں شخص کا ہاتھ بڑا ہوگیا یعنی اس کی دولت بڑی ہوگئی جس کا سبب اس کا ہاتھ ہے۔

(۲) علاقہ مسببیت جیسا کہ تمہارے قول میں "اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا" آسمان نے سبزہ برسایا یعنی پانی برسایا جس کے سبب سے سبزے کا تحقق ہوا۔ اور یہاں سبزہ مسبب ہے اور مطر سبب ہے۔

(۳) علاقہ جزئیت جیسا کہ تمہارے قول "ارسلت العیون الخ میں۔ آنکھیں بھیجی گئی ہیں تاکہ دشمن کے احوال سے واقف ہو یعنی بہت سے جاسوس بھیجے گئے ہیں اس جگہ عیون جو عین کی جمع ہے وہ جزو جاسوس ہے۔ جاسوسی میں آنکھ جزو اعظم ہونے کی وجہ سے جاسوس پر اس کا اطلاق صادق آیا۔

(۴) علاقہ کلیت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ آذَانِهِمْ" یہاں اصابع سے انگلیوں کے (انامل پورے) مراد ہیں اس مقام پر کل بول کر جزو مراد لیا گیا۔

(۵) ماکان کے اعتبار کا علاقہ۔ یعنی زمانہ ماضی میں جو احوال اور اوصاف تھے ان کا اعتبار کرنا مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول "وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ اَىِ الْبَالِغِيْنَ. اور یتیموں کو ان کے مال دو یعنی ان بالغوں کو جو زمانہ ماضی میں نابالغ تھے۔ یتیمیت کی صفت سے متصف تھے یہاں گذرے ہوئے حال کا اعتبار کر کے بالغوں کو یتامیٰ کہا گیا ہے کیوں کہ مال سپرد کرنے کا حکم بلوغ اور رشد سے پہلے نہیں ہے کلام اللہ میں ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ترجمہ

ر آیت: تو اگر تم ان میں ہوشیاری دیکھ لو تو ان کے حوالے ان کا مال کر دو۔ (یعنی یہ بات اس وقت کہی گئی جب اس سے پہلے قرآن پاک میں کہا گیا وَابْتَلُوا الْیَتَامٰی حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ. یعنی یتیموں کی جانچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ عمر نکاح کو پہنچ جائیں۔ ظاہر بات ہے کہ عمر نکاح بلوغ کے بعد ہوتی ہے۔

(۶) مَایَکُوْنُ کے اعتبار کا علاقہ ہو یعنی احوال مستقبلہ کا اعتبار کیا گیا ہو۔ جیسے اللہ تعالی کا قول اِنِّیْ اَرَانِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا اَیْ عِنَبًا. میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں یعنی انگور نچوڑ رہا ہوں۔ انگور کو نچوڑنے کے بعد شراب بناتے ہیں۔ مگر یہاں شراب کا اطلاق انگور پر مایؤل کے اعتبار سے ہوا۔ جیسا کہ ہم لوگ پانچ پارے کے حافظ کو حافظ صاحب کہتے ہیں اسی طرح سال سوم چہارم کے طالب علم کو مولوی صاحب کہتے ہیں یہ سب مَایَؤُل یعنی مستقبل کے اعتبار سے کہتے ہیں یعنی بعد میں جو بننے والا ہے اسی نام سے اب پکارنے لگتے ہیں۔

(۷) محلیت کا علاقہ ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے قَرَّرَ الْمَجْلِسُ ذٰلِكَ اَیْ اَهْلُهٗ، مجلس نے اسے مقرر کیا یعنی اہل مجلس نے۔ یہاں مجلس جو محل ہے اس کا اطلاق اہل پر ہوا جو حال ہے۔ (یہ بات مشہور ہے کہ لوگ کہتے ہیں یہ مجلس کا فیصلہ ہے حالاں کہ مجلس فیصلہ نہیں کرتی فیصلہ تو اہل مجلس کرتے ہیں تو مجلس بول کر اہل مجلس مراد لیتے ہیں اسی طرح "وَاسْاَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا" ای اَهْلَ الْقَرْیَةِ.

(۸) علاقہ حالیت جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں "فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ اَیْ جَنَّتِهٖ ترجمہ ر آیت: تو وہ لوگ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یعنی وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے یہاں رحمت جو کہ حالّ ہے اس کا اطلاق جنت پر ہوا جو کہ محلّ ہے۔

اَلْمَجَازُ الْمُرَکَّبُ

اَلْمُرَکَّبُ اِنِ اسْتُعْمِلَ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَ لَهٗ.

فَاِنْ کَانَ لِعَلَاقَةٍ غَیْرِ الْمُشَابَهَةِ سُمِّیَ مَجَازًا مُرَکَّبًا

كَالجُمَلِ الخَبرِيَّةِ اِذَا اسْتُعْمِلَتْ فِى الْاِنْشَاءِ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

هَوَایَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِيْنَ مُصْعِدُ
جَنِيْبٌ وَجُثْمَانِىْ بِمَكَّةَ مُوْثَقُ

فَلَيسَ الغَرضُ مِنْ هٰذَا البَيْتِ الْاِخْبَارَ بَلْ اِظْهَارُ التَّحزُّنِ وَالتَّحسُّرِ وَاِنْ كَانَتْ عَلاقَتُهُ الْمُشَابِهَةَ سُمِّىَ اِسْتعَارَةً تَمْثِيلِيَّةً كَمَا يُقَالُ لِلْمُتَرَدِّدِ فِى اَمْرٍ أَرَاكَ تُقَدِّمُ رِجْلًا وَتُؤَخِّرُ اُخْرىٰ.

مجاز مرکب

ترجمہ: لفظ مرکب کا استعمال اگر موضوع لہ میں نہ ہو (تو اس کی دو قسمیں ہیں)

(۱) تو اگر اس کا استعمال تشبیہ کے علاوہ کسی دوسرے علاقہ کے سبب سے ہو تو اس کو مجاز مرکب کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ جیسے خبری جملے جب محل انشاء میں استعمال کیے جائیں۔ شاعر کا قول ترجمہ: میری معشوقہ یمنی مسافروں کے ساتھ ایک طفیلی کی حیثیت سے جا رہی ہے اور اس طرف میری بے بسی کا یہ عالم ہے کہ میرا جسم مکہ میں محبوس ہے (یہ شعر جعفر بن علبہ کا ہے) تو اس شعر سے غرض محض خبر دینا نہیں ہے بلکہ غم اور حسرت کا اظہار مقصود ہے (اور یہ انشاء ہے)

(۲) اور اگر لفظ مرکب کا علاقہ تشبیہ کا ہو تو اس کا نام استعارۂ تمثیلیہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کسی امر میں تردد کرنے والے سے أَرَاكَ تُقَدِّمُ رِجْلًا وَتُؤَخِّرُ اُخْرىٰ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک پیر آگے بڑھاتے ہو اور دوسرا پیچھے ہٹاتے ہو۔

یہاں تردد فکر کی جگہ میں وہ لفظ مرکب استعمال کیا گیا ہے جو تردد رِجل کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

اَلْمَجَازُ العَقْلِیُّ

هُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اَوْمَافِیْ مَعْنَاهُ اِلٰی غَیْرِ مَاهُوَ لَهٗ عِنْدَ التَّکَلُّمِ فِی الظَّاهِرِ لِعَلَاقَةٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

اَشَابَ الصَّغِیْرَ وَاَفْنَی الْکَبِیْرَ کَرُّ الْغَدَاةِ وَمَرُّ الْعَشِیِّ

فَاِنَّ اِسْنَادَ الْاِشَابَةِ وَالْاِفْنَاءِ اِلٰی کَرِّالْغَدَاةِ وَمُرُوْرِ الْعَشِیِّ اِسْنَادٌ اِلٰی غَیْرِمَا هُوَ لَهٗ اِذِ الْمُشِیْبُ وَالْمُفْنِی فِی الْحَقِیْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

مجاز عقلی

ترجمہ: اسناد کرنا فعل یا معنیٔ فعل کی اس چیز کے غیر کی طرف جس کے لیے وہ فعل یا معنیٔ فعل متکلم کے عقیدے میں بظاہر کسی علاقہ کی وجہ سے مبنی ہو۔ جیسا کہ صلتان عبدی کا یہ شعر۔ اشاب الصَّغیر الخ ترجمۂ شعر: صبح اور شام کے بار بار آنے اور جانے نے بچے کو بوڑھا کر ڈالا اور بوڑھے کو فنا کر دیا۔

اس لیے کہ شعر مذکور میں اشابة اور افناء کی نسبت کرُّ الغداة اور مرور العشیّ کی طرف ہے اور یہ نسبت اس چیز کے غیر کی طرف ہے جس کے لیے وہ فعل یا معنیٔ فعل مبنی ہے کیوں کہ حقیقت میں مُشیب (بوڑھا کرنے والا) اور مفنی (ختم کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَمِنَ الْمَجَازِ الْعَقْلِیِّ اِسْنَادُ مَابُنِیَ لِلْفَاعِلِ اِلَی الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ (عِیْشَةٌ رَاضِیَةٌ) وَعَکْسُهٗ نَحْوُ سَیْلٌ مُفْعَمٌ وَالْاِسْنَادُ اِلَی الْمَصْدَرِ نَحْوُجَدَّ جِدُّهٗ وَاِلَی الزَّمَانِ نَحْوُ نَهَارُهٗ صَائِمٌ وَاِلَی الْمَکَانِ نَحْوُ نَهْرٌ جَارٍ وَاِلَی السَّبَبِ نَحْوُ

بَنٰی اَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ وَیُعْلَمُ مِمَّا سَبَقَ اَنَّ الْمَجَازَ اللُّغَوِیَّ یَکُوْنُ فِیْ اللَّفْظِ وَالْمَجَازَ العَقْلِیَّ یَکُوْنُ فِی الْاِسْنَادِ.

ترجمہ: (ذیل کے اسنادات مجاز عقلی میں سے ہیں)

(۱) مبنی للفاعل کو مفعول کی طرف نسبت کرنا۔ جیسا کہ عِیْشَةٌ رَاضِیَةٌ پسندیدہ زندگی یہاں راضیہ مرضیہ کے معنی میں ہے (۲) اور اس کے برعکس یعنی مبنی للمفعول کو فاعل کی طرف نسبت کرنا۔ جیسا کہ سَیْلٌ مُفْعَمٌ بھرپور سیلاب، یہاں مفعول فاعل کے معنی میں ہے کیوں کہ سیلاب بھرپور نہیں ہوتا بلکہ وادی بھرپور ہوتی ہے (۳) مبنی للفاعل کو مصدر کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ جَدَّ جِدُّہٗ (اس کا نصیب بلند ہوا) یہاں جد مصدر کی طرف جَدَّ فعل معروف کی نسبت ہوئی (۴) مبنی للفاعل کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ نہارہ صائم۔ اس کا دن روزہ دار ہے یہاں صائم کی نسبت نہار کی طرف ہے جو زمانہ ہے (۵) مبنی للفاعل کو مکان کی طرف منسوب کرنا۔ جیسا کہ نَہْرٌ جَارٍ جاری نہر۔ یہاں جاری کی نسبت نہر کی طرف ہے جو ظرف مکان ہے (۶) مبنی للفاعل کو سبب کی طرف منسوب کرنا، جیسا کہ بَنٰی الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ امیر نے شہر بنایا، یہاں امیر کی طرف، شہر بنانے کی نسبت اس لیے کی گئی کہ وہ اصل میں شہر بنانے کا سبب یعنی امیر کے حکم سے ہی شہر بسایا گیا۔

ما قبل کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مجاز لغوی لفظ میں واقع ہوتا ہے اور مجاز عقلی اسناد میں واقع ہوتا ہے۔

توضیح: مذکورہ عبارت میں مجاز عقلی کی مثالیں ذکر کی گئیں۔ ان میں سے ایک عیشۃٌ راضیۃٌ ہے۔ اس طرح کہ راضیۃ مبنی للفاعل ہے کیوں کہ راضیۃ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل فعل معروف کے حکم میں ہوتا ہے اور راضیۃ کی اسناد اس ضمیر کی طرف کی گئی ہے جو ضمیر راضیۃ میں مستتر ہے اور عیشۃ کی طرف راجع ہے اور عیشۃ مفعول حقیقی ہے اور مفعول حقیقی اس لیے ہے کہ عیشۃ (زندگی) خود راضی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے اس کا صاحب یعنی

صاحبِ عیشة راضی ہوتا ہے الحاصل حقیقتاً عیشةٌ مرضیّة ہے نہ کہ راضیة؛ تو چونکہ اس کی مثال میں مبنی للفاعل کی اسناد مفعول بہ کی طرف کی گئی ہے اس لیے یہ اسناد مجازی ہوگی۔ "راضیة" اسم فاعل گویا معروف ہے اس کی اسناد "عیشة" کی طرف ہے جو مفعول بہ ہے اس لیے یہ مجاز ہے - مُفعَمٌ -اسم مفعول ہے گویا مجہول ہے اس کی اسناد سیلٌ کی طرف ہے جو فاعل ہے سیل کے معنی سیلاب اور مفعمٌ کے معنی بھرا ہوا، سیلاب بھرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ وادی اور جگہ بھری ہوئی ہوتی ہے اس لیے یہاں بھی اسناد مجازی ہے صائمٌ اسم فاعل ہے اس کی اسناد نہار کی طرف ہے نہار فاعل نہیں ہے بلکہ زمان ہے اور زمانہ روزہ نہیں رکھتا بلکہ زمانہ میں روزہ رکھا جاتا ہے اس لیے یہاں بھی اسناد مجازی ہے۔ جارٍ اصل میں جاریٌ تھا اس میں رام کی تعلیل ہوئی ہے تو جارٍ اسم فاعل ہے اس کی اسناد نہر کی طرف ہے۔نہر ظرف مکان ہے نہر پانی جاری ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں نہر جاری نہیں ہوتی بلکہ پانی جاری ہوتا ہے۔اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہے بَنیٰ الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ - بَنیٰ فعل معروف ہے اس کی اسناد امیر کی طرف ہے، امیر فاعل نہیں ہے۔ فاعل تو مزدور اور معمار ہیں امیر محض سبب ہے اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہے جدَّ جدُّہٗ - جدَّ فعل معروف ہے اور اس کی اسناد جدُّہٗ مصدر کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا حق یہ تھا کہ اس کی اسناد صاحبِ جد کی طرف کی جاتی پس اس مثال میں بھی چونکہ غیر ماھولہ کی طرف اسناد کی گئی ہے اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہوئی۔

اَلْکِنَایَةُ

هِیَ لَفْظٌ اُرِیْدَ بِهٖ لَازِمُ مَعْنَاهُ مَعَ جَوَازِ اِرَادَةِ ذٰلِكَ الْمَعْنٰی نَحْوُ طَوِیْلُ النِّجَادِ اَیْ طَوِیْلُ الْقَامَةِ. وَتَنْقَسِمُ

بِاعْتِبَارِ الْمَكْنِیِّ عَنْهُ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ

اَلْاَوَّلُ: كِنَايَةٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيْهَا صِفَةً كَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ ؎

طَوِيْلُ النِّجَادِ رَفِيْعُ الْعِمَادِ
كَثِيْرُ الرَّمَادِ اِذَامَا شَتَا

تُرِيْدُ اَنَّهُ طَوِيْلُ الْقَامَةِ سَيِّدٌ كَرِيْمٌ.

وَالثَّانِيْ: كِنَايَةٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيْهَا نِسْبَةً نَحْوُ اَلْمَجْدُ بَيْنَ ثَوْبَيْهِ وَالْكَرَمُ تَحْتَ رِدَائِهٖ تُرِيْدُ نِسْبَةَ الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ اِلَيْهِ.

وَالثَّالِثُ: كِنَايَةٌ يَكُوْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيْهَا غَيْرَ صِفَةٍ وَلَا نِسْبَةٍ كَقَوْلِهٖ ؎

اَلضَّارِبِيْنَ بِكُلِّ اَبْيَضَ مِخْذَمٍ
وَالطَّاعِنِيْنَ مَجَامِعَ الْاَضْغَانِ

فَاِنَّهُ كَنّٰى بِمَجَامِعِ الْاَضْغَانِ عَنِ الْقُلُوْبِ.

کنایہ

(حقیقت میں ترک صراحت کو کنایہ کہتے ہیں یعنی صریح معنی کو چھوڑ کر لازمی معنی کو مراد لینا)

ترجمہ: کنایہ ایسا لفظ ہے جس سے اس کا لازمی معنی مراد لیے جائیں اصلی معنی کو مراد لینے کے ساتھ ساتھ (یعنی معنی لازم اور معنی اصلی دونوں مراد لینا درست ہو۔ مثلاً طَوِيْلُ النِّجَادِ سے اس کا لازمی معنی طویل القامتہ اور دراز قد مراد ہے، لیکن اس کے ساتھ اسکے معنی اصلی "لمبے پرتلے والا" مراد لینا بھی صحیح ہے۔

کنایہ مکنی عنہ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے (۱) پہلی قسم کنایہ ہے جس میں مکنی عنہ صفت واقع ہو۔ جیسا کہ خنساء کے قول میں طویل النجاد الخ، ترجمہ شعر: ممدوح دراز قد، بلند ستون والا، بڑا فیاض سردار تھا جس کے یہاں موسم سرما میں راکھ کا انبار لگا رہتا تھا (دیکھئے اس جگہ طویل النجاد سے لازم معنی مراد لیا ہے یعنی دراز قد سردار اور فیاض۔

(۲) دوسری قسم وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نسبت ہو جیسا کہ اَلْمَجْدُ بَیْنَ ثَوْبَیْهِ وَالْكَرَمُ تَحْتَ رِدَائِهِ. بزرگی اس کے دونوں کپڑوں کے بیچ میں ہے اور سخاوت وفیاضی اس کی چادر کے نیچے ہے مجد وکرم ممدوح کے کپڑے اور چادر میں ثابت کرنا کنایہ ہے ذاتِ ممدوح کی طرف مجد وکرم کو منسوب کرنے سے (۳) تیسری قسم وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نہ صفت واقع ہو اور نہ نسبت جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ترجمہ شعر: میں ایسے بہادروں کی تعریف کرتا ہوں جو اپنے مخالفوں کو چمکدار کاٹنے والی تیز تلواروں سے مارتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی جو ایسے دلوں کو چھلنی کرتے رہتے ہیں جو عداوتوں اور کینوں کے گنجینے ہیں (یہاں مجامع الاضغان (خزانہ کینہ اور مجمع البغض) سے مراد قلوب ہیں تو لفظ مجامع الاضغان کنایہ ہے اور قلوب مکنی عنہ ہے جو نہ صفت ہے اور نہ نسبت ہے۔

حلّ کلمات: نِجَاد. پڑتلہ، کہا جاتا ہے هُوَ طَوِیْلُ النِّجَادِ وہ لمبے پڑتلے والا ہے، کنایہ ہے طویل القامۃ ہونے سے، رَمَادٌ. راکھ۔ (ج) اَرْمِدَةٌ، شَتَا، شَتَا یَشْتُو شَتْوًا (ن) موسوم سرما میں داخل ہونا، سردی پڑنا۔ شَتَا ماضی کا صیغہ ہے دَعَا کی طرح تعلیل ہوئی ہے۔ مِخْذَمٌ. اسم آلہ، کاٹنے کا اوزار، خَذَمَ (ض) خذمًا جلدی سے کاٹنا، یہاں مِخْذَمٌ سے تلوار مراد ہے طَاعِنِیْنَ. طَعَنَ (ف، ن) طعنًا نیزہ مارنا، طَاعِنِیْنَ صفت کا صیغہ یعنی نیزہ مارنے والے، مَجْمَعٌ کی جمع مَجَامِعُ، اسم ظرف، جمع ہونے کی جگہ۔ اَضْغَانٌ یہ ضِغْنٌ کی جمع ہے۔ کینہ، (س) ضَغَنًا کینہ رکھنا۔ کینہ اور بغض جمع ہونے کی جگہ اس سے قلب مراد ہے۔

وَالكِنَايَةُ اِنْ كَثُرَتْ فِيهَا الوَسَائِطُ سُمِّيَتْ تلوِيْحًا نَحْوُ هُوَكَثِيْرُ الرَّمَادِ اَىْ كَرِيْمٌ فَاِنَّ كَثْرَةَ الرَّمَادِ تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الْاِحْرَاقِ. وَكَثْرَةَ الْاِحْرَاقِ تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الطَّبْخِ وَالخُبْزِ وَكَثْرَتُهُمَا تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الآكِلِيْنَ وَهِىَ تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الضِّيْفَانِ وكَثْرَةُ الضِّيْفَانِ تَسْتَلْزِمُ الكَرَمَ.

وَاِنْ قَلَّتْ وَخَفِيَتْ سُمِّيَتْ رَمْزًا نَحْوُ هُوَ سَمِيْنٌ رِخْوٌ اَىْ غَبِىٌّ بَلِيْدٌ وَاِنْ قَلَّتْ فِيْهَا الْوَسَائِطُ اَوْلَمْ تَكُنْ وَ وَضَحَتْ سُمِّيَتْ اِيْمَاءً وَاِشَارَةً نَحْوُ ؎

اَوَمَارَأَيْتَ المَجْدَ اَلْقٰى رَحْلَهٗ
فِىْ آلِ طَلْحَةَ ثُمَّ لَمْ يَتَحَوَّلِ

كِنَايَةً عَنْ كَوْنِهِمْ اَمْجَادًا.

وَهُنَاكَ نَوْعٌ مِنَ الْكِنَايَةِ يُعْتَمَدُ فِىْ فَهْمِهٖ عَلَى السِّيَاقِ يُسَمّٰى تَعْرِيْضًا وَهُوَ اِمَالَةُ الكَلَامِ اِلٰى عَرْضٍ اَىْ نَاحِيَةٍ كَقَوْلِكَ لِشَخْصٍ يَضُرُّ النَّاسَ خَيْرُالنَّاسِ مَنْ يَنْفَعُهُمْ.

ترجمہ: اگر کنایہ میں وسائط کثیر ہوں تو اس کا نام تلویح رکھا جاتا ہے جیسے هُوَ كَثِيْرُ الرَّمَادِ الخ وہ زیادہ راکھ والا ہے یعنی وہ بہت سخی ہے کیوں کہ کثرت راکھ کثرت احراق کو مستلزم ہے اور کثرت احراق کثرتِ پکوان اور خبز کو مستلزم ہے، اور ان دونوں کی کثرت کھانے والوں کی کثرت کو مستلزم ہے اور یہ کثرت مہمانوں کو مستلزم ہے اور کثرت مہمان کثرتِ سخاوت کو مستلزم ہے (کیوں کہ راکھ زیادہ ہونے سے یہ امر لازم ہے کہ کھانا زیادہ پکا ہوگا اور لکڑیاں زیادہ جلائی گئی ہوں گی اور لکڑیوں کے زیادہ جلنے سے یہ امر لازم ہے کہ کھانا زیادہ پکا ہوگا اور کھانا زیادہ پکنے کو یہ امر لازم ہے کہ مہمانوں کی آمد زیادہ ہوگی اور مہمانوں کے زیادہ

آنے کو سخاوت اور فیاضی لازم ہے دیکھئے کثیر الرماد سے سخی مراد لینے میں کتنے وسائط کی ضرورت پڑی۔ اور اگر کنایہ میں وسائط کم اور خفی ہوں تو اس کا نام رمز رکھا جاتا ہے۔ جیسے هُوَ سَمِينٌ رِخُوٌ اَی غَبِیٌّ بَلِیْدٌ وہ موٹا اور ڈھیلا ہے۔ یعنی کند ذہن اور ست ہے۔ دیکھئے موٹاپن اور ڈھیلاپن یہ دونوں ذہنی قوتوں کے ڈھیلاپن کا سبب ہوتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کو کند ذہن اور سستی لازم ہے لیکن استلزام خفی اور باریک ہے ہر ایک کو پتہ نہیں چلتا تو اس وجہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کنایہ میں ایک واسطہ ہے اور وہ بھی خفی ہے۔

اور اگر کنایہ میں وسائط کم ہوں یا وسائط نہ ہوں اور وہ واضح ہو تو اس کا نام رکھا جاتا ہے ایماء اور اشارہ۔ جیسا کہ شاعر کا قول اَوَمَارَأَیْتَ الخ ترجمہ شعر: کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ شرافت نے طلحہ کے خاندان میں اپنے خیمے گاڑ رکھے ہیں۔ اب تو حال یہ ہے کہ اس خاندان سے کسی دوسری جانب رخ پھیرنے کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی۔ یہاں شاعر یہ بتا رہا ہے کہ خاندان طلحہ کے تمام لوگ نیک ہیں اور ایک واسطہ ہے اور وہ صفت مجد ہے جس سے آل طلحہ متصف ہے۔

یہاں کنایہ کی ایک اور قسم ہے جس کو سمجھنے کے لیے سیاق کلام پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اس کا نام تعریض بھی رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کو کسی ایک جانب مائل کر دینا (یعنی اس میں اشارہ ایک جانب کرتے ہیں اور مراد دوسری جانب ہوتی ہے) جیسے تم کسی ایسے آدمی سے کہتے ہو جس سے عام لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُهُمْ" بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔

علم البدیع

اَلْبَدِیْعُ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ وُجُوْهُ تَحْسِیْنِ الْکَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَی الْحَالِ وَهٰذِهِ الْوُجُوْهُ مَا یَرْجِعُ مِنْهَا اِلٰی تَحْسِیْنِ الْمَعْنٰی یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ وَمَا یَرْجِعُ مِنْهَا اِلٰی تَحْسِیْنِ اللَّفْظِ یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِیَّةِ.

علم بدیع

ترجمہ: علم بدیع وہ علم ہے جس سے اس کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے پہچانے جاتے ہیں جو مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ ان طریقوں میں سے بعض طریقے تحسین معنی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، ان کا نام محسنات معنویہ رکھا جاتا ہے۔ اور بعض طریقے وہ ہیں جو تحسین لفظ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، ان کا نام محسنات لفظیہ رکھا جاتا ہے۔

توضیح: بدیع: یہ بدع الشئ سے ماخوذ ہے بمعنی کسی چیز کو بلا نمونہ ایجاد کرنا، اس لیے بدیع اسماء حسنیٰ میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بدیع السموات والارض۔ اس علم کو بدیع اس لیے کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کلام کو محسنات بدیعیہ سے مزین کرلیتا ہے تو گویا اس کا وہ کلام بے مثال اور انوکھا ہوتا ہے۔

بدیع ایک علم ہے جس سے کلام کے تحسین اور تزیین کے طریقے معلوم ہوتے ہیں مگر ان طریقوں کا استعمال اس وقت اچھا ہوتا ہے جب کلام میں اول قواعد علم معانی و بیان کی رعایت کی گئی ہو ورنہ ایسا بدنما ہوگا جیسا کہ بدصورت آدمی کو زیور اور لباس زیبا پہنادیا۔ گویا کہ علم بدیع بمنزلہ لباس اور زیور کے ہے اگر خوبصورت کو زیور نہ پہنائیں تو اس کے لیے حسن خداداد ہی کافی ہوگا۔ اسی طرح فصیح، بلیغ کلام کو جو کہ مقتضیٰ حال کے مطابق ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے اس کو مزید خوبصورت بنانے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اسی کا نام علم بدیع ہے۔

مُحسِنَاتٌ مَعنَوِیَّۃٌ

(۱) اَلتَّورِیَۃُ اَنْ یُذْکَرَ لَفظٌ لَہٗ مَعنَیَانِ قَرِیبٌ یَتَبَادَرُ فَھْمُہٗ مِنَ الْکَلَامِ وَبَعِیدٌ ھُوَالْمُرَادُ بِالْاِفَادَۃِ لِقَرِینَۃٍ خَفِیَّۃٍ نَحْوُ (وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ) اَرَادَ

بِقَوْلِهٖ جَرَحْتُمْ مَعنَاہُ الْبَعِیْدَ وَھُوَ اِرْتِکَابُ الذُّنُوْبِ وَکَقَوْلِہٖ ؎

یَاسَیِّدًا حَازَ لُطْفًا
لَہٗ الْبَرَایَا عَبِیْدُ
اَنْتَ الْحُسَیْنُ وَلٰکِنْ
جَفَاکَ فِیْنَا یَزِیْدُ

مَعْنٰی یَزِیْدُ الْقَرِیْبُ اَنَّہٗ عَلَمٌ وَمَعنَاہُ الْبَعِیْدُ الْمَقْصُوْدُ اَنَّہٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مِنْ زَادَ.

(۲) اَلْاِبْھَامُ اِیْرَادُ الْکَلَامِ مُحْتَمِلاً لِوَجْھَیْنِ مُتَضَادَّیْنِ نَحْوُ ؎

بَارَکَ اللّٰہُ لِلْحَسَنِ
وَلِبُوْرَانَ فِی الْخَتَنِ
یَا اِمَامَ الْھُدٰی ظَفِرْ
تَ وَلٰکِنْ بِبِنْتِ مَنْ

فَاِنَّ قَوْلَہٗ بِبِنْتِ مَنْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ مَدْحًا لِعَظْمَۃٍ وَاَنْ یَّکُوْنَ ذَمًّا لِدَنَائَۃٍ.

محسنات معنویہ

ترجمہ: (۱) توریہ۔ کلام میں ایسا ایک لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب جس کے بولتے ہی ذہن میں اس کے معنی آجائیں۔ دوسرا بعید اور یہی بعید کسی مخفی قرینہ کی وجہ سے افادے کے لیے مقصود ہو (یعنی معنی بعید کو ذرا غور کرنے کے بعد ہی سمجھے گا کیوں کہ اس میں قرینہ بہت

زیادہ واضح نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ذہن فوراً سبقت کر جائے بلکہ باریک اور خفی ہوتا ہے اس لیے کچھ دیر بعد سمجھ میں آئے گا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ الآیة" ترجمہ آیت: وہی خدا ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں۔ جَرَحْتُمْ کے معنی بعید کو مراد لیا اور وہ گناہوں کا مرتکب ہونا ہے۔ جرحتم کے دو معنی ہیں ایک قریب یعنی زخمی ہونے اور کرنے کو کہتے ہیں اور دوسرا بعید یعنی گناہوں کا مرتکب ہونا اس جگہ اس بعید معنی کا اللہ تعالیٰ نے قصد فرمایا ہے) اور جیسا کہ شاعر کا قول ترجمہ شعر: اے وہ امام جنہوں نے ہر طرح کی پاکیزگی کو اپنے اندر اکٹھا کر رکھا ہے اور جن کا ساری خلقت غلام ہے۔ آپ حسین ہی ہیں (لیکن کیا کیا جائے) آپ کی بے التفاتی تو ہماری قوم میں روز بروز بڑھ رہی ہے یا اس طرح کہیے کہ لیکن کیا کیا جائے آپ کے ساتھ تو ہماری قوم میں یزید بن معاویہ نے بدسلوکی کی ہے۔ یہاں یزید کا معنی قریب عَلَم یعنی حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید ہے، اور معنی بعید جو مقصود ہے وہ فعل مضارع ہے زاد سے۔

(۲) ایہام۔ ایہام کہتے ہیں کلام میں ایسا لفظ لانا جو دو متضاد وجہوں کا احتمال رکھتا ہو جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر۔ اللہ تعالیٰ حسن بن سہل اور بوران کو اس رشتہ ازدواج میں برکت عطا فرمائے۔ اے امام ہدایت! آپ تو کامیاب ہو گئے لیکن کس شخص کی لڑکی کے ساتھ۔ کیونکہ اس شعر میں لفظ بِبِنْتِ مَنْ دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے عظمت کے لحاظ سے مدح کا احتمال رکھتا ہے اور کمینگی اور دناءت کے اعتبار سے ذم کا، یہ دونوں معنی آپس میں متضاد ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں شعر محمد بن حزم کے ہیں، خلیفہ مامون نے جب بوران سے شادی کی تب اس نے کہا تھا۔

حلّ کلمات: حَازَ یَحُوزُ جمع کرنا (ن) بَرَایَا یہ بَرِیَّةٌ کی جمع ہے مخلوق، عُبَیْدٌ یہ عَبْدٌ کی جمع ہے، بمعنی غلام۔ جَفَا جَفْوًا (ن) اعراض کرنا بدسلوکی سے پیش آنا، ظلم کرنا، بے التفاتی کرنا۔

---

(۳) اَلتَّوْجِیْهُ اِفَادَةُ مَعْنًی بِاَلْفَاظٍ مَوْضُوْعَةٍ لَهٗ وَلٰکِنَّهَا

اَسْمَاءُ لِنَاسٍ اَوْغَيْرِهِمْ كَقَوْلِ بَعْضِهِمْ يَصِفُ نَهْرًا ؎

اِذَا فَاخَرَتْهُ الرِّيْحُ وَلَّتْ عَلِيْلَةً
بِاَذْيَالِ كُثْبَانِ الثَّرٰى تَتَعَثَّرُ
بِهِ الْفَضْلُ يَبْدُوْ وَالرَّبِيْعُ وَكَمْ غَدَا
بِهِ الرَّوْضُ يَحْيٰى وَهُوَ لَا شَكَّ جَعْفَرُ

فَالْفَضْلُ وَالرَّبِيْعُ وَيَحْيٰى وَجَعْفَرُ اَسْمَاءُ نَاسٍ وَكَقَوْلِهٖ ؎

وَمَاحُسْنُ بَيْتٍ لَهٗ زُخْرُفٌ
تَرَاهُ اِذَا زُلْزِلَتْ لَمْ يَكُنْ

فَاِنَّ زُخْرُفًا وَاِذَازُلْزِلَتْ وَلَمْ يَكُنْ. اَسْمَاءُ سُوَرٍ مِّنَ الْقُرْآنِ.

(٤) اَلطِّبَاقُ هُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَعْنَيَيْنِ مُتَقَابِلَيْنِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًاوَّ هُمْ رُقُوْدٌ) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ،يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

(٥) وَمِنَ الطِّبَاقِ الْمُقَابَلَةُ وَهُوَ اَنْ يُّؤْتٰى بِمَعْنَيَيْنِ اَوْ اَكْثَرَثُمَّ يُؤْتٰى بِمَا يُقَابِلُ ذٰلِكَ عَلَى التَّرْتِيْبِ. نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا)

ترجمہ: (۳) توجیہ۔کسی ایک مفہوم کو اس کے متعدد الفاظ موضوعہ کے ذریعہ بیان کرنا، لیکن یہ الفاظ انسان یا انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کے نام ہوں جیساکہ ایک شاعر کا قول جو نہر کی تعریف کر رہا ہے۔ ترجمہ شعر۔ جب ہوا ممدوح کے سامنے ناز و نخرے سے چلتی ہے تو پیٹھ دکھا کر خاک نمناک ریتیلے تودوں کے دامن سے دل بہلانے میں پھنس کر رہ جاتی ہے، ممدوح کی طفیل میں

فضل (بلند رتبہ) اور ربیع (موسم بہار) جھلک رہے ہیں اور اسی کے توسط سے سبزہ زار زندگی کے لطیف اوقات گذار رہے ہیں اور بلاشبہ وہ ممدوح کی ذات سخاوت کے لحاظ سے سراسر، چشمہ جاری ہے۔

اس شعر میں فضل، ربیع، یحییٰ اور جعفر اپنے معنیٰ موضوع لہ کے باوجود متعدد لوگوں کے نام ہیں اور جیسا کہ اس شعر "وَمَاحُسْنَ بَيْتٌ الخ میں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور اس مکان میں کوئی خوبصورتی نہیں جو ظاہری اور جھوٹی خوبصورتی سے آراستہ ہو۔ تم ایسے مکان کو دیکھو گے کہ جب زلزلہ آئے گا نہیں رہے گا۔ اس شعر میں زخرف، اذازلزلت اور لم یکن اپنے وضعی معنوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی سورتوں کے نام ہیں۔

(۴) طباق کہتے ہیں کسی کلام میں دو ایسے معنوں کو جمع کرنا جو ایک دوسرے کے ضد اور مقابل ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَتَحْسَبُهُمْ اَيقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ. ترجمہ آیت اور تم انہیں بیدار سمجھو گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں (اس آیت میں ایقاظ اور رقود دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں معنی کے اعتبار سے) اسی طرح دوسری آیت میں۔ ترجمہ آیت۔ لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے لیکن وہ دنیاوی زندگی کے ظاہری حال کا خوب علم رکھتے ہیں اس آیت میں لَا يَعْلَمُوْنَ اور يَعْلَمُوْنَ دونوں فعل ہیں اور نفی واثبات کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۵) طباق کی ایک قسم مقابلہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اولاً دو یا زیادہ موافق معنوں کو لاتے ہیں پھر ان کے مقابل معنوں کے الفاظ کو بالترتیب لاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا الآیہ ترجمہ آیت۔ تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ (دیکھیے اس آیت میں فلیضحکوا کے مقابلہ میں فَلْيَبْكُوا اور قَلِيْلاً کے مقابلہ کثیراً لایا گیا)

حلّ کلمات: فَاخَرَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف، از مفاعلہ مفاخرہ کرنا، اظہارِ فخر کرنا، وَلَّتْ از تفعیل: پیٹھ دے کر بھاگنا۔ اَذْيَالٌ یہ ذَيْلٌ کی جمع ہے دامن کے معنی میں، كُثْبَانٌ یہ كَثِيْبٌ کی جمع ہے ریت، ٹیلہ کے معنی میں، ثری: تری، نمناک مٹی۔ تتعسّر از باب تفعّل، دشوار ہونا،

پیچیدہ ہونا، الجھنا۔

---

(٦) وَمِنْهُ التَّدْبِيجُ وَهُوَ التَّقَابُلُ بَيْنَ اَلْفَاظِ الْاَلْوَانِ. كَقَوْلِهٖ ؎

تَرَدّٰى ثِيَابَ الْمَوْتِ حُمْرًا فَمَا اَتٰى
لَهَا اللَّيْلُ اِلاَّ وَهِيَ مِنْ سُنْدُسٍ خُضْرٍ

(٧) اَلْاِدْمَاجُ اَنْ يُضَمِّنَ كَلَامٌ سِيْقَ لِمَعْنًى مَعْنًى آخَرَ نَحْوُ قَوْلِ اَبِي الطَّيِّبِ ؎

اُقَلِّبُ فِيْهِ اَجْفَانِيْ كَاَنِّيْ
اَعُدُّ بِهَا عَلَى الدَّهْرِ الذُّنُوْبَا

فَاِنَّهٗ ضَمِنَ وَصْفُ اللَّيْلِ بِالطُّوْلِ. الشِّكَايَةَ مِنَ الدَّهْرِ.

(٨) وَمِنَ الْاِدْمَاجِ مَا يُسَمّٰى بِالْاِسْتِتْبَاعِ وَهُوَ الْمَدْحُ بِشَيْءٍ عَلٰى وَجْهٍ يَسْتَتْبِعُ الْمَدْحَ بِشَيْءٍ آخَرَ كَقَوْلِ الْخَوَارِزْمِيِّ ؎

سَمِحُ الْبَدِيْهَةِ لَيْسَ يُمْسِكُ لَفْظَهٗ
فَكَاَنَّمَا اَلْفَاظُهٗ مِنْ مَّالِهٖ

ترجمہ: اور طباق کی ایک قسم تدبیج ہے، تدبیج کے معنی تزئین کے ہیں اور اصطلاح میں تدبیج وہ ہے کہ کلام میں رنگوں کے الفاظ کا ایک دوسرے کے مقابل ہونا (یعنی کلام میں کنایہ اور توریہ کے طور پر مدح وغیرہ میں مختلف رنگوں کا ذکر کریں) جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ۔ موصوف نے موت کے سرخ کپڑوں کو اپنی چادر بنالی، پھر اب تک رات بھی نہ آئی تھی کہ وہ سرخ کپڑے سبز کپڑوں میں تبدیل ہو گئے۔

توضیح: دیکھئے اس شعر میں موصوف کو شہادت نصیب ہوئی، خون میں لت پت کپڑوں میں دفن کیا گیا، شہادت کی وجہ سے "سندس خضر" جنتی لباس سے

نوازا گیا اور اس میں متعدد الوان کے الفاظ لائے گئے جو آپس میں متضاد ہیں جیسے حمر، خضر پہلے لفظ سے شہادت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے لفظ سے جنت کے لباس اوراس میں داخل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ تدبیج کی مثال میں "كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" بھی پیش کی جاتی ہے۔

(۷) ادماج۔ لغت میں لپیٹنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں ادماج ایسے کلام کو کہتے ہیں جو لایا گیا ہو ایک معنی کے لیے لیکن دوسرے معنی کو بھی شامل ہوتا ہو۔ (یعنی ادماج ایسے کلام کو کہتے ہیں جس سے دو یا زیادہ مطلب نکلیں) جیسا کہ متنبی شاعر کا قول ترجمہ، شعر: میں رات میں اپنی پلکیں الٹ پلٹ کرتا رہتا ہوں۔ گویا ان پلکوں سے زمانہ کے گناہوں کو شمار کرتا رہتا ہوں اس نے میرے ساتھ کتنی بے انصافیاں کیں اور مجھ پر کس قدر مظالم ڈھائے۔ یہاں شاعر نے پہلے تو درازیٔ شب کا ذکر کیا پھر اس کے ضمن میں زمانہ کی شکایت بھی کردی۔

(۸) ادماج کی دوسری قسم وہ ہے جس کا نام استتباع رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کی تعریف اس انداز سے کی جائے کہ ایک تعریف سے تبعاً دوسری تعریف بھی ہو جائے جیسا کہ ابوبکر خوارزمی کا قول۔ ترجمہ (میرا ممدوح) برجستہ کلام کرنے میں ایسا سخی ہے کہ اس کے کلام میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، گویا کہ اس کے الفاظ اس کے مال سے ہیں۔ یعنی وہ جس طرح صدقہ کرنے میں فیاض ہے اسی طرح وہ اپنے کلام کی سخاوت میں حاتم طائی ہے۔ اس کلام میں ممدوح کی تعریف بدیہہ گوئی کے ساتھ ساتھ تبعاً اس کی دوسری تعریف سخاوت کا بھی ذکر ہو گیا۔

حلّ کلمات: تَرَدِّی از تفعل چادر اڑھانا، سَمِحٌ صفت کا صیغہ سَمَاحَةً وَسَمَاحًا۔ بخشش کرنا، دینا سَمِحٌ سخی۔

---

(۹) مُرَاعَاةُ النَّظِيرِ هِيَ جَمْعُ اَمْرٍ وَمَا يُنَاسِبُهُ لَا بِالتَّضَادِ كَقَوْلِهِ ؎

اِذَا صَدَقَ الجَدُّ اِفْتَرَى العَمُّ لِلْفَتٰى
مَكَارِمُ لَا تَخْفٰى وَاِنْ كَذَبَ الخَالُ

فَقَدْ جَمَعَ بَيْنَ الجَدِّ وَالعَمِّ وَالخَالِ. وَالمُرَادُ بِالْاَوَّلِ الحَظُّ وَبِالثَّانِي عَامَّةُ النَّاسِ وَبِالثَّالِثِ الظَّنُّ.

(۱۰) اَلْاِسْتِخْدَامُ هُوَ ذِكْرُ اللَّفْظِ بِمَعْنًى وَاِعَادَةُ ضَمِيْرٍ عَلَيْهِ بِمَعْنًى آخَرَ وَاِعَادَةُ ضَمِيْرَيْنِ تُرِيْدُ بِثَانِيْهِمَا غَيْرَ مَا اَرَدْتَهُ بِاَوَّلِهِمَا فَالْاَوَّلُ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالٰى (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) اَرَادَ بِالشَّهْرِ الْهِلَالَ وَبِضَمِيْرِهِ الزَّمَانَ الْمَعْلُوْمَ وَالثَّانِي كَقَوْلِهِ ؎

فَسَقَى الغَضَاءَ وَالسَّاكِنِيْهِ وَاِنْ هُمْ
شَبُّوْهُ بَيْنَ جَوَانِحِيْ وَضُلُوْعِيْ

اَلْغَضَا شَجَرٌ بِالْبَادِيَةِ وَضَمِيْرُ سَاكِنِيْهِ يَعُوْدُ اِلَيْهِ بِمَعْنٰى مَكَانِهٖ وَضَمِيْرُ شَبُّوْهُ يَعُوْدُ اِلَيْهِ بِمَعْنٰى نَارِهٖ.

ترجمہ: (۹) مراعاۃ النظیر کہتے ہیں جمع کرنا ایک امر کو اور اس کو جو اس کے مناسب ہو نہ کہ ان کے درمیان تضاد کی نسبت ہو۔ یعنی چند ایسی چیزوں کا ایک جگہ جمع کرنا جن میں تضاد کی نسبت کے سوا کسی طرح کی مناسبت او رموافقت ہو۔ جیسے شاعر کا قول، ترجمہ۔ جب قسمت ٹھیک ہوتی ہے تو عوام مخالفت کرتے ہیں۔ ہمارے اس شریف جوان کی نوازشات ظاہر ہیں مخفی نہیں اگرچہ دوسروں کے نزدیک ہمارا یہ گمان صحیح نہ ہو۔ اس قول میں جد، عم اور خال کو شاعر نے جمع کر دیا ہے اور ان سب کے متبادر معنوں میں مناسبت واضح ہے لیکن یہاں مقصود وہ معنی نہیں ہیں جو بظاہر مفہوم ہوتے ہیں بلکہ جد سے قسمت اور نصیب، عم سے عوام الناس اور خال سے خیال اور ظن مراد ہے۔

ترجمہ۔ (۱۰) استخدام۔ استخدام کہتے ہیں لفظ کو کسی ایک معنی میں ذکر کرنا اور اس کی

طرف سے کسی ایک ضمیر کو لوٹا کر دوسرا معنی مراد لینا (یا لفظ کو ایک معنی میں ذکر کریں) اور دو ضمیریں اس کی طرف لوٹا کر ثانی ضمیر سے وہ معنی مراد لیں جو ضمیر اوّل کے معنی کے علاوہ ہو۔ اول کی مثال جیسے اللہ تعالی کا قول فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الآية ترجمہ، آیت سو جو کوئی پاوے تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔ دیکھئے یہاں اللہ تعالی نے شہر کے معنی ہلال اور اس کی ضمیر سے زمانہ (رمضان المبارک) کا قصد فرمایا ہے اور ثانی کی مثال بحتری کا شعر (تو میں دعا کرتا ہوں) کہ وہ شجر غضا کو اور اس کے باشندوں کو سیراب کرے اگرچہ ان لوگوں نے اس نار غضا کو پہلوؤں اور پسلیوں کے درمیان جوان کر دیا یعنی اس کی آگ کو بھڑکا دیا۔ (دیکھئے اس شعر میں) غضا جنگلی درخت جھاؤ کا نام ہے اور سَاكِنِيهِ کی ضمیر جو غضا کی طرف لوٹتی ہے وہ موضع غضا کے معنی میں ہے شبوہ کی ضمیر مفعول جو غضا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ وہ نارِ غضا کے معنی میں ہے۔

---

(۱۱) اَلِاسْتِطْرَادُ هُوَ اَنْ يَخْرُجَ الْمُتَكَلِّمُ مِنَ الْغَرَضِ الَّذِىْ هُوَ فِيْهِ اِلٰى آخَرَ لِمُنَاسَبَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى تَتْمِيْمِ الْاَوَّلِ كَقَوْلِ السَّمَوْأَلِ۔

وَاِنَّا اُنَاسٌ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً
اِذَا مَارَأَتْهُ عَامِرٌ وَسَلُوْلُ
يُقَرِّبُ حُبُّ الْمَوْتِ اٰجَالَنَا لَنَا
وَتَكْرَهُهُ آجَالُهُمْ فَتَطُوْلُ
وَمَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ حَتْفَ اَنْفِهٖ
وَلَا طُلَّ مِنَّا حَيْثُ كَانَ قَتِيْلُ

فَسِيَاقُ الْقَصِيْدَةِ لِلْفَخْرِ وَاسْتَطْرَدَ مِنْهُ اِلٰى هِجَاءِ عَامِرٍ وَسَلُوْلَ ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِ.

(۱۲) اَلِافْتِنَانُ هُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ فَنَّيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ كَالْغَزَلِ

وَالحَماسَةِ. وَالمَدْحِ وَالهِجاءِ وَالتَّعزِيَةِ وَالتَّهنِيَةِ كَقَوْلِ عَبْدِ اللهِ بن هُمَامٍ السَّلُولِيْ حِيْنَ دَخَلَ عَلٰى يَزِيْدَ وَقَدْ مَاتَ اَبُوْهُ مُعَاوِيَةُ وَخَلَفَهُ هُوَ فِيْ الْمُلْكِ اجَرَكَ اللهُ عَلٰى الرَّزِيَّةِ وَبَارَكَ لَكَ فِيْ العَطِيَّةِ وَاَعَانَكَ عَلٰى الرَّعِيَّةِ فَقَدْ رُزِئْتَ عَظِيْمًا وَاُعْطِيْتَ جَسِيْمًا فَاشْكُرِ اللهَ عَلٰى مَا اُعْطِيْتَ وَاصْبِرْ عَلٰى مَارُزِئْتَ فَقَدْ فَقَدْتَ الْخَلِيْفَةَ وَاُعْطِيْتَ الْخِلَافَةَ فَفَارَقْتَ خَلِيْلًا وَوُهِبْتَ جَلِيْلًا ۔

اِصْبِرْ يَزِيْدُ فَقَدْ فَارَقْتَ ذَاثِقَةٍ
وَاشْكُرْ حِبَاءَ الَّذِيْ بِالْمُلْكِ اَصْفَاكَ
لَارُزْءَ أَصْبَحَ فِيْ الْاَقْوَامِ نَعْلَمُهٗ
كَمَا رُزِئْتَ وَلَا عُقْبٰى كَعُقْبَاكَ

ترجمہ: (۱۱) استطراد وہ ہے کہ متکلم نکل جائے اس غرض سے جس میں وہ ہے دوسری غرض کی طرف کسی مناسبت کی وجہ سے، پھر پہلی غرض کو مکمل کرنے کے لیے لوٹ جائے۔ جیسا کہ سَمَوْأل بن عادیا کا شعر۔ ترجمہ شعر: (۱) اور ہم ایسے لوگ ہیں جو قتل وقتال کو عیب نہیں سمجھتے ہیں، جبکہ عامر اور سلول کے قبیلے اس کو عیب میں شمار کرتے ہیں (۲) موت کی محبت ہماری موت کے وقتوں کو ہم سے قریب کردیتی ہے (یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ زیادہ دن زندہ نہیں رہتے) اور ہمارے برعکس یہ قبیلے ہیں کہ ان کی موت کے اوقات موت کو ناپسند کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی عمریں دراز ہو جاتی ہیں۔ (یعنی یہ لوگ زندگی کے طمع میں لڑائی وغیرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی عمریں دراز ہوتی ہیں) (۳) ہمارے قبیلے میں نہ تو کوئی ایسا سردار گذرا جو بستر پر اپنی موت سے مرا ہو، اور نہ کوئی ایسا مقتول پایا گیا جو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا قبیلہ بہت بہادر اور دلیر ہے عامر اور سلول کے

قبیلوں کی طرح ڈرپوک اور بزدل نہیں ہے۔

دیکھیے ان اشعار میں شاعر نے پہلے اپنا فخر ظاہر کیا۔ درمیان میں قبیلہ عامر اور سلول کی مذمت بھی کر دی پھر اپنے پہلے مقصد یعنی فخریہ کلام کی طرف لوٹا اور اظہار فخر کیا۔

فائدہ: محسنات معنویہ کی ایک قسم اطراد ہے جس میں ممدوح کا نام مع آباء واجداد حسب ترتیب ولادت بلا تکلف ذکر کرتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے۔

الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم : یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

(۱۲) افتنان وہ ہے کہ دو مختلف فنوں کو ایک کلام میں جمع کرنا جیسے غزل (عشق ومحبت) اور حماسہ (بہادری) دو مختلف فن ہیں اسی طرح مدح اور مذمت، تعزیت اور تہنیت (ماتم پرسی اور مبارکبادی) یہ مختلف انواع اور فنون ہیں۔

مثلاً عبداللہ بن ہمام سلولی کا وہ قول جسے اس نے یزید کے سامنے اس وقت کہا تھا جب اس کے باپ امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی تھی اور حضرت امیر نے اسے سلطنت اسلامیہ کے لیے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا "اٰجَرَكَ اللّٰهُ عَلَى الرزية وَبَارَكَ لَكَ فِي العَطِية الخ ترجمہ: اے یزید! اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت (انتقال والد) کا بدلہ دے اور اس بخشش (سلطنت اسلامیہ) میں تمہارے لیے برکت عطا فرمائے اور رعیت کے مقابلہ تمہاری مدد فرمائے (بلا شبہ اس وقت تم دو آزمائشوں میں مبتلا ہو) ایک تو آزمائش یہ ہے کہ تم اپنے والد کی وفات کے سبب سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ اور دوسری آزمائش یہ ہے کہ تم ایک بڑی نعمت یعنی سلطنت اسلامیہ سے نوازے گئے اس لیے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ تمہیں سلطنت سے نوازا گیا اور اس بڑی مصیبت پر صبر اور ضبط سے کام لو جس میں تم مبتلا کیے گئے۔ تمہیں پریشان نہ ہونا چاہیے کیوں کہ تم اگرچہ خلیفہ کی زندگی سے محروم کر دیئے گئے ہو لیکن خلافت جیسی نعمت عظیمہ سے بھی نوازے گئے ہو پس بلا شبہ اگرچہ تمہیں ایک محبوب سے محروم ہونا پڑا ہے لیکن کیا یہ کم خوش نصیبی ہے کہ تم ایک عظیم سلطنت اسلامیہ سے سرفراز کیے

گئے ہو شعر کا ترجمہ: یزید! صبر اور ضبط سے کام لو بلاشبہ تم اپنے سب سے بڑے سرپرست قابل اعتماد والد بزرگوار سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے ہو اور اس جلیل القدر پاک ہستی کی بخشش کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہیں سلطنت اسلامیہ کے لیے منتخب کر لیا ہے ہمیں معلوم نہیں ہے کہ دنیا کی گذشتہ قوموں پر کوئی اتنی بڑی مصیبت نازل ہوئی ہو جتنی بڑی تم پر ہوئی۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کسی کو ایسا اچھا بدلہ ملا ہو جیسا کہ تمہیں ملا ہے۔

دیکھئے اس پورے کلام میں عبداللہ سلولی نے تعزیت اور تہنیت کے مختلف فنون کو کیسے اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔ اسی کا نام صنعت افتنان ہے۔

---

(۱۳) اَلْجَمْعُ هُوَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَعَدَّدٍ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِهٖ ؎

اِنَّ الشَّبَابَ وَالْفَرَاغَ وَالْجِدَّةَ
مُفْسِدَةٌ لِلْمَرْءِ اَیُّ مُفْسِدَةٍ

(۱۴) اَلتَّفْرِيْقُ هُوَ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ شَيْئَيْنِ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِهٖ ؎

مَانَوَالُ الْغَمَامِ وَقْتَ رَبِيْعٍ
كَنَوَالِ الْاَمِيْرِ يَوْمَ سَخَاءٍ
فَنَوَالُ الْاَمِيْرِ بَدْرَةُ عَيْنٍ
وَنَوَالُ الْغَمَامِ قَطْرَةُ مَاءٍ

(۱۵) اَلتَّقْسِيْمُ هُوَ اِمَّا اسْتِيْفَاءُ اَقْسَامِ الشَّیْءِ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ
وَلٰكِنَّنِیْ عَنْ عِلْمِ مَافِیْ غَدٍ عَمِیٌّ

وَاِمَّا ذِكْرُ مُتَعَدَّدٍ وَاِرْجَاعُ مَالِكُلٍّ اِلَيْهِ عَلَى التَّعْيِيْنِ كَقَوْلِهٖ ؎

وَلَا يُقِيمُ عَلَىٰ ضَيمٍ يُرَادُ بِهٖ
اِلَّا الاَذَلَّانِ عَيرُ الحَيِّ وَالوَتَدُ
هٰذَا عَلَى الخَسفِ مَربُوطٌ بِرُمَّتِهٖ
وَذَا يُشَجُّ فَلَا يَرثِي لَهٗ اَحَدٌ

وَاَمَّا ذِكرُ اَحوَالِ الشَّیٔ مُضَافًا اِلٰی کُلٍّ مِّنهُمَا مَا یَلِیقُ بِهٖ کَقَولِهٖ ؎

سَاَطلُبُ حَقِّی بِالقَنَا وَمَشَائِخَ
کَاَنَّهُم مِن طُولِ مَا التَثَمُوا مُردٌ
ثِقَالٌ اِذَا لَاقُوا خِفَافٌ اِذَا دُعُوا
کَثِیرٌ اِذَا شَدُّوا قَلِیلٌ اِذَا عُدُّوا

ترجمہ: (۱۳) جمع۔ متعدد چیزوں کو ایک حکم کے تحت میں اکٹھا کرنے کو جمع کہتے ہیں جیسا کہ شاعر ابوالعتاہیہ کے قول میں۔ ترجمہ: بیشک جوانی، بیکاری، اور امیری یہ تینوں چیزیں انسان کو بگاڑنے کا سبب اور باعث ہیں۔

(۱۴) تفریق۔ ایک قسم کی دو چیزوں میں فرق بیان کرنے کو تفریق کہتے ہیں جیسا کہ رشید کے شعر میں۔ ترجمہ: بادلوں کی بخشش جو بہار کے وقت ہوتی ہے وہ امیر کی اس بخشش کی طرح نہیں ہوتی ہے جو سخاوت کے دن ہوتی ہے کیوں کہ امیر کی بخشش اشرفیوں سے بھری ہوتی ہے اور بادلوں کی بخشش صرف پانی کا معمولی قطرہ ہوتا ہے۔

(۱۵) تقسیم: اس کی چند صورتیں ہیں یا تو کسی چیز کی تمام قسموں کو پورے اور مکمل طور پر بیان کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ زہیر بن ابی سُلمٰی کا شعر۔ ترجمہ شعر اور میں آج کا بھی علم رکھتا ہوں اور کل کا بھی جو آج سے پہلے گذر چکا ہے۔ لیکن میں آنے والے کل کے حال سے بالکل بے خبر ہوں (دیکھئے شاعر نے یہاں علم کے تمام اقسام بیان کر دیئے یعنی علم ماضی، علم حال اور علم مستقبل)

یا چند چیزوں کو اس طرح بیان کرنا کہ ہر ایک کو اپنے منسوب کی طرف تعین کے ساتھ لوٹایا جا سکے جیسا کہ متلمس کے دو شعر، وَلَا یُقِیْمُ عَلٰی ضَیْمِ الخ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اور کوئی بھی قائم نہیں رہ سکتا اس طرح کی زبردستی اور بد خلقی پر جس کا ارادہ کیا گیا یعنی اسے برداشت نہیں کر سکتا البتہ دو ایسے ذلیل ترین فرد ہیں جو اس ذلت کو گوارا کر لیں گے، ایک تو گھریلو گدھا جو ضرورت کے وقت سب کی سواری کے کام آتا ہے اور دوسرا فرد کھونٹا ہے۔ یہ گدھا کس طرح اپنی ذلت وخواری پرانی رسی سے روک دیا گیا ہے اور وہ کھونٹا جو ٹھوکا جاتا ہے (یعنی اس کے سر پر خوب ہتھوڑا مارا جاتا ہے) کوئی اس کی حالت زار پر رحم نہیں کھاتا۔

دیکھئے ان دونوں شعروں میں شاعر نے پہلے عیر اور وتد کو بیان کیا، پھر ان میں سے ہر ایک کے مناسب امر کو تعین کے ساتھ بیان کیا مثلاً عیر کے مناسب ربط علی الخسف کو اور وتد کے مناسب شج کو بیان کیا۔ یا تقسیم اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کے متعدد احوال کو اس طرح بیان کریں کہ ان میں سے ہر حال کی طرف ایسی چیز منسوب ہو جو اس کے مناسب ہو۔ جیسا کہ متنبی شاعر کا قول سَاطلب حقی بالقنا الخ ترجمہ، شعر عنقریب میں اپنا حق مانگوں گا نیزوں کے ذریعہ سے اور بہت ایسے تجربہ کار بوڑھوں کی مدد سے جو طویل عرصہ سے میدان جنگ میں اپنے چہروں پر نقاب ڈالے رہے ہیں اور اس وجہ سے ان کی ڈاڑھیاں نقاب کے اندر چھپی رہیں اور وہ بے ریش نوجوانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں تو اپنی سخت گیری اور بہادری سے ان پر بھاری اور غالب رہتے ہیں۔ اور جب کسی اچھے کام کے لیے بلائے جاتے ہیں تو ہلکے اور جلد باز ہوتے ہیں: اور جب جنگ کے وقت حملہ آور ہوتے ہیں تو اپنے کام کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو جاتے ہیں (یعنی ان کا ایک فرد سو ۱۰۰ کا کام کرتا ہے) اور جب ان کو گنا جاتا ہے تو گنتی میں کم ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے ان اشعار میں پہلے کئی احوال لائے گئے، اس کے بعد ہر ایک حال کے مناسب امر لایا گیا جیسے اولاً ثقال، خفاف، کثیر، قلیل احوال لائے گئے پھر

اس کے مناسب امور لاقوا، دعوا، شدوا، عدوا بالترتیب لائے گئے۔
حلّ کلمات: نَوالٌ، داد، دہش، بخشش، غَمامٌ ۔بادل (ج) غمائم ۔ بَدرَةٌ، روپیوں سے بھری ہوئی تھیلی، دس ہزار درہم کی تھیلی، (ج) بِدَرٌ وبُدُورٌ، ضَيمٌ ظلم (ج) ضُيُومٌ۔ اَذَلاَّنِ صیغہ تثنیہ مذکر بحث اسم تفضیل، بمعنی زیادہ ذلیل، عَيرٌ گدھا (ج) اَعيارٌ، وَتَدٌ میخ، کھونٹی، (ج) اَوْتَادٌ ، مَربُوطٌ اسم مفعول، بندھا ہوا، رُمَّةٌ پرانی رسی کا ٹکڑا (ج) رُمَمٌ ۔يُشَجُّ شَجًّا، (ن) زخمی کرنا، توڑنا، يُشَجُّ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع مجہول، تعلیل آسان ہے، قَنَا نیزہ (ج) قِنَاءٌ ۔اَمْرَدُ کی جمع مُرْدٌ، بے ریش، بغیر ڈاڑھی والے لڑکے۔ اِلْتَثَمُوْا ڈھاٹا باندھنا، نقاب پوش رہنا۔ باب افتعال سے، ثِقَالٌ یہ ثَقِيلٌ کی جمع دوسروں پر بہت بھاری، کے معنی میں۔ خِفَافٌ خَفِيفٌ کی جمع ہلکے، شَدُّوا (ن) شِدَّةٌ سختی کرنا، لڑنا صیغہ جمع مذکر غائب بحث ماضی معروف۔ عُدُّوا عَدَّ (ن) عَدًّا وتَعْدَادًا شمار کرنا، گنتی کرنا، عُدُّوا صیغہ جمع مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی مجہول، تعلیل آسان ہے۔

---

(۱۶) اَلطَّيُّ وَالنَّشرُ هُوَ ذِكرُ مُتَعَدِّدٍ عَلَى التَّفصِيلِ اَوِ الاِجْمَالِ ثُمَّ ذِكرُ مَالِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ المُتَعَدِّدِ مِنْ غَيرِ تَعْيِينٍ اِعْتِمَادًا عَلٰى فَهمِ السَّامِعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى.
(جَعَلَ لَكُمُ اللَّيلَ وَالنَّهَارَ لِتَسكُنُوْا فِيهِ وَلِتَبتَغُوْا مِن فَضلِهٖ) فَالسُّكُوْنُ رَاجِعٌ اِلَى اللَّيلِ وَالْاِبْتِغَاءُ رَاجِعٌ اِلَى النَّهَارِ وَكَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

ثَلٰثَةٌ تُشرِقُ الدُّنيَا بِبَهجَتِهَا
شَمسُ الضُّحٰى وَاَبُواِسحَاقَ وَالقَمَرُ

(۱۷) اِرْسَالُ المَثَلِ وَالكَلَامُ الجَامِعُ هُوَ اَنْ يُؤْتٰى بِكَلَامٍ صَالِحٍ لِاَنْ يُتَمَثَّلَ بِهٖ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ.

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ الْاَوَّلَ يَكُوْنُ بَعْضَ بَيْتٍ كَقَوْلِهٖ ۔

لَيْسَ التَّكَحُّلُ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكَحَلِ

وَالثَّانِيْ يَكُوْنُ بَيْتًا كَامِلًا كَقَوْلِهٖ ۔

اِذَا جَاءَ مُوْسٰى وَاَلْقَى الْعَصٰى

فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ

ترجمہ: (۱۶) لغت میں طی کے معنی لپیٹنے کے ہیں اور نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں اور اصطلاح میں یہ ہے کہ کئی چیزوں کو اوّلاً تفصیل وار یا اجمالاً بیان کریں پھر ان میں سے ہر ایک کے منسوبات اور متعلقات بلاتعیین بیان کریں، تعیین نہ کرنا اس اعتماد پر منحصر ہے کہ سننے والا خود ہی اپنی سمجھ کے مطابق منسوب کو اس کے منسوب الیہ سے متعلق کرلے گا، اس کا دوسرا نام لف ونشر ہے۔

جیسا کہ تفصیل کی مثال: اللہ کا کلام "وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمْ" الآیہ

ترجمہ آیت: اور اپنی مہربانی سے بنائے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی کرو اور تلاش بھی کرو اس کا کچھ فضل ۔ دیکھیے اس کلام میں لِتَسْكُنُوْا کا سکون رات کی طرف راجع ہے، اور لِتَبْتَغُوْا کا ابتغاء دن کی طرف راجع ہے چونکہ پہلے لیل کو بیان کیا گیا تھا پھر نہار کو۔ اسی لیے اس ترتیب پر ان دونوں کے منسوبات لِتَسْكُنُوْا اور لِتَبْتَغُوْا کا ذکر کیا گیا۔

اور اجمال کی مثال: جیسے خلیفہ معتصم باللہ کی تعریف میں محمد بن وہب کا یہ شعر۔ ترجمہ شعر: تین ہستیاں ہیں جن کی چمک سے سارا جہاں جھلک رہا ہے، دوپہر کا آفتاب، ابو اسحاق، یعنی خلیفہ معتصم باللہ اور چاند۔ اس شعر میں پہلے ثلثہ سے اجمال بیان کیا پھر اس کی تفصیل کی۔

(۱۷) ارسال مثل اور کلام جامع ۔ وہ ہے جس میں ایسا کلام لایا جاتا ہے جو اکثر جگہوں میں ضرب المثل اور کہاوت کے طور پر استعمال کیے جانے کے لائق ہو۔ اور دونوں (ارسال مثل اور کلام جامع) میں فرق یہ ہے کہ اول کسی شعر کا ایک ٹکڑا ہوا کرتا ہے جیسے لَيْسَ التَّكَحُّلُ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكَحَلِ ترجمہ:

آنکھوں کا سرموں سے سرگین ہونا اتنا حسین خیال نہیں کیا جاتا جتنا کہ آنکھوں کا قدرتی طور پر سرگین ہونا۔ (یہ مصرعہ عموماً اصل اور نقل کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے موقع پر کہاوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں)

دوسرا پورا شعر ہوا کرتا ہے جیسے یہ شعر اذا جاءَ مُوسٰی وَالْقٰی الْعَصَاءَ الخ ترجمہ: جب موسیٰ پہنچ جائیں اور لاٹھی زمین پر ڈالدیں تو جان لو کہ جادو اور جادوگر سب کا وجود ختم ہو گیا۔ اس پورے شعر کے اندر ضرب المثل واقع ہونے کی صلاحیت ہے جہاں باطل کی تباہی کا ذکر کرنا مقصود ہو اور حق کے ثبات اور قوت کا اظہار کرنا مقصود ہو۔

حلّ کلمات: تَکَحُّلَ کے معنی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور کَحَلَ کے معنی آنکھ کا قدرتی طور پر سرگیں ہونا۔

---

(۱۸) اَلْمُبَالَغَةُ هِیَ اِدِّعَاءُ بُلُوْغِ وَصْفٍ فِی الشِّدَّةِ اَوِ الضُّعْفِ حَدًّا یَبْعُدُ اَوْ یَسْتَحِیْلُ وَتَنْقَسِمُ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ. تَبْلِیْغٌ اِنْ کَانَ ذٰلِكَ مُمْکِنًا عَقْلاً وَعَادَةً کَقَوْلِهٖ فِیْ وَصْفِ فَرَسٍ ؎

اِذَا مَاسَابَقَتْهَا الرِّیْحُ فَرَّتْ
وَاَلْقَتْ فِیْ یَدِ الرِّیْحِ التُّرَابَا

وَاِغْرَاقٌ اِنْ کَانَ مُمْکِنًا عَقْلاً لاَعَادَةً کَقَوْلِهٖ ؎

وَنُکْرِمُ جَارَنَا مَادَامَ فِیْنَا
وَنُتْبِعُهُ الْکَرَامَةَ حَیْثُ مَالاَ

وَغُلُوٌّ اِنِ اسْتَحَالَ عَقْلًا وَعَادَةً کَقَوْلِهٖ ؎

تَکَادُ قِسِیَّةٌ مِنْ غَیْرِ رَامٍ
تُمَکِّنُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ النِّبَالاَ

ترجمہ: (۱۸) مبالغہ۔ اس کے معنی ہیں کسی وصف کے بارے میں یہ دعوی کرنا کہ وہ زیادتی اور کمی میں اس حد تک پہنچ گیا ہو جو عقل سے بعید یا محال ہے اور یہ تین قسم کی طرف منقسم ہوتا ہے (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو۔

(۱) تبلیغ نام ہوگا اگر وہ عقلاً و عادۃً ممکن ہو جیسے تمہارا قول گھوڑے کی تعریف میں۔ وہ گھوڑا اس قدر تیز رفتار ہے کہ جب اس سے آگے بڑھنے میں ہوا مقابلہ کرتی ہے تو وہ ہوا سے آگے بھاگ جاتا ہے اور ہوا کے ہاتھ میں گرد و غبار ڈال جاتا ہے (یہ عقلاً و عادۃً ممکن ہے گھوڑے اس قدر تیز رفتار ہوتے ہیں کہ اچھی کاریں بھی ان کا مقابلہ نہیں کرپاتیں)

(۲) مبالغہ کی دوسری قسم اغراق ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ مدعی عقلاً تو ممکن ہو عادۃً نہ ہو۔ جیسے عمرو ابن ایہم کا شعر۔ ہم اپنے پڑوسی کی اس وقت تک عزت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ ہمارے پاس موجود رہے۔ اور ہم اس کی عزت کو اس کے پیچھے بھی قائم رکھتے ہیں جہاں وہ اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے۔

دیکھئے یہاں یہ دعوی کرنا کہ ہم اپنے پڑوسی کی عزت دونوں حالتوں میں یعنی جب ہمارے پاس رہے اور جب دوسروں سے گھل مل جائے اس وقت بھی یہ عقلاً اگرچہ ممکن ہے لیکن عادۃً ایسا نہیں ہوتا۔

(۳) مبالغہ کی تیسری قسم غلو ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مدّعیٰ عقلاً و عادۃً محال ہو۔ جیسا کہ ابو العلاء معری کا یہ شعر، ترجمہ: میرے ممدوح کی کمانیں اس قدر عمدہ ہیں کہ قریب ہے وہ تیر انداز کے بغیر ہی دشمنان ممدوح کے دلوں میں تیروں کو چبھادیں۔

دیکھئے یہاں دعوی کرنا کہ کمانیں تیر اندازوں کے بغیر ہی اپنا کام تمام کرسکتی ہیں عقلاً و عادۃً دونوں اعتبار سے ناممکن ہے۔

حلّ کلمات: فَرَّتْ صیغہ واحد مونث غائب بحث ماضی معروف۔ (ض) فِرَارًا بھاگنا، اَلْقَتْ صیغہ واحد مونث غائب بحث ماضی معروف باب افعال سے اِلْقَاءٌ ڈالنا، پھینکنا۔ تَکَادُ افعال مقاربہ میں سے ہے، جس کی خبر فعل مضارع اَنْ اور بغیر اَنْ کے ساتھ آتی ہے۔ قِسِیَّۃٌ میں تاء زائد ہے، قِسِیٌّ یہ قوس کی جمع

ہے ترکیب میں تکاد کا اسم واقع ہو رہا ہے کمان کے معنی میں۔ تُمَکِّنُ باب تفعیل سے صیغہ واحد مونث غائب ہے تمکیناً چھپا دینا، یہ ترکیب میں تکاد کی خبر واقع ہو رہی ہے بغیر أن کے۔ نِبَالٌ تیر یہ نَبلٌ کی جمع ہے۔

---

(۱۹) اَلْمُغَايَرَةُ هِيَ مَدْحُ الشَّيْءِ بَعْدَ ذَمِّهٖ اَوْ عَكْسُهٗ كَقَوْلِهٖ فِيْ مَدْحِ الدِّيْنَارِ

(اَكْرِمْ بِهٖ اَصْفَرَ رَاقَتْ صُفْرَتُهٗ)

بَعْدَ ذَمِّهٖ فِيْ قَوْلِهٖ (تَبًّا لَهٗ مِنْ خَادِعٍ مُمَاذِقٍ)

(۲۰) تَاكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَا يُشْبِهُ الذَّمَّ ضَرْبَانِ اَحَدُهُمَا اَنْ يُسْتَثْنٰى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِيَّةٍ صِفَةُ مَدْحٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ دُخُوْلِهَا فِيْهَا كَقَوْلِهٖ

وَلَاعَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ

بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

وَثَانِيْهِمَا اَنْ يُثْبَتَ لِشَيْءٍ صِفَةُ مَدْحٍ وَيُؤْتٰى بَعْدَهَا بِاَدَاةِ اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيْهَا صِفَةُ مَدْحٍ اُخْرٰى كَقَوْلِهٖ

فَتًى كَمُلَتْ اَوْصَافُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ

جَوَادٌ فَمَا يُبْقِيْ عَلَى الْمَالِ بَاقِيَا

(۲۱) تَاكِيْدُ الذَّمِّ بِمَا يُشْبِهُ الْمَدْحَ ضَرْبَانِ ايضاً اَلْاَوَّلُ اَنْ يُسْتَثْنٰى مِنْ صِفَةِ مَدْحٍ مَنْفِيَّةٍ صِفَةُ ذَمٍّ عَلٰى تَقْدِيْرِ دُخُوْلِهَا فِيْهَا نَحْوُ فُلَانٌ لَاخَيْرَ فِيْهِ اِلَّا اَنَّهٗ يَتَصَدَّقُ بِمَا يَسْرِقُ.

وَالثَّانِيْ اَنْ يُثْبَتَ لِشَيْءٍ صِفَةُ ذَمٍّ وَيُؤْتٰى بَعْدَهَا بِاَدَاةِ اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيْهَا صِفَةُ ذَمٍّ اُخْرٰى كَقَوْلِهٖ

هُوَ الْكَلْبُ اِلاَّ اَنَّ فِيْهِ مَلاَلَةً
وَسُوْءَ مُرَاعَاةٍ وَمَا ذَاكَ فِيْ الْكَلْبِ

ترجمہ: (۱۹) مغایرت۔ یہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف کرنا اس کی مذمت کرنے کے بعد یا اس کے برعکس کسی چیز کی مذمت کرنا اس کی تعریف کرنے کے بعد جیسا کہ شاعر کا یہ قول دینار کی تعریف میں۔ ترجمہ: کس قدر عزیز ہے وہ زرد دینار جس کی حسین زردی دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے (یہ تعریف کی گئی اشرفی یعنی دینار کی) اس کی مذمت کرنے کے بعد آگے کے جملوں سے "خدا تباہ و برباد کرے کہ وہ دینار کس قدر دغاباز اور خوشامدی ہے" یعنی دینار ہاتھ میں نہیں رہتا خرچ ہو جاتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بہت دغاباز ہے۔
(۲۰) تاکید المدح بمایشبہ الذم (مدح کی تاکید ایسے کلمات سے ہو جو ذم سے مشابہت رکھتے ہوں) مطلب یہ ہے کہ تعریف میں ایسے الفاظ لانا کہ ظاہر میں ہجو معلوم ہو مگر حقیقت میں غایت درجہ کی تعریف ہو۔ بہر حال تاکید المدح بمایشبہ الذم۔ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ مذمت کی منفی صفت سے مدح کی صفت علیحدہ کرلیں اس تقدیر پر کہ صفت مدحیہ صفت منفیہ میں داخل ہے جیسا کہ نابغہ ذبیانی کا یہ شعر۔ وَلاَ عَيْبَ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ان لوگوں میں اس چیز کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں ہے کہ ان کی تلواروں میں دشمن کی فوجوں کو کاٹتے کاٹتے دندانے پڑ گئے ہیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ایک چیز کے لیے مدح کی صفت ثابت کی جائے پھر اس صفت کے بعد ایسا حرف استثناء لایا جائے جس کے بعد مدح کی دوسری صفت آتی ہو مثلاً شاعر کے قول میں ترجمہ: ممدوح ایک ایسا جوان مرد ہے کہ اس کے تمام اوصاف حسنہ پورے طور پر موجود ہیں علاوہ اس بات کے کہ وہ بڑا فیاض ہے اپنے مال پر کچھ رحم نہیں کھاتا (یعنی اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا سب دوستوں کو دیدیتا ہے)
(۲۱) تاکید الذم بمایشبہ المدح (ہجو کی تاکید ایسے کلمات سے ہو جو مدح سے

مشابہت رکھتے ہوں) مطلب یہ ہے کہ ہجو میں ایسے الفاظ لاتا کہ ظاہر میں مدح معلوم ہو لیکن حقیقت میں انتہا درجے کی ہجو ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مدح کی صفت منفیہ سے ہجو کی صفت علیحدہ کر لیں اس تقدیر پر کہ صفت ہجو صفت منفیہ میں داخل ہے۔ جیسا کہ اس مثال میں (فلاں شخص میں کسی طرح کی خیر نہیں سوائے اس کے کہ وہ جو کچھ چوری کر کے لاتا ہے اسے صدقہ کر دیتا ہے) دوسری قسم یہ ہے کہ ایک چیز کے لیے ہجو کی صفت ثابت کی جائے۔ پھر اس کے بعد ایسا حرف استثناء لایا جائے جس کے بعد ہجو کی دوسری صفت آتی ہو جیسا کہ شاعر کا قول: ترجمہ: وہ خالص کتا ہے مگر اس میں تنگ دلی اور بدلحاظی ہے حالانکہ یہ بات کتے میں بھی نہیں ہوتی۔

حلّ کلمات: فُلُولٌ یہ فَلٌّ کی جمع ہے تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا دندانے کو کہتے ہیں۔ قِرَاعٌ، مَقَارعة، باب مفاعلہ، کَتَائِبُ یہ کَتِیبَةٌ کی جمع ہے فوجی دستہ، سواروں کا دستہ۔

---

(۲۲) اَلتَّجْرِيْدُ هُوَ اَنْ يُّنْتَزَعَ مِنْ اَمْرٍ ذِیْ صِفَةٍ اَمْرٌ آخَرُ مِثْلُهٗ فِيْهَا مُبَالَغَةً لِكَمَالِهَا فِيْهِ وَيَكُوْنُ بِمِنْ نَحْوُلِیْ مِنْ فُلاَنٍ صَدِيْقٌ حَمِيْمٌ اَوْ فِیْ كَمَافِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ اَوِ الْبَاءِ نَحْوُ لَئِنْ سَاَلْتَ فُلاَنًا لَتَسْئَلَنَّ بِهِ الْبَحْرَ اَوْ بِمُخَاطَبَةِ الْاِنْسَانِ نَفْسَهٗ كَقَوْلِهٖ ؎

لاَ خَيْلَ عِنْدَكَ تُهْدِيْهَا وَلاَ مَالُ
فَلْيُسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ لَّمْ تُسْعِدِ الْحَالُ

اَوْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَقَوْلِهٖ ؎

فَلَئِنْ بَقِيْتُ لَاَرْحَلَنَّ لِغَزْوَةٍ
تَحْوِی الْغَنَائِمَ اَوْ يَمُوْتَ كَرِيْمٌ

ترجمہ: (۲۲) تجرید وہ ہے کہ ایک شئی ذی صفت سے ایک دوسری شئی جو

صفت میں پہلی شئ کے برابر ہو نکال لی جائے مبالغہ کی وجہ سے تاکہ معلوم ہو جائے وہ پہلی شئ صفت خاص میں ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور صفت اسی طرح کی حاصل ہوسکتی ہو اور تجرید مختلف صورتوں سے حاصل ہوسکتی ہے اولاً کلمہ مِن کے ذریعہ جیسا کہ لِی مِنْ فُلَانٍ صَدِيقٌ حَمِيمٌ میرے لیے فلاں آدمی سے ایک نہایت ہی قریب دوست ہے۔ ثانیاً کلمہ فی کے ذریعہ جیسا کہ اللہ تعالی کے کلام میں لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی کا گھر ہے۔ ثالثاً کلمہ "با" کے ذریعہ جیسا کہ لَئِنْ سَأَلْتَ فُلَانًا لَتَسْئَلَنَّ بِهِ الْبَحْرَ. اگر تم فلاں سے سوال کروگے تو یقیناً تم اس کے ذریعہ سمندر سے سوال کروگے۔ رابعاً تجرید اس طریقہ سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان اپنے نفس سے خطاب کرے جیسا کہ ابو طیب کا یہ قول "لَا خَيْلَ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے: اے نفس تمہارے پاس نہ گھوڑا ہے اور نہ مال کہ تم اس کو ممدوں کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرسکو (تو کم از کم یہ کام ضرور ہو) کہ اس کی تعریف میں گویائی مدد کرے اگر تمہاری مالی حالت تمہاری اعانت نہ کررہی ہو۔ خامساً یہ تجرید مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قتادہ بن مسلمہ کا یہ شعر فَلَئِنْ بَقِيتُ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے: اگر میں زندہ رہا تو ایک عظیم غزوہ کے لیے نکلوں گا جو غنیمت کے بے انتہا مالوں کو جمع کرنے کا باعث ہوگا (اور اگر یہ مراد پوری نہ ہوئی) تو سمجھو کہ ایک شریف انسان کی موت واقع ہوگی۔ یعنی میں مرجاؤں گا۔

حلّ کلمات: يُسْعِدُ از افعال مدد کرنا، رَحَلَ يَرْحَلُ رَحْلاً، چلنا (ف) تَحْوِي حَوَايَةً (ض) جمع کرنا، غَنَائِمُ یہ غَنِيمَةٌ کی جمع ہے، مال غنیمت۔

---

(۲۳) حُسْنُ التَّعْلِيْلِ هُوَ اَنْ يُدَّعٰى لِوَصْفٍ عِلَّةٌ غَيْرُ حَقِيقِيَّةٍ فِيهَا غَرَابَةٌ كَقَوْلِهِ ؎

لَوْلَمْ تَكُنْ نِيَّةُ الْجَوْزَاءِ خِدْمَتَهُ
لَمَا رَأَيْتَ عَلَيْهَا عِقْدَ مُنْتَطِقٍ

(۲۴) اِئْتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنیٰ هُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَلْفَاظُ مُوَافِقَةً لِلْمَعَانِيْ فَتُخْتَارُ الْاَلْفَاظُ الْجَزْلَةُ وَالْعِبَارَاتُ الشَّدِيْدَةُ لِلْفَخْرِ وَالْحَمَاسَةِ وَالْكَلِمَاتُ الرَّقِيْقَةُ وَالْعِبَارَاتُ اللَّيِّنَةُ لِلْغَزْلِ وَنَحْوِهٖ كَقَوْلِهٖ ؎

اِذَا مَا غَضِبْنَا غَضْبَةً مُضَرِيَّةً
هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ اَوْقَطَرَتْ دَمًا
اِذَا مَا اَعَرْنَا سَيِّدًا مِنْ قَبِيْلَةٍ
ذِرٰى مِنْبَرٍ صَلّٰى عَلَيْنَا وَسَلَّمَا

وَقَوْلِهٖ ؎

لَمْ يَطُلْ لَيْلِيْ وَلٰكِنْ لَمْ اَنَمْ
وَنَفٰى عَنِّيْ الْكَرٰى طَيْفٌ اَلَمْ

ترجمہ: (۲۲) حسن تعلیل وہ ہے کہ کسی وصف کے لیے ایسی علت کا دعوی کرنا جو حقیقی نہ ہو لیکن اس میں کوئی ندرت اور عمدگی ضرور ہو جیسا کہ عبدالرحمٰن قزوینی کا قول جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اگر جوزاء کی نیت اس محبوب کی خدمت نہ ہوتی تو اے مخاطب تم اس کے جسم کے وسط پر کمر بند کسنے والے کی گھنڈی نہ دیکھتے۔

(۲۴) ائتلاف اللفظ مع المعنی۔ وہ ہے کہ الفاظ معنی کے موافق ہوں لہٰذا پرمعنی اور بھاری بھرکم الفاظ فخر اور حماسہ (بہادری) کے موضوع کے لیے اور نرم و نازک عمدہ کلمات غزل اور اس جیسے دوسرے مضمون کے لیے خاص کر لیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بشار بن برد کے یہ اشعار اِذا غَضِبْنَا الخ۔ ترجمہ یہ ہے: جب ہم مضری غصہ سے چور چور ہو جاتے ہیں تو ہم آفتاب کے پردے کو بھی چاک کر دیتے ہیں حتی کہ اس سے خون بہنے لگتا ہے، اور جب ہم کسی قبیلہ کے سردار کو منبر کی بلندی پیش کرتے ہیں تو وہ اس پر چڑھتے ہی ہمارا شکریہ ادا

کرتا ہے اور ہمیں دعا و سلام سے یاد کرتا ہے اور دوسرے ایک شاعر کا یہ قول۔ ترجمہ یہ ہے: یہ صحیح ہے کہ میری رات لمبی نہ ہوئی لیکن نیند بھی تو ہم سے ہمکنار نہ ہوسکی محبوب کا تصور اس طرح آیا کہ میری نیند ہی اڑا لے گیا۔
حلّ کلمات: اَعْرنَا . صیغہ جمع متکلم بحث اثبات فعل ماضی معروف از افعال اِعارَۃً، عاریۃً کوئی چیز دینا، یہاں صرف دینے کے معنی میں۔ لَمْ اَنَمْ ، صیغہ واحد متکلم بحث نفی جحد بلم در فعل مستقبل معروف، نَوْمًا (س) سونا، نفی از (ض) نفیاً عنہ دور ہونا کَریٰ اونگھ (س) کَریٰ اونگھنا، طَیفٌ، خیال، گمان، ضَرَبَ سے آتا ہے طَیفًا و مطافًا خواب میں خیال آنا۔ اَلَمَّ از اِلمَامًا قیام کرنا، فروکش ہونا، کہا جاتا ہے اَلَمَّ بالمَکانِ فروکش ہوا، مجرد میں نَصَرَ سے آتا ہے، لَمٌّ جمع کرنا اَلَمَّ بالمکان فروکش ہوا۔ اور اَلَمَّ الطَّیفُ خیال کا دل میں آنا۔ طَیفٌ اَلَمْ ترکیب میں موصوف صفت ہوکر نفی کا فاعل واقع ہورہا ہے اور الکریٰ یہ نفی کا مفعول ہے۔ طَیفٌ اَلَمْ میں اَلَمَّ ماضی کا صیغہ ہے، لیکن ضرورتِ شعری (ترنم) کی وجہ سے م کو ساکن کردیا اور اَلَمْ پڑھا۔ ذِریٰ یہ ذِرْوَۃٌ کی جمع ہے، اس میں ایک لغت ذُرْوَۃٌ بھی ہے جس کی جمع ذُریٰ آتی ہے۔ اور کتاب میں غلطی سے ذِریٰ لکھا گیا ہے۔ عزیز طلبہ تصحیح کرلیں۔

مُحَسِّنَاتٌ لَفْظِیَّۃٌ

(۱) تَشابُہُ الْاَطْرَافِ ہُوَ جَعْلُ آخِرِ جُمْلَۃٍ صَدْرَ تَالِیَتِہَا. اَوْ آخِرِ بَیْتٍ صَدْرَ مَا یَلِیْہِ کَقَوْلِہٖ تَعَالیٰ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ وَکَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

اِذَا نَزَلَ الحَجَّاجُ اَرْضًا مَرِیْضَۃً
تَتَبَّعَ اَقْصٰی دَائِہَا فَشَفَاہَا

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ العُضَالِ الَّذِیْ بِهَا
غُلَامٌ اِذَا هَزَّ القَنَاةَ سَقَاهَا

محسنات لفظیہ

ترجمہ: (ا) تشابہ اطراف وہ ہے کہ جس میں کسی جملہ کے آخری لفظ کو اس کے بعد کے آنے والے جملہ کا صدر کردیا جائے یا کسی شعر کے آخری لفظ کو اس کے متصل شعر کا صدر بنادیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا قول: فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ (اس طاق میں ایک چراغ ہے اور چراغ رکھا ہوا ہے شیشے میں اور شیشہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چمکتا ہوا تارہ) اور شاعر کا قول جیسا کہ اِذَا نَزَلَ الحَجَّاجُ الخ۔ ترجمہ شعر: جب حجاج کسی بیمار زمین پر اترتا ہے تو سب سے پہلے اس خطۂ زمین کے منتہائے مرض کی تشخیص کرلیتا ہے۔ اس کے بعد اس خطہ کو شفایاب اور زرخیز کردیتا ہے یعنی وہ اس خطہ کو ایسے لاعلاج مرض سے نجات دیدیتا ہے جو اس کے ساتھ ہوتا ہے یہ ایسا نوجوان ہے کہ جب نیزوں کو حرکت دیتا ہے (قتال کے لیے) تو اس کو سیراب کردیتا ہے (خونِ دشمناں سے) اسی طرح تشابہ اطراف کی مثال میں "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" آیت قرآنی پیش کی جاتی ہے۔

حلّ کلمات: تَتَبَّعَ صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی از تفعّل تلاش کرنا، اَقْصٰی اسم تفضیل، زیادہ دور، منتہائے شئ کو کہتے ہیں (ج) اَقَاصٍ، مؤنث قُصْوٰی وقُصْیَا، عُضَالٌ سخت، دَاءٌ عُضَالٌ عاجز کردینے والا مرض، هَزَّ هَزًّا (ن) ہلانا، سَقٰی سَقْیًا (ض) سیراب کرنا، سَقٰی اصل میں سَقَیَ تھا رَمٰی کی طرح تعلیل ہوئی۔

(۲) اَلجِنَاسُ هُوَ تَشَابُهُ اللَّفْظَیْنِ فِی النُّطْقِ لَا فِی الْمَعْنٰی وَیَکُوْنُ تَامًّا وَغَیْرَ تَامٍّ (فَالتَّامُّ) مَا اتَّفَقَتْ حُرُوْفُهُ فِیْ

الهَيئَةِ وَالنَّوعِ وَالعَدَدِ. وَالتَّرتِيبِ وَهُوَ مُتَمَاثِلٌ اِنْ كَانَ بَيْنَ لَفظَيْنِ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ نَحْوُ ۔

لَمْ نَلْقَ غَيْرَكَ اِنسَانًا يُلَاذُ بِهِ
فَلَا بَرِحْتَ لِعَيْنِ الدَّهْرِ اِنْسَانًا

وَمُسْتَوفًى اِنْ كَانَ مِنْ نَوْعَيْنِ نَحْوُ ۔

فَدَارِهِمْ مَادُمْتَ فِيْ دَارِهِمْ
وَاَرْضِهِمْ مَا دُمْتَ فِيْ اَرْضِهِمْ

وَمُتَشَابِهٌ اِنْ كَانَ بَيْنَ لَفظَيْنِ اَحَدُهُمَا مُرَكَّبٌ وَالآخَرُ مُفْرَدٌ وَاتَّفَقَا فِي الخَطِّ نَحْوُ ۔

اِذَا مَلِكٌ لَمْ يَكُنْ ذَاهِبَةٍ
فَدَعْهُ فَدَوْلَتُهُ ذَاهِبَةٌ

وَمَفْرُوقٌ اِنْ لَمْ يَتَّفِقَا نَحْوُ ۔

كُلُّكُمْ قَدْ اَخَذَ الْـ جَامَ وَلَا جَامَ لَنَا
مَاالَّذِيْ ضَرَّمُدِيْرَ الْـ جَامِ لَوْ جَامَلَنَا

ترجمہ: (۲) اجناس کہتے ہیں دو لفظوں کا تلفظ اور صورت میں مشابہ ہونا نہ کہ معنی میں (اور وہ دو قسم پر ہے) تام اور غیر تام۔ تو تام وہ جنس ہے کہ (کم از کم دو لفظ ایسے ہوں) جن میں تمام حروف چار چیزوں میں متفق ہوں۔ یعنی ہیئت، نوع، عدد اور ترتیب میں۔

تنبیہ: ہیئت سے مراد حرکت، سکون، نقطہ، نوع سے مراد اسم فعل، حرف، عدد سے مراد تعداد حروف۔ اور ترتیب سے مراد ترتیب حروف ہیں۔

(جناس کی چند قسمیں ہیں) ان میں سے ایک متماثل ہے اور متماثل وہ جنس تام ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظ ایک ہی نوع کے ہوں۔ یعنی دونوں اسم یا فعل یا حرف ہوں، جیسا کہ معری کے شعر میں۔ ترجمہ شعر: اے ممدوح! ہم اب

تک تمہارے سوا کسی ایسے انسان سے نہیں ملے ہیں جن کی پناہ میں رہا جا سکے (لہٰذا ہماری دعا ہے) کہ تم ہمیشہ کے لیے زمانہ کی آنکھ کی پتلی بنے رہو۔ یہاں اِنسان محل استشہاد ہے، پہلے کے معنی آدمی اور دوسرے کے معنی آنکھ کی پتلی دونوں ایک ہی نوع یعنی اسم سے ہیں، اور دونوں ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہیں۔

مستوفی۔ وہ جنس تام ہے کہ دو ہم جنس لفظ دو نوع کے ہوں، جیسا کہ ابن فضالہ کا یہ شعر فَدَارِهِمْ مَادُمْتَ فِيْ دَارِهِمْ الخ ترجمہ شعر: تم جب تک اس کے گھر میں رہو اس کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آؤ۔ اور جب تک ان کے ملک میں رہو ان کو راضی رکھو (دیکھیے اس شعر میں۔ پہلا "دار" فعل ہے جو مداراۃ سے ماخوذ ہے اور دوسرا "دار" اسم ہے گھر کے معنی میں۔ اسی طرح پہلا اَرْضِ فعل ہے اِرضاء سے ماخوذ ہے اور دوسرا اَرْضِ اسم ہے زمین اور ملک کے معنی میں)

متشابہ وہ جنس تام ہے جس میں دو ہم جنس لفظوں میں سے ایک مرکب اور دوسرا مفرد ہو اور خط میں دونوں متفق ہوں یعنی کتابت میں ایک ہی ہوں۔ جیسا کہ ابوالفتح کا شعر: ترجمہ شعر: جب کوئی بادشاہ دادودہش والا نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔ اس لیے اس کی سلطنت کا خاتمہ ہونے والا یعنی اس کی سلطنت جانے والی ہے۔

اور مفروق وہ جنس تام ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظوں میں سے ایک مرکب اور دوسرا مفرد ہو لیکن کتابت دونوں کی یکساں نہ ہو۔ جیسے ابوالفتح شاعر کا قول۔ ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نے جام شراب لے لیا ہے اور ہم ہیں لیکن ہمارے لیے ایک بھی جام شراب نہیں۔ کونسی چیز ایسی تھی کہ ساقی (قاسم شراب) کو نقصان میں ڈال دیتی اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کر لیتا۔

حلِّ کلمات: يُلَاذُ صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول لَوْذًا وَلِوَاذًا (ن) پناہ گیر ہونا، پناہ میں آنا۔ يُقَالُ کی طرح تعلیل ہے دارِ صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف، اصل میں دَارِيْ تھا "ی" حالت جزمی میں گر گئی دار ہو گیا، مصدر مُدَارَاةٌ از مفاعلہ خیال رکھنا مدارات کرنا۔ اَرْضِ، صیغہ واحد مذکر

بحث امر حاضر معروف اصل میں تھا اَرْضِیْ بروزن اَکْرِمْ باب افعال "ی" گر گئی حالت جزمی میں اَرْضِ ہو گیا اِرْضَاءٌ مصدر، راضی رکھنا، خوش رکھنا۔ ذَاهِبَةٍ ای صَاحِبَ هِبَةٍ دینے والا، ہبہ کرنے والا، دَعْ، صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف، تَدَعُ سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد آخر کو ساکن کر دیا دَعْ بن گیا۔ وَدَعَ یَدَعُ وَدْعًا (ف) اس فعل کے مصدر اور ماضی قلیل الاستعمال ہیں۔ ضَرَّ یَضُرُّ ضَرًّا (ن) نقصان پہنچانا۔ مُدِیْرٌ اسم فاعل از افعال اَدَارَ یُدِیْرُ اِدَارَةً گھمانا، تعلیل آسان ہے۔ جَامَلَ (دوسرا جَامَلَ) واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف، از مفاعلہ اچھا معاملہ کرنا۔

(وَغَيْرُ التَّامِّ) مَا اخْتَلَفَ فِيْ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَرْبَعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ. وَهُوَ مُحَرَّفٌ اِنْ اخْتَلَفَ لَفْظَاهُ فِيْ هَيْئَةِ الْحُرُوْفِ فَقَطْ نَحْوُ قَوْلِهٖ.

جُبَّةُ الْبُرْدِ جُنَّةُ الْبَرْدِ

وَمُطَرَّفٌ اِنِ اخْتَلَفَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ فَقَطْ وَكَانَتِ الزِّيَادَةُ اَوَّلًا. وَمُذَيَّلٌ اِنْ كَانَتِ الزِّيَادَةُ آخِرًا نَحْوُہ

يُمِدُّوْنَ مِنْ اَيْدٍ عَوَاصٍ عَوَاصِمٍ
تَصُوْلُ بِاَسْيَافٍ قَوَاضٍ قَوَاضِبٍ

وَمُضَارِعٌ اِنِ اخْتَلَفَا فِيْ حَرْفَيْنِ غَيْرِ مُتَبَاعِدَيِ الْمَخْرَجِ نَحْوُ يَنْهَوْنَ وَيَنْئَوْنَ.

وَلَاحِقٌ اِنْ تَبَاعَدَا نَحْوُ (اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ)

وَجِنَاسُ قَلْبٍ اِنِ اخْتَلَفَا فِيْ تَرْتِيْبِ الْحُرُوْفِ فَقَطْ كَنَيْلٍ وَلَيْنٍ وَسَاقٍ وَقَاسٍ.

ترجمہ: غیر تام وہ جنس ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظ امور اربعہ مذکورہ

(ہیئت، نوع، عدد، ترتیب) میں سے کسی ایک کے لحاظ سے مختلف ہوں۔ اس کی بھی چند قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک محرف ہے۔

محرف وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف ہیئت حروف (حرکت، سکون، تشدید) میں مختلف ہوں، جیسا کہ یہ قول "جُبَّةُ الْبُرْدِ جُنَّةُ الْبَرْدِ" (یعنی اور دھاری دار کپڑے کا چوغہ سردی کی ڈھال ہے) مثال کو سمجھنا بالکل آسان ہے۔

مطرف وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف تعداد حرف میں مختلف ہوتے ہیں اور لفظ کی زیادتی متجانس کے شروع حصہ میں ہوتی ہے جیسے قرآن شریف میں ہے "وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ نِالْمَسَاقُ" مثال کو سمجھنا آسان ہے۔

مذیل۔ وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف تعداد حرف میں مختلف ہوں اور لفظ کی زیادتی متجانس کے آخری حصہ میں ہو۔ جیسا کہ ابو تمام شاعر کا قول: ترجمہ: وہ لوگ جنگ کے وقت ایسے ہاتھوں کو بڑھاتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں سرکش ہوتے ہیں اور دوستوں کے لیے حامی و مددگار۔ یہ ہاتھ ایسی تلواروں سے حملہ آور ہوتے ہیں جو دشمنوں کے قتل کا فیصلہ کرتی ہیں اور انکے اجسام کا خاتمہ کرتی ہیں (یہاں عواص اور عواصم پھر قواض اور قواضب میں تجنیس ہے)

(اختلاف فی عدد الحروف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ میں دوسرے کلمہ سے زائد حروف ہوں کہ ان کو اگر نکال دیا جائے تو جناس ہو جائے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اوّل یہ کہ شروع کلمہ میں زائد ہو جیسے قرآن شریف میں ہے۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ نِالْمَسَاقُ (اور لپٹ گئی ہے پنڈلی مرنے والے کی پنڈلی سے، تیرے رب کی طرف اس روز سب کو چلنا ہے) دیکھئے اس میں لفظ مَسَاق میں میم زائد ہے (۲) دوسرے یہ کہ وسط کلمہ میں زائد ہو جیسے جَدِّیْ جُهْدِیْ (کوشش کرنا میری طاقت ہے) تو جہدی میں ہاء زائد ہے جو وسط کلمہ میں ہے (۳) تیسرے یہ کہ آخر کلمہ میں زائد ہو جیسے ابو تمام کے شعر میں۔ يَمُدُّوْنَ مِنْ اَيْدٍ الخ یہاں عَوَاصٍ

عاصیۃ کی جمع ہے اور عواصم عاصمۃ کی جمع ہے قواض قاضیۃ کی جمع اور قواضب قاضبۃ کی جمع ہے دیکھئے عواص اور عواصم یہ دونوں برابر ہیں مگر عواصم کے آخر میں میم زائد ہے اور عواص میں تنوین کا اعتبار نہیں ہے اس لیے یہ انفصال کے حکم میں ہے اسی طرح قواض قواضب میں سمجھ لیں۔ اس شعر میں زائد کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حروف زائدہ میں سے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لفظ سے اس میں یہ حرف زائد ہے)

مضارع: وہ جناس غیر تام ہے کہ دونوں ہم جنس لفظ مختلف ہوں ایسے دو حرفوں میں جو بعید المخرج نہیں ہیں بلکہ قریب المخرج ہیں جیسے یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ اس میں ہاء اور ہمزہ میں تجنیس ہے۔

لاحق وہ جناس غیر تام ہے جس میں دونوں ہم جنس لفظ بعید المخرج ہوں جیسے اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَھِیْدٌ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ترجمہ آیت: وہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے اور زر و مال کی محبت میں غرق ہے۔ دیکھئے یہاں شہید اور شدید میں تجنیس لاحق ہے ان میں ہاء اور دال بعید المخرج ہیں۔

جناس قلب۔ وہ جناس غیر تام ہے جس میں دو ہم جنس لفظ صرف حروف کی ترتیب میں مختلف ہوں، جیسے نِیلٌ لِیْنٌ. سَاقٍ قَاسٍ (نیل دریائے نیل لین نرم۔ ساق پنڈلی، قاس سخت کے معنی میں ہے)

حلِّ کلمات: جُبَّۃٌ، چوغہ، گرم کپڑا، بُرْدٌ دھاری دار کپڑا (ج) بُرُوْدٌ. جُنَّۃٌ ڈھال یُمِدُّوْنَ، از اِفعال مدد کرنا، ہاتھ بڑھانا تَصُوْلُ (ن) صَوْلاً وَصَوْلَۃً کود پڑنا، حملہ کرنا، صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع، اس میں یَقُوْلُ کی طرح تعلیل ہوئی ہے۔

---

(۳) التَّصْدِیْرُ وَیُسَمّٰی رَدَّ الْعَجُزِ عَلَی الصَّدْرِ ھُوَ فِی النَّثْرِ اَنْ یُّجْعَلَ اَحَدُ اللَّفْظَیْنِ الْمُکَرَّرَیْنِ اَوِ الْمُتَجَانِسَیْنِ اَوِ الْمُلْحَقَیْنِ بِھِمَا (بِاَنْ جَمَعَھُمَا اِشْتِقَاقٌ اَوْ شِبْھُہٗ) فِیْ اَوَّلِ الْفِقْرَۃِ ھُوَ الثَّانِیْ فِیْ آخِرِھَا نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی

(وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ) وَ قَوْلِكَ سَائِلُ اللَّئِیْمِ یَرْجِعُ وَدَمْعُهٗ سَائِلٌ - اَلْاَوَّلُ مِنَ السُّوَالِ وَالثَّانِیْ مِنَ السَّیَلَانِ.

وَنَحْوُ (اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا) وَنَحْوُ (قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِیْنَ. وَفِی النَّظْمِ اَنْ یَكُوْنَ اَحَدُهُمَا فِیْ آخِرِ الْبَیْتِ وَالْآخَرُ فِیْ صَدْرِ الْمِصْرَاعِ الْاَوَّلِ اَوْبَعْدَهٗ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

سَرِیْعٌ اِلَی ابْنِ الْعَمِّ یَلْطِمُ وَجْهَهٗ
وَلَیْسَ اِلٰی دَاعِی النَّدٰی بِسَرِیْعِ

وَقَوْلِهٖ ؎

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِیْمِ عَرَارِ نَجْدٍ
فَمَابَعْدَ الْعَشِیَّةِ مِنْ عَرَارِ

ترجمہ: (۳) اس کا نام "رَدُّ الْعَجزِ عَلَی الصَّدْرِ" بھی رکھا جاتا ہے (اور یہ نثر اور نظم دونوں میں پائی جاتی ہے) اور وہ نثر میں یہ ہے کہ دو مکرر یا دو ہم جنس لفظ یا دو ایسے لفظ جو دو ہم جنس لفظ کے ملحقات میں سے ہوں اس طرح پر کہ ان دونوں کو اشتقاق یا شبہ اشتقاق نے اکٹھا کر دیا ہو۔ ایسے دو لفظوں میں سے ایک کو جملہ کے شروع میں اور دوسرے کو جملہ کے آخر میں لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول، وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ ترجمہ آیت: اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ تم اس سے ڈرتے رہو۔ اور جیسا کہ تمہارا قول "سَائِلُ اللَّئِیْمِ یَرْجِعُ وَدَمْعُهٗ سَائِلٌ" کنجوس اور بخیل سے مانگنے والا ایسی حالت میں واپس ہوتا ہے کہ اس کے آنسو بہتے رہتے ہیں یہاں پہلا سائل سوال سے مشتق ہے اور دوسرا سائل سیلان سے مشتق ہے۔ اور جیسے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ترجمہ: اپنے پروردگار سے

معافی مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے اور جیسے قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِنَ الْقَالِیْنَ ترجمہ: (حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا) کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو تمہارے کام کو ناپسندیدہ اور برا سمجھتے ہیں۔

توضیح: دیکھئے پہلی مثال تخشی اور تخشاہ میں دو مکرر لفظ ہیں جو لفظ اور معنی میں متفق ہیں، دوسری مثال میں سائل اور سائل دو ہم شکل لفظ ہیں جو صورت میں متفق ہیں لیکن معنی میں مختلف ہیں۔ تیسری مثال میں استغفروا اور غفارا ہم جنس دو لفظ ہیں ہیں ان دونوں کو اشتقاق نے اکٹھا کر دیا ہے چنانچہ وہ دونوں "غفر" سے مشتق ہیں چوتھی مثال میں قَالَ اور قَالِیْنَ ہم جنس لفظ ہیں ان دونوں کو شبہ اشتقاق نے جمع کر دیا۔ کیوں کہ یہ دونوں لفظ بظاہر معلوم ہوتے ہیں ایک مصدر سے مشتق ہیں لیکن اوّل "قَوْلٌ" سے اور ثانی قِلیً (برا سمجھنا) سے مشتق ہیں۔

وَفِی النَّظْمِ اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُھُمَا فِیْ اٰخِرِ الْبَیْتِ وَالْاٰخَرُ فِیْ صَدْرِ الْمِصْرَاعِ الْاَوَّلِ اَوْ بَعْدَہٗ اور نظم میں تصدیر یہ ہے کہ مذکورہ قسموں کے دو لفظوں میں سے کوئی ایک شعر کے آخر میں ہو اور دوسرا مصرعہ اولیٰ کے شروع میں یا اس کے بعد ہو۔ جیسا کہ اُقَیْشِر شاعر کا یہ شعر: ترجمہ شعر: چچازاد بھائی کے چہرہ پر طمانچہ مارنے میں تو بہت تیز ہے لیکن جو چیز فیاضی کا باعث ہوتی ہے اس میں تیز نہیں ہے۔

اسی طرح صمہ بن عبداللہ قشیری کا یہ شعر ترجمہ شعر: (میں اپنے رفیق سفر سے کہہ رہا ہوں) کہ نجد کے خوشبودار درخت عرار کی خوشبو سے خوب لذت اٹھالو۔ کیوں کہ اس شام کے بعد عرار کہیں نہیں ملے گا (کیوں کہ کچھ ہی دیر بعد ہم لوگ اس سرزمین سے جہاں یہ درخت پایا جاتا ہے نکل جائیں گے)

توضیح: پہلی مثال میں دو لفظ مکرر یعنی "سریع" جن میں سے ایک بیت کے آخر میں ہے اور دوسرا مصرعہ اولیٰ کی ابتداء میں۔ اور دوسری مثال میں دو لفظ مکرر (عرار) میں سے ایک بیت کے آخر میں ہے اور دوسرا پہلے مصرعہ کے وسط میں۔

حل کلمات: تَمَتَّعْ صیغہ امر از تفعّل نفع اٹھانا، فائدہ اٹھانا، شَمِیْمٌ عمدہ خوشبو، عَرَارٌ ایک خوشبودار پھول جس کا نام گاؤ چشم ہے، جنگلی نرگس کو بھی کہتے ہیں۔

(٤) اَلسَّجْعُ هُوَ تَوَافُقُ الْفَاصِلَتَيْنِ نَثْرًا فِي الْحَرْفِ الْاَخِيْرِ وَهُوَ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ. مُطَرَّفٌ اِنِ اخْتَلَفَ الْفَاصِلَتَانِ فِي الْوَزْنِ نَحْوُ الْاِنْسَانُ بِاٰدَابِهٖ لَا بِزِيِّهٖ وَثِيَابِهٖ وَمُتَوَازِنٌ اِتَّفَقَتَا فِيْهِ نَحْوُ الْمَرْءُ بِعِلْمِهٖ وَاٰدَابِهٖ لَا بِحَسَبِهٖ وَنَسَبِهٖ. وَمُرَصَّعٌ اِنِ اتَّفَقَتْ اَلْفَاظُ الْفِقْرَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرُهَا فِي الْوَزْنِ وَالتَّقْفِيَةِ نَحْوُ ؎

يَطْبَعُ الْاَسْجَاعَ بِجَوَاهِرِ لَفْظِهٖ
وَيَقْرَعُ الْاَسْمَاعَ بِزَوَاجِرِ وَعْظِهٖ

(٥) مَالَا يَسْتَحِيْلُ بِالْاِنْعِكَاسِ وَيُسَمَّي الْقَلْبَ هُوَ كَوْنُ اللَّفْظِ يُقْرَءُ طَرْدًا وَعَكْسًا نَحْوُ كُنْ كَمَا اَمْكَنَكَ (وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ)

ترجمہ: (۴) محسنات لفظیہ میں سے ایک سجع ہے اور وہ یہ ہے کہ نثر میں دو جملوں کے آخر کلمات باہم متفق ہوں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مطرف (۲) متوازی (۳) مرصع۔

(۱) سجع مطرف وہ ہے کہ جس میں دو جملوں کے کلمے، وزن میں مختلف ہوں لیکن رَوِی میں متفق ہوں جیسے اَلْاِنْسَانُ بِاٰدَابِهٖ لَا بِزِيِّهٖ وثيابه (انسان اپنے اچھے اخلاق سے انسان ہوتا ہے نہ کہ اپنے شان و شوکت اور لباس و پوشاک سے)

(۲) سجع متوازی وہ ہے کہ جس میں دو جملوں کے کلمے وزن اور روی دونوں میں متفق ہوں جیسے اَلْمَرْءُ بِعِلْمِهٖ وَآدَابِهٖ لَا بِحَسَبِهٖ وَنَسَبِهٖ (آدمی اپنے علم اور ادب سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے حسب اور نسب سے) (۳) سجع مرصع وہ ہے کہ جس میں دونوں فقروں کے کل الفاظ یا اکثر الفاظ وزن اور قافیہ میں موافق ہوں جیسا کہ حریری کی یہ عبارت "يَطْبَعُ الْاَسْجَاعَ بِجَوَاهِرِ لَفْظِهٖ وَيَقْرَعُ الْاَسْمَاعَ بِزَوَاجِرِ وَعْظِهٖ" وہ اپنے الفاظ کے جواہرات سے ہم وزن اور مقفی عبارتیں ڈھالتا ہے اور اپنی واعظانہ تنبیہوں سے سامعین کے کانوں کو کھٹکھٹاتا ہے۔

توضیح: دیکھئے مذکورہ عبارتوں میں يَطْبَعُ وَيَقْرَعُ. اَطْبَاعٌ اَسْجَاعٌ ،جَوَاهِرُ زَوَاجِرُ. لَفْظُهٗ ،وَعْظُهٗ ہم وزن اور ہم قافیہ الفاظ ہونے میں موافق ہیں۔

(۵) مَالاَ يَسْتَحِيْلُ بِالْاِنْعِكَاسِ (محسنات لفظیہ کی یہ پانچویں قسم ہے)

مَالاَ يَسْتَحِيْلُ بِالْاِنْعِكَاسِ وہ صنعت ہے جس میں انعکاس سے مطلب اور عبارت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور اس کا نام قلب بھی رکھا جاتا ہے اور وہ لفظ کا اس حیثیت سے ہونا ہے کہ اس کو الٹا سیدھا پڑھے جانے سے معنی کے اندر کوئی تبدیلی نہ آئے جیسے كُنْ كَمَا اَمْكَنَكَ اور رَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اسی طرح كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ.) دیکھئے ان جملوں کو جس طرح سے بھی پڑھیں گے وہی شکلیں سامنے آئیں گی نہ عبارت میں تبدیلی آئے گی اور نہ معنی میں۔

حل کلمات: يَطْبَعُ طَبْعًا (ف) ڈھالنا، بنانا، اَسْجَاعٌ سَجْعٌ کی جمع ہے مُقَفّٰی کلام کو کہتے ہیں۔ يَقْرَعُ (ف) کھٹکھٹانا، اَسْمَاعٌ یہ سمع کی جمع ہے کان کے معنی میں۔

---

(٦) اَلْعَكْسُ هُوَ اَنْ يُقَدَّمَ جُزْءٌ فِي الْكَلَامِ عَلٰى آخَرَ ثُمَّ يُعْكَسُ نَحْوُ قَوْلِكَ قَوْلُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْقَوْلِ. حُرُّ الْكَلَامِ كَلَامُ الْحُرِّ.

(٧) اَلتَّشْرِيْعُ هُوَ بِنَاءُ الْبَيْتِ عَلٰى قَافِيَتَيْنِ بِحَيْثُ اِذَا سَقَطَ بَعْضُهٗ كَانَ الْبَاقِيْ شِعْرًا مُفِيْدًا كَقَوْلِهٖ ؎

يَا اَيُّهَا الْمَلِكُ الَّذِيْ عَمَّ الْوَرٰى

مَافِي الْكِرَامِ لَهٗ نَظِيْرٌ يُنْظَرُ

لَوْكَانَ مِثْلُكَ آخَرُ فِيْ عَصْرِنَا

مَاكَانَ فِي الدُّنْيَا فَقِيْرٌ مُعْسِرُ

فَاِنَّهٗ يَصِحُّ اَنْ تُحْذَفَ اَوَاخِرُ الشُّطُوْرِ الْاَرْبَعَةِ وَيَبْقٰى ؎

يَا اَيُّهَا الْمَلِكُ الَّذِيْ

مَافِي الْكِرَامِ لَهٗ نَظِيْرٌ

لَوْ كَانَ مِثْلُكَ آخَرُ
مَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فَقِيْرُ

ترجمہ: (۶) محسنات لفظیہ کی چھٹی قسم عکس ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس میں پہلے کلام کے ایک جزو کو دوسرے جزو پر مقدم کیا جائے پھر اس کو الٹ دیا جائے جیسے قَوْلُ الْإِمَامِ إِمَامُ الْقَوْلِ. كَلَامُ الْحُرِّ حُرُّ الْكَلَامِ اسی طرح كَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ امام کا قول قول کا امام ہے۔ آزاد کا کلام آزاد کلام ہے۔ بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہے۔

(۷) تشریع: ۔ محسنات لفظیہ کی ساتویں قسم تشریع ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کی بنیاد دو قافیوں پر اس طرح ہو کہ کبھی اگر شعر کا بعض حصہ ساقط ہو جائے تو باقی حصہ ایک مفید شعر کی صورت میں رہ جائے۔ جیسا کہ شعر یَا اَیُّهَا الْمَلِكُ الخ۔ ترجمہ شعر: اے وہ سلطان! جس کی حکومت تمام مخلوق پر ہے، سخاوت کرنے والوں میں کوئی اس کا مثیل یا برابر نہیں ہے جو نظر آتا ہو۔ اگر ہمارے اس زمانہ میں تجھ جیسا کوئی اور بادشاہ ہوتا تو آج دنیا میں کوئی فقیر اور تنگ دست نہ رہتا۔ یہاں یہ بات درست ہے کہ ان شعروں کے چار اجزاء کے آخری حصے حذف کر دیئے جائیں اور شعر صحیح الوزن والمعنی ہو کر باقی رہ جائے۔ دیکھئے نیچے کے اشعار میں یَا اَیُّهَا الْمَلِكُ الذی الخ میں "عَمَّ الْوَرٰی" فِیْ عَصْرِنَا ،مُعْسِرٌ کے الفاظ نہیں ہیں پھر بھی دونوں شعر وزن اور معنی کے اعتبار سے صحیح اور درست ہیں۔

(۸) اَلْمُوَارَبَةُ هِيَ اَنْ يَجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ كَلَامَهُ بِحَيْثُ يُمْكِنُهُ اَنْ يُغَيِّرَ مَعْنَاهُ بِتَحْرِيْفٍ اَوْتَصْحِيْفٍ اَوْ غَيْرِهِمَا لِيَسْلَمَ مِنَ الْمُوَاخَذَةِ.

كَقَوْلِ اَبِيْ نُوَاسٍ ؎

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِيْ عَلٰى بَابِكُمْ
كَمَا ضَاعَ عِقْدٌ عَلٰى خَالِصَهْ

فَلَمَّا اَنْکَرَ عَلَیْهِ الرَّشِیْدُ ذٰلِكَ قَالَ لَمْ اَقُلْ اِلاَّ ؎

لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ
کَمَا ضَاءَ عِقْدٌ عَلٰی خَالِصَةْ

(۹) اِئْتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ اللَّفْظِ هُوَ کَوْنُ اَلْفَاظِ الْعِبَارَةِ مِنْ وَادٍ وَاحِدٍ فِی الْغَرَابَةِ وَالتَّـاَهُّلِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی (تَاللّٰهِ تَفْتَأُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ) لَمَّا اُتِیَ بِالتَّاءِ الَّتِیْ هِیَ اَغْرَبُ حُرُوْفِ الْقَسَمِ اُتِیَ بِتَفْتَأُ الَّتِیْ هِیَ اَغْرَبُ اَفْعَالِ الْاِسْتِمْرَارِ.

ترجمہ: (۱) موار بہ محسنات لفظیہ کی آٹھویں قسم موار بہ ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس کے معنی فریب دینے کے ہیں۔

تو موار بہ وہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کو اس طرح پیش کرے کہ وہ ضرورت کے وقت بذریعہ تحریف (تبدیلی حرکت) یا تصحیف (تبدیلی لفظ) یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اپنے کلام کو بدل سکے تاکہ وہ گرفت سے بچ سکے، جیسا کہ ابونواس کا قول لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ الخ ترجمہ شعر: خدا کی قسم میرا شعر آپ کے شاہی دربار پر اس طرح ضائع ہوا جس طرح شاہی ہار خالصہ (خلیفہ ہارون کی پیاری باندی) پر۔ پھر جب خلیفہ اس شعر کی وجہ سے بگڑا تو اس نے یوں بات بنا کر کہا کہ اے جائے پناہ! میں نے تو اس طرح شعر نہیں کہا جس طرح جناب کو سنایا گیا ہے بلکہ میں نے تو یہ کہا لَقَدْ ضَاءَ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے: خدا کی قسم میرا شعر شاہی دربار پر اس طرح چمکا جس طرح شاہی ہار خالصہ پر۔ دیکھئے یہاں ضاع میں تھوڑی سی تبدیلی کی وجہ سے معنی بدل گئے اور ابونواس شاہی گرفت سے بچ گیا۔ (دراصل ابونواس نے عمدہ اشعار میں خلیفہ ہارون کی تعریف کی مگر اس نے توجہ نہ کی تو جھنجھلا کر دروازہ پر لقد ضاع الخ لکھ کر چلا گیا، خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے دربار میں حاضر کیا شاعر نے اندر جاتے ہوئے عین کو ہمزہ (ضاء) بنا دیا خلیفہ جب ناراض ہوا تو بتایا کہ وہ تو ضَاءَ ہے پھر تو خوش ہو کر انعام دیا، یعنی ۱۰۰۰ درہم سے نوازا۔

(۹) ائتلاف اللفظ مع اللفظ۔ محسنات لفظیہ کی نویں قسم ائتلاف اللفظ مع اللفظ ہے اور وہ یہ ہے کہ عبارت کے الفاظ مانوس اور غیر مانوس ہونے میں ایک ہی نوع سے ہوں (وِدِ واحدِ کے معنی ایک ہی نوع کے ہیں اور غرابت یہاں غیر مانوس اور تاھلِ مانوس کے معنی میں ہیں) مثلاً اللہ تعالی کا یہ قول تَاللهِ تفتَأ الآیہ۔ خدا کی قسم آپ تو یوسفؑ کی یاد نہیں چھوڑیں گے۔ اس آیت میں پہلے حرف تاء استعمال کیا گیا جو قسم کے حروفوں میں سب سے زیادہ غیر مانوس ہے اس لیے اس کے بعد تفتأ فعل استعمال کیا گیا جو استمراری فعلوں میں سب سے زیادہ غیر مانوس ہے۔

حلّ کلمات: ضَاعَ ضِیَاعًا ضائع ہونا برباد ہونا (ض) ضَاعَ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس میں بَاعَ کی طرح تعلیل ہوئی ہے۔ ضَاءَ یَضُوْءُ ضَوْءً (ن) روشن ہونا، چمکنا ضَاءَ اصل میں ضَوَءَ تھا قَالَ کی طرح واؤ کو الف سے بدل دیا ضَاءَ ہو گیا۔

خَــاتِمَــةٌ

سَرِقَةُ الْكَلَامِ اَنْوَاعٌ.

(مِنْهَا) اَنْ يَاخُذَ النَّاثِرُ اَوِالشَّاعِرُ مَعْنًى لِغَيْرِهٖ بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ لِنَظْمِهٖ كَمَا اَخَذَعَبْدُاللهِ بْنُ زُبَيْرٍ بَيْتَيْ مَعْنٍ وَادَّعَا هُمَا لِنَفْسِهٖ وَهُمَا ؎

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ اَخَاكَ وَجَدْتَهٗ
عَلٰى طَرَفِ الْهِجْرَانِ اِنْ كَانَ يَعْقِلُ
وَيَرْكَبُ حَدَّ السَّيْفِ مِنْ تَضِيْمِهٖ
اِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ شَفْرَةِ السَّيْفِ مَزْحَلُ

وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى نَسْخًا وَانْتِحَالاً. وَمِنْ قَبِيْلِهٖ اَنْ تُبَدَّلَ

الْاَلْفَاظُ بِمَا يُرَادِ فُهَا كَأَنْ يُقَالَ فِيْ قَوْلِ الْحُطَيْئَةِ ؎

دَعِ الْمَكَارِمَ لَاتَرْحَلْ لِبُغْيَتِهَا
وَاقْعُدْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الطَّاعِمُ الْكَاسِيْ
ذَرِالْمَآثِرَ لَا تَذْهَبْ لِمَطْلَبِهَا
وَاجْلِسْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْآكِلُ اللَّابِسُ

وَقَرِيْبٌ مِنْهُ اَنْ تُبَدَّلَ الْاَلْفَاظُ. بِمَا يُضَادُّهَا فِي الْمَعْنٰى مَعَ رِعَايَةِ النَّظْمِ وَالتَّرْتِيْبِ كَمَا لَوْ قِيْلَ فِيْ قَوْلِ حَسَّانِ ؎

بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَرِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ
شُمُّ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ
سُوْدُ الْوُجُوْهِ لَئِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ
فُطْسُ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْآخِرِ

ترجمہ: (ا) سرقہ کلام کی چند قسمیں ہیں۔
(ا) ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ نثر کہنے والا یا نظم کہنے والا دوسرے کے مضمون اس طرح سے لے لے کہ اس کی طرف سے دوسرے کے الفاظ کی ترتیب میں کسی طرح کی تبدیلی نہ ہو جیسا کہ عبداللہ بن زبیر شاعر (یہ صحابی عبداللہ بن زبیر نہیں ہیں) نے معن بن اوس کے دو شعر لے لیے اور دعویٰ کر دیا کہ یہ میرے شعر ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں ؎ اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ الخ ترجمہ شعر: جب تم اپنے بھائی کے ساتھ انصاف سے پیش نہیں آؤ گے۔ اور اس کے حقوق کی قدر نہیں کرو گے تو تم اسے ترک محبت کی طرف مائل پاؤ گے بشرطیکہ وہ عقلمند ہو (یعنی وہ اگر ایسا نہ کرے تو وہ ہوشیار نہیں ہے) وہ تمہارے ظلم کی وجہ سے تلوار کی دھار پر بھی سوار ہو جائے گا جب اس کے پاس اس سے بچنے کی کوئی سبیل نہ ہو۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اِذَا يَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهٗ كَسِنَّوْرٍ مَغْلُوبٍ يَصُوْلُ

عَلَی الْکَلَبِ۔ اسی طرح کہتے ہیں تنگ آمد بجنگ آمد۔ بلغاء کے یہاں اس طرح کے سرقہ کو نسخ اور انتحال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے عبداللہ بن زبیر حضرت معاویہؓ کے دور کے ہیں انہوں نے معن بن اوس کے یہ دو شعر حضرت معاویہ کو سنایا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ میرے شعر ہیں، حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ پہلے تو تم شاعر نہیں تھے اب شاعر ہو گئے اس پر کچھ جواب نہیں دیا خاموش رہے، تھوڑی دیر بعد معن ابن اوس شاعر حضرت معاویہؓ کے پاس آئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو پورا قصیدہ سنایا جس میں یہ دو شعر بھی تھے تو حضرت معاویہؓ نے عبداللہ سے پوچھا کہ تم تو اسے اپنا شعر بتاتے تھے یہ تو اس قصیدے کے نکلے، جواب دیا معنؓ میرا رضاعی بھائی ہے اس لیے میں نے ان شعروں کو اپنا بتایا۔

وَمِنْ قَبِیْلِهٖ اَنْ تُبَدَّلَ الْاَلْفَاظُ الخ۔ اور اسی سرقہ ہی کی قسم سے ہے کہ الفاظ اپنے ہم معنی اور مرادف الفاظ سے بدل دیئے جائیں جیسا کہ حُطَیْئَہ کا شعر۔ دَعِ الْمَکَارِمَ لَا تَرْحَلْ الخ۔ ترجمہ شعر: تم عمدہ اخلاق کو چھوڑ و اور ان کی تلاش میں مت جاؤ۔ بہتر یہی ہے کہ تم بیٹھ جاؤ کیوں کہ تم تو ایک کھاتے پیتے انسان ہو مطلب یہ ہے کہ تم عمدہ اخلاق اور قابل تعریف اعمال کے اہل نہیں ہو، تم انہیں دوسروں کے لیے چھوڑ و بلاوجہ ایسے امور کی تلاش میں ٹانگ مت اڑاؤ تمہیں کس چیز کی فکر ہے؟ تمہیں نہ کھانے کی تکلیف ہے اور نہ پہننے کی۔ اور اسی سے قریب ہے کہ الفاظ ایسے امور سے بدل جائیں جو ترتیب اور ترکیب کلمات کی رعایت کے باوجود معنی میں باہم مخالف ہوں جیسا کہ حضرت حسانؓ کے اس شعر میں۔ بیضُ الوجوہ الخ کو بدل کر اس طرح پڑھا جائے۔ سُوْدُ الْوُجُوْهِ کَرِیْمَةُ اَحْسَابِهِمْ الخ۔ پہلے شعر کا ترجمہ۔ وہ لوگ خوبصورت چہرے والے ہیں، خاندانی مکارم بہت اچھے، شرافت کے اعتبار سے تو وہ شروع ہی سے اونچی ناک والے اور غیرتمند ہیں (یعنی اول نمبر کے لوگوں میں سے ہیں) اور دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے: وہ لوگ بدصورت چہرے والے ہیں اور ان کے خاندانی کیرکٹر بہت خراب ہیں چپٹی ناک والے

بے غیرت ہیں (یعنی نمبر دو کے لوگ ہیں نجابت اور شرافت کے لحاظ سے تو پوچھنا ہی بیکار ہے)

حلّ کلمات: ذَرْ. صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف وَذَر یَذِرُ وَذْرًا وَذَر الشئَ چھوڑنا۔ اس معنی میں مضارع اور امر کے علاوہ کوئی دوسرا صیغہ مستعمل نہیں۔ اور اس معنی کے لیے ماضی، مصدر اور اسم فاعل ترک، التَّرْكُ اَلتَّارِكُ بولا جائے گا، شُمٌّ یہ اَشَمُّ کی جمع ہے بلند (س) اُنُوْفٌ اَنْفٌ کی جمع ہے ناک، بِيْضٌ صیغہ صفت اَبْيَضُ مذکر اور بَيْضَاء مؤنث کی جمع ہے۔ سُوْدٌ یہ اَسْوَدُ مذکر اور سوداء مؤنث کی جمع ہے فُطْسٌ اَفْطَسُ مذکر کی جمع ہے فُطْسُ الْاُنُوْفِ کے معنی چپٹی ناک والے، ان میں سے ہر ایک میں اضافة الصفة الی الموصوف ہے اَی اَلْوُجُوْهُ الْبِيْضُ مثلاً۔

(وَمِنْهَا) اَنْ يَّاْخُذَ الْمَعْنٰى وَيُغَيِّرَ اللَّفْظَ وَيَكُوْنُ الْكَلَامُ الثَّانِىْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْمُسَاوِيًا لَهٗ كَمَا قَالَ اَبُوالطَّيِّبِ فِىْ قَوْلِ اَبِىْ تَمَّامٍ ؎

هَيْهَاتَ لَايَاتِىْ الزَّمَانُ بِمِثْلِهٖ
اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهٖ لَبَخِيْلٌ
اَعْدَى الزَّمَانَ سَخَاؤُهٗ فَسَخَابِهٖ
وَلَقَدْ يَكُوْنُ بِهٖ الزَّمَانُ بَخِيْلًا

فَالْمِصْرَاعُ الثَّانِىْ مَاخُوْذٌ مِنَ الْمِصْرَاعِ الثَّانِىْ لِاَبِىْ تَمَّامٍ وَالْاَوَّلُ اَجْوَدُ سَبْكًا وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى اِغَارَةً وَمَسْخًا.

(وَمِنْهَا) اَنْ يَّاْخُذَ الْمَعْنٰى وَحْدَهٗ وَيَكُوْنُ الثَّانِىْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْمُسَاوِيًا لَهٗ كَمَا قَالَ اَبُوْتَمَّامٍ فِىْ قَوْلِ مَنْ رَثٰى اِبْنَهٗ ؎

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا
اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّهُ لَا يُحْمَدُ
وَقَدْ كَانَ يُدْعٰى لَابِسُ الصَّبْرِ حَازِمًا
فَاَصْبَحَ يُدْعٰى حَازِمًا حِيْنَ يَجْزَعُ
وَهٰذَا يُسَمّٰى اِلْمَامًا وَسَلْخًا.

ترجمہ: (۲) اخذ اور سرقہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ قائل غیر کے مفہوم کو لے لے اور اس کے الفاظ کو بدل دے اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام سے کم درجے کا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام کے برابر ہو جیسا کہ ابو الطیب متنبی نے ابو تمام کے قول ھَیْھَاتَ میں یوں کہا ہے اَعْدٰی الزَّمَانُ الخ۔ پہلے شعر کا ترجمہ: افسوس! زمانہ ممدوح کی نظیر نہ لاسکے گا بلاشبہ زمانہ ممدوح کی نظیر لانے کے سلسلہ میں بالکل بخیل ہے۔ دوسرے شعر کا۔ ترجمہ: زمانہ نے ممدوح کی سخاوت سے سیکھی ہے یہاں تک کہ اس نے مجھے ممدوح ہی بخش دیا بخدا وہ اس بارے میں بڑا ہی بخیل ہوتا۔ (اگر ممدوح سے بخشش نہ سیکھتا)

دیکھئے یہاں ابو الطیب کے شعر "اعدی الزمان الخ" کا دوسرا مصرعہ وَلَقَدْ يَكُوْنُ الخ ابو تمام کے شعر ھَیْھَاتَ الخ کے دوسرے مصرعہ اِنَّ الزَّمَانَ سے سرقہ کیا گیا ہے اور قول اول قول ثانی سے سلیس اور عمدہ ہے۔ اس طرح کے سرقہ اور اخذ کو بلغاء کی اصطلاح میں اغارہ اور مسخ کہتے ہیں۔

(۳) (اخذ اور سرقہ کی تیسری قسم یہ ہے) کہ قائل دوسرے کا صرف مفہوم لے لے (اس کی بھی دو قسمیں ہیں) پہلی قسم یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام کے برابر ہو۔ جیسا کہ ابو تمام نے اس شاعر کے قول میں کہا ہے جس نے اپنے بیٹے کے انتقال پر مرثیے میں کہا تھا وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ الخ ترجمہ شعر: صبر ہر جگہ قابل ستائش ہوتا ہے سوائے تمہارے بیٹے کے انتقال کے موقع پر کہ یہاں وہ قابل ستائش نہیں ہے وَقَدْ كَانَ يُدْعٰى الخ ترجمہ شعر: پہلے ایسے شخص کو جو صبر سے

متصف تھا دور اندیش کہا جاتا تھا لیکن اب اسی شخص کو دور اندیش کہا جارہا ہے جب وہ اپنے عزیز کی موت سے بے قرار اور پریشان ہو رہا ہے۔

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ صبر فی نفسہ محمود اور قابل تعریف چیز ہے لیکن بعض مواقع ایسے آجاتے ہیں جہاں صبر کرنا محمود نہیں ہے۔ یہی مفہوم پہلے کلام میں زیادہ عمدہ طور پر واضح ہے لہٰذا اول کی بہ نسبت دوسرا کلام گھٹیا ہے تو اس قسم کے اخذ اور سرقہ کو بلغاء الںام اور سلخ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔

---

(۲) اَلْاِقْتِبَاسُ هُوَ اَنْ يَضْمَنَ الْكَلَامُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ اَوِ الْحَدِيْثِ لَاعَلٰى اَنَّهٗ مِنْهُ كَقَوْلِهٖ ؎

لَاتَكُنْ ظَالِمًا وَلَاتَرْضَ بِالظُّلْمِ
وَاَنْكِرْ بِكُلِّ مَا يُسْتَطَاعُ
يَوْمَ يَاتِي الْحِسَابُ بِالظَّلُوْمِ
مَامِنْ حَمِيْمٍ وَّلَاشَفِيْعٍ يُّطَاعُ

وَقَوْلِهٖ ؎

لَاتُعَادِ النَّاسَ فِيْ اَوْطَانِهِمْ
قَلَّمَا يُرْعٰي غَرِيْبُ الْوَطَنِ
وَاِذَا مَاشِئْتَ عَيْشًا بَيْنَهُمْ
خَالِقِ النَّاسَ بِخُلْقٍ حَسَنٍ

وَلَابَاْسَ بِتَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ فِي اللَّفْظِ الْمُقْتَبَسِ لِلْوَزْنِ اَوْغَيْرِهٖ نَحْوُ ؎

قَدْ كَانَ مَا خِفْتُ اَنْ يَّكُوْنَا
اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاجِعُوْنَا

وَفِي الْقُرْآنِ (اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

ترجمہ: (۲) اقتباس وہ ہے کہ کلام، قرآن شریف یا حدیث شریف کے کسی حصہ پر مشتمل ہو، لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ کہا جائے وہ ہو بہو قرآن شریف کی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے (بلکہ محض تحسین عبارت مقصود ہو) جیسا کہ شاعر کا یہ شعر۔ ترجمہ شعر: اے مخاطب! تم ظالم نہ بننا اور نہ مردم آزاری سے خوش ہونا حتی المقدور ظلم سے الگ تھلگ رہنا، یوم الحشر میں جب ظلم کا حساب ہوگا تو نہ اس کا کوئی مددگار دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا جس کی سفارش قبول ہو۔

دیکھئے اس شعر کا آخری حصہ قرآن پاک کی آیت "مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ اور ابوجعفر اندلسی کا یہ شعر لا تعادالناس الخ ترجمہ شعر: لوگوں سے ان کے ملک اور وطن میں عداوت مت رکھو۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی پردیسی غریب الوطن کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو۔ اور جب تم ان لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (ورنہ تم پر یہ مثال صادق آئے گی "دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر")

دیکھئے اس شعر کا آخری مصرعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" سے ماخوذ ہے۔

اور کوئی حرج نہیں کہ لفظ مقتبس میں معمولی تغیر کرے وزن وغیرہ کے لیے جیسا کہ ایک شاعر کا قول ترجمہ شعر: جس چیز کے واقع ہونے کا خوف تھا وہ واقع ہو ہی گئی، بے شک ہم لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب رجوع ہونا ہے۔

دیکھئے اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں قرآن شریف کی آیت ہے، اس میں قدرے تغیر کیا گیا وزن اور روی کی وجہ سے یعنی رَاجِعُوْنَ کے بجائے راجعونا کہا۔

حلّ کلمات: لَا تُعَادِ صیغہ واحد مذکر بحث نہی حاضر معروف از مفاعلہ جھگڑا کرنا، دشمن ہونا اَوْطَانٌ یہ وَطَنٌ کی جمع ہے، گھر، علاقہ، ملک کے معنی میں، یُرْعٰی از افعال جانور کا چرانا، علیہ شفقت کرنا، مہربانی کرنا یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

---

(۳) اَلتَّضْمِیْنُ وَیُسَمّٰی الْاِیْدَاعُ هُوَ اَنْ یُّضَمَّنَ الشِّعْرُ

شَيْئًا مِنْ شِعْرٍ آخَرَ مَعَ التَّنْبِيْهِ عَلَيْهِ اِنْ لَمْ يَشْتَهِرْ كَقَوْلِهٖ ؎

اِذَا ضَاقَ صَدْرِیْ وَخِفْتُ العِدَا
تَمَثَّلْتُ بَيْتًا بِحَالِیْ يَلِيْقُ
فَبِاللهِ اَبْلُغُ مَا اَرْتَجِیْ
وَبِاللهِ اَدْفَعُ مَالَا اُطِيْقُ

وَلَا بَأْسَ بِالتَّغْيِيْرِ الْيَسِيْرِ كَقَوْلِهٖ ؎

اَقُوْلُ لِمَعْشَرٍ غَلِطُوْا وَغَضُّوا
مِنَ الشَّيْخِ الرَّشِيْدِ وَاَنْكَرُوْهُ
هُوَ ابْنُ جَلَا وَطَلَّاعِ الثَّنَايَا
مَتٰى يَضَعُ الْعِمَامَةَ تَعْرِفُوْهُ

ترجمہ: (۳) تضمین جسے ایداع کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر میں دوسرے شاعر کے شعر کو بھی شامل کرلے غیر کے شعر ہونے کی تنبیہ کے ساتھ ساتھ اگر وہ مشہور نہ ہو، یعنی اس صورت میں ضروری یہ ہے کہ اگر وہ شعر شعراء میں مشہور نہ ہو تو اس بات کو واضح کردے کہ یہ فلاں کا شعر ہے تاکہ سرقہ کا احتمال نہ رہے اور اگر یہ شعر کسی شاعر کا مشہور ہو پھر وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ عبدالقاہر تمیمی کا یہ شعر ؎ اِذَا ضَاقَ صَدْرِیْ الخ ترجمہ، شعر: جب میرا دل کثرت غم سے تنگ ہو جاتا ہے اور میں اپنے دشمنوں سے ڈرنے لگ جاتا ہوں تو کوئی ایسا شعر پڑھنا شروع کردیتا ہوں جو میرے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ پھر میں خدا کی قسم اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس مصیبت کو بھی دور پھینکتا ہوں جسے دور کرنے کی سکت میرے اندر نہیں ہوتی۔ ان دونوں شعروں میں دوسرا شعر دوسرے شاعر کا ہے جس کو تمیمی نے "تَمَثَّلْتُ بَيْتًا" کے قول سے واضح

کیا وَلَا بَاسَ بِالتَّغْيِيرِ الْيَسِيرِ الخ۔ اور تضمین میں اگر معمولی ردو بدل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے ضیاء الدین موسیٰ کاتب کے یہ دو شعر ۔ اَقُوْلُ لِمَعْشَرٍ غَلِطُوْا وَغَضُّوا الخ ترجمہ شعر: میں اس گروہ سے کہتا ہوں جس نے حقوق کو پورا کرنے میں غلطی کی ہے اور اس بھولے بھالے بوڑھے شخص سے نظر پھیر لی ہے اور اسے اجنبی اور مرد ناشناختہ سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ غیر معمولی مشہور اور تجربہ کار شخص کا فرزند ہے، وہ جوں ہی اپنی دستار سر سے اتار رکھے گا تو تم لوگ فوراً پہچان لوگے (یہ دونوں شعر بھی تضمین کی مثال میں لائے گئے ہیں لیکن ان میں معمولی ردوبدل ہوا ہے دوسرا شعر سُحیم بن وثیل کا ہے جو اس طرح تھا۔ اَنَا ابْنُ جَلَا وَطَلَّاعُ الثَّنَايَا. حَتّٰى اَضَعُ الْعِمَامَةَ تَعْرِفُوْنِیْ.

حلِ کلمات: اِبْنُ جَلَا بہت مشہور شخص کا بیٹا، یہاں جَلا اگرچہ فعل ماضی ہے جو جلاءٌ سے ماخوذ ہے مگر یہ عَلَمْ کے درجہ میں ہو گیا جیسا کہ تَأَبَّطَ شَرًّا، شَابَ قَرْنَاهَا علم کے درجہ میں ہیں، طَلَّاعٌ پہاڑ پر چڑھنے والا، ثَنَايَا یہ ثَنِيَّةٌ کی جمع، گھاٹی کا راستہ، کہا جاتا ہے فُلَانٌ طَلَّاعُ الثَّنَايَا فلاں شخص مشقتوں کا برداشت کرنے والا یعنی تجربہ کار ہے

---

(٤) (اَلْعَقْدُ وَالْحَلُّ) اَلْاَوَّلُ نَظْمُ الْمَنْثُوْرِ وَالثَّانِیْ نَثْرُ الْمَنْظُوْمِ فَالْاَوَّلُ نَحْوُ ۔

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوْسِ فَاِنْ تَجِدْ
ذَاعِفَّةٍ فَلِعِلَّةٍ لَا يَظْلِمُ

عُقِدَ فِيْهِ قَوْلُ حَكِيْمٍ. اَلظُّلْمُ مِنْ طِبَاعِ النَّفْسِ وَاِنَّمَا يَصُدُّهَا عَنْهُ اِحْدٰى عِلَّتَيْنِ دِيْنِيَّةٌ وَهِیَ خَوْفُ الْمَعَادِ وَدُنْيَوِيَّةٌ وَهِیَ خَوْفُ الْعِقَابِ الدُّنْيَوِیِّ وَالثَّانِیْ نَحْوُ قَوْلِهٖ (اَلْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَاجُوْرَةٌ وَمَكْرَمَةٌ مَاْثُوْرَةٌ وَمَعَ هٰذَا فَنَحْنُ الْمَرْضٰى وَنَحْنُ الْعُوَّادُ وَكُلُّ وِدَادٍ لَا يَدُوْمُ فَلَيْسَ

بِوِدَادٍ) وَحَلٌّ فِيهِ قَوْلُ الْقَائِلِ ؎

اِذَا مَرِضْنَا اَتَيْنَاكُمْ نَعُوْدُكُمْ
وَتُذْنِبُوْنَ فَنَاْتِيكُمْ وَنَعْتَذِرُ

ترجمہ: (۴) عقد اور حل۔ اول کا مطلب ہے کلام منثور کو منظوم کرنا۔ اور دوسرے کا مطلب ہے کہ کلام منظوم کو منثور کرنا۔ عقد کی مثال ؎ وَالظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوْسِ الخ ترجمہ شعر: ظلم کرنا عام طور پر لوگوں کے خصائل میں سے ہے، لہٰذا تم اگر کسی ایسے شخص کو پاؤ جو اس سے پاکدامن ہو تو سمجھ لو کسی خاص وجہ سے ظلم نہیں کر رہا ہے۔ دیکھئے اس میں شاعر ابو الطیب نے ایک عقلمند شخص کے کلام منثور کو منظوم کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کلام یہ ہے "اَلظُّلْمُ مِنْ طِبَاعِ النَّفْسِ وَاِنَّمَا يَصُدُّهَا عَنْهُ الخ۔ ترجمہ عبارت یہ ہے: ظلم اور مردم آزاری یہ نفس کی طبعی اور فطری چیزوں میں سے ہے لہٰذا اس سے دو وجہوں میں سے کوئی ایک وجہ ہی نفس کو روک سکتی ہے، ایک وجہ دینی اور وہ یوم الحشر کا خوف۔ اور دوسری وجہ دنیوی ہے وہ ہے دنیاوی سزا اور تکلیف کا ڈر (یعنی انتظامیہ اور پولیس سے لوگ عموماً ڈرتے ہیں کہ ظلم کرنے کے نتیجہ میں وہ جیل جاسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ)

دوسرے یعنی حل کی مثال: اَلْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَاجُوْرَةٌ الخ مزاج پرسی ایسی ایک سنت ہے جس پر ثواب ملتا ہے اور ایک اچھا کام ہے جس کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے، اس کے باوجود ہم بیمار بھی ہیں اور بیمار پرس بھی۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ جو محبت اور دوستی ہمیشہ نہیں رہتی وہ محبت اور دوستی ہی نہیں دیکھئے۔ اس میں شاعر کے ایک قول کو حل کیا گیا، وہ شعر یہ ہے ؎ اِذَا مَرِضْنَا اَتَيْنَاكُمْ الخ ترجمہ شعر: جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو اس حالت میں بھی ہم تمہاری عیادت کے لیے آتے ہیں، اور جب تم قصوروار ہوتے ہو تو ہم اس حالت میں بھی تمہارے پاس معذرت چاہنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیمار پرسی ہو یا ہمدردی سب ہماری جانب سے ہے اور ہم نے دوستی میں اصل

بات یہی سمجھ رکھی ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رکھنا چاہیے، تمہارا معاملہ ہمارے ساتھ جیسا بھی ہو۔

---

(۵) اَلتَّلْمِيحُ هُوَ اَنْ يُّشِيْرَ الْمُتَكَلِّمُ فِيْ كَلَامِهٖ لِاٰيَةٍ اَوْحَدِيْثٍ اَوْشِعْرٍ مَشْهُوْرٍ اَوْ مَثَلٍ سَائِرٍ اَوْقِصَّةٍ كَقَوْلِهٖ ؎

لَعَمْرٌو مَعَ الرَّمْضَاءِ وَالنَّارِ تَلْتَظِيْ
اَرَقُّ وَاَحْفٰى مِنْكَ فِيْ سَاعَةِ الْكَرْبِ

اَشَارَ اِلَى الْبَيْتِ الْمَشْهُوْرِ وَهُوَ ؎

اَلْمُسْتَجِيْرُ بِعَمْرٍو عِنْدَ كُرْبَتِهٖ
كَالْمُسْتَجِيْرِ مِنَ الرَّمْضَاءِ بِالنَّارِ

(٦) حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ هُوَ اَنْ يَّجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ مَبْدَءَ كَلَامِهٖ عَذْبَ اللَّفْظِ حُسْنَ السَّبْكِ صَحِيْحَ الْمَعْنٰى فَاِذَا اشْتَمَلَ عَلٰى اِشَارَةٍ لَطِيْفَةٍ اِلَى الْمَقْصُوْدِ. سُمِّيَ بَرَاعَةَ الْاِسْتِهْلَالِ كَقَوْلِهٖ فِيْ تَهْنِيَةٍ بِزَوَالِ مَرَضٍ ؎

اَلْمَجْدُ عُوْفِيَ اِذْ عُوْفِيْتَ وَالْكَرَمُ
وَزَالَ عَنْكَ اِلٰى اَعْدَائِكَ السُّقْمُ

وَكَقَوْلِ الْاٰخَرِ فِي التَّهْنِيَةِ بِبِنَاءِ قَصْرٍ ؎

قَصْرٌ عَلَيْهِ تَحِيَّةٌ وَسَلَامٌ
خَلَعَتْ عَلَيْهِ جَمَالَهَا الْاَيَّامُ

ترجمہ: (۵) تلمیح کے معنی لغت کے اعتبار سے اشارہ کرنا۔ اور بلغاء کی اصطلاح میں تلمیح وہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی معروف شعر یا مشہور کہاوت یا کسی معلوم قصہ کی جانب اشارہ کرے۔ جیسے

ابو تمام کا یہ شعر: لَعَمْرٌو مَعَ الرَّمْضَاءِ الخ۔ ترجمہ شعر: خدا کی قسم عمرو تپتی ہوئی زمین اور بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ رہنے کے باوجود بھی رنج وغم کے وقت میں تم سے کہیں زیادہ مہربان اور ہمدرد ہے۔ اس شعر میں ابو تمام نے ایک مشہور شعر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔ اَلْمُسْتَجِيْرُ الخ۔ ترجمہ شعر جو کوئی شخص اپنی مصیبت اور تکلیف کے وقت عمرو کی پناہ لیتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گرم زمین سے بچنے کے لیے آگ کی پناہ لیتا ہے۔

اسی طرح تلمیح کی مثال میں یہ شعر بھی پیش کر سکتے ہیں اِذَا جَاءَ مُوْسٰی وَاَلْقَی الْعَصٰی فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ۔

(۶) حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ هُوَ اَنْ يَّجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ الخ۔ حسن ابتداء۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ متکلم اپنے کلام کی ابتدا میں شیریں کلمات، عمدہ تراکیب اور درست معنی لائے۔ پھر جب یہ کلام کسی ایسے لطیف اشارے پر مشتمل ہو جس سے مقصود کی طرف نشاندہی ہوتی ہو تو وہ بلغاء کی اصطلاح میں براعتِ استہلال کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ جیسا کہ متنبی کا یہ شعر۔ اَلْمَجْدُ عُوْفِیَ الخ۔ ترجمہ شعر: اے ممدوح! جب تمہیں صحت اور تندرستی حاصل ہو جاتی ہے تب ہم یہ جان لیتے ہیں کہ اب کرم اور شرف کو بھی صحت اور تندرستی حاصل ہو گئی ہے اور مرض تم سے دور ہو کر تمہارے حاسدوں کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

اسی طرح اشجع سلمی کا یہ شعر ہے جس کو اس نے ایک قصر کی تعمیر کے سلسلے میں تہنیت کے طور پر پڑھا تھا۔ قَصْرٌ عَلَيْهِ الخ۔ ترجمہ شعر: وہ ایک ایسا محل ہے (اس پر ہمیشہ تحیۃ وسلام ہوتا رہے) جس پر زمانہ نے اپنی رونق اور بہار کے جوڑے ڈال دیئے ہیں۔

حلّ کلمات: تَلْتَظِیْ۔ مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب از افتعال، آگ بھڑکنا، بیابان میں گرمی کی بھڑک کا تیز ہونا، رَمْضَاءُ گرمی کی تیزی، دھوپ کی تیزی کی وجہ سے گرم زمین۔ اَرَقُّ اسم تفضیل زیادہ نرم دل والا، اَحْفٰی اسم تفضیل زیادہ دینے والا، زیادہ مہربان۔ حَفْوًا (ن)

(۷) حُسْنُ التَّخَلُّصِ هُوَ الْاِنْتِقَالُ مِمَّا افْتُتِحَ بِهِ الْكَلَامُ اِلَى الْمَقْصُوْدِ مَعَ رِعَايَةِ الْمُنَاسَبَةِ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِهٖ ۔

دَعَتِ النَّوٰى بِفِرَاقِهِمْ فَتَشَتَّتُوْا
وَقَضٰى الزَّمَانُ بَيْنَهُمْ فَتَبَدَّدُوْا
دَهْرٌ ذَمِيمُ الْحَالَتَيْنِ فَمَا بِهٖ
شَيءٌ سِوٰى جُوْدِ ابْنِ اَرْتَقَ يُحْمَدُ

(۸) بَرَاعَةُ الطَّلَبِ هُوَ اَنْ يُشِيْرَ الطَّالِبُ اِلٰى مَافِيْ نَفْسِهٖ دُوْنَ اَنْ يُّصَرِّحَ فِي الطَّلَبِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ ؎

وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَفِيْكَ فَطَانَةٌ
سُكُوْتِيْ كَلَامٌ عِنْدَهَا وَخِطَابٌ

(۹) حُسْنُ الْاِنْتِهَاءِ هُوَ اَنْ يُّجْعَلَ آخِرُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ حَسَنَ السَّبْكِ صَحِيْحَ الْمَعْنٰى فَاِنِ اشْتَمَلَ عَلٰى مَايُشْعِرُ بِالْاِنْتِهَاءِ سُمِّيَ بَرَاعَةَ الْمَقْطَعِ كَقَوْلِهٖ ؎

بَقِيْتَ بَقَاءَ الدَّهْرِ يَا كَهْفَ اَهْلِهٖ
وَهٰذَا دُعَاءٌ لِلْبَرِيَّةِ شَامِلٌ

ترجمہ: (۷) حسن تخلص۔ اس کے معنی ہیں متکلم کا اپنے ابتدائی کلام سے مقصود کی طرف منتقل ہونا اسی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے جو ان دونوں کے درمیان ہے جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر: منزل مقصود کا ارادۂ سفر ان لوگوں کی جدائی کا باعث ہوا، چنانچہ وہ تمام کے تمام تتر بتر ہوگئے اور زمانہ نے بھی ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر کردیا، پھر تو اس طرح بکھرے کہ کبھی اکٹھا ہونا تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ ہمیں تو یہ بات بہت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ دونوں حالتوں میں قابل مذمت ہے لہٰذا اس کے ساتھ ابن ارتق کی فیاضی کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں ہے جو لائق ستائش ہو۔

(۸) براعة الطلب هُوَ اَنْ يُّشِيْرَ الخ۔

براعت طلب۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ طالب اپنے مافی الضمیر کی طرف اشارہ کرے لیکن اپنی طلب میں صراحت سے کام نہ لے جیسا کہ متنبی کے اس شعر میں ؎ وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَفِيْكَ فَطَانَةٌ الخ۔ ترجمہ شعر: ممدوح! میرے دل میں بہت سی ضرورتیں اور تمنائیں ہیں، اور آپ کی ذات میں ایسی

دانائی اور سمجھ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے (ان خواہشات اور تمناؤں کے اظہار کرنے کے موقع پر) میرا چپ رہنا ہی تکلم اور تخاطب ہے۔

(۹) حُسْنُ الْاِنْتِہَاءِ الخ۔ اس کے معنی ہیں۔ کلام کا آخری حصہ شیریں کلمات، عمدہ ترکیب و ترتیب صحیح اور مناسب معنی پر قائم کیا جائے، اس کے بعد اگر یہ کلام کسی ایسے امر کو شامل ہو جس سے کلام کا تمام ہونا معلوم ہو تو اس کو بلغاء کی اصطلاح میں براعت مقطع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے بَقِیْتَ بَقَاءَ الدَّهْرِ الخ۔ ترجمہ شعر: اے اپنے لوگوں کی جائے پناہ! خدا تمہیں زمانے کی زندگی کی طرح طویل زندگی بخشے اور یہ دعا اگرچہ بظاہر تمہارے لیے خاص ہے لیکن حقیقت میں ساری خلقت کے لیے عام ہے کیوں کہ خلقت کی فلاح و بہبود تیری ہی ذات سے وابستہ ہے۔

توضیح: ہر ناظم اور ناثر کو چاہیے کہ وہ دو مقام پر بالخصوص تحسین کلام کا نہایت اہتمام کرے کہ الفاظ پاکیزہ، واستعارات لطیفہ، معانی نازک، خیالات بلند اور مضامین ارجمند ہوں۔ ایک تو ابتداء میں؛ کیوں کہ اس کو سامع سب سے پہلے سنتا ہے تو اگر یہ اچھی ہے تو سامع ہمہ تن گوش ہو کر تمام کلام کو برغبت سنے گا ورنہ اس سے اعراض کرے گا اور ادھر ادھر دیکھتا رہے گا۔ اور مجلس سے بھاگنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ خود بھی بھاگے گا اور ساتھ کتنوں کو لے جائے گا اس لیے گفتگو کا انداز ایسا ہو کہ شروع ہی میں لوگوں کو جمادے اس طرح کے طرز بیان کو بلغاء حسن ابتداء سے موسوم کرتے ہیں۔

اور ایک انتہا میں یعنی اپنے کلام کو اس انداز سے ختم کرے کہ پوری مجلس کو اپنی طرف مائل کر دے اور جو کچھ درمیان میں کوتاہی ہوئی اس کا تدارک کر دے، طرز بیان سے لوگوں کو تڑپا دے، چاشنی باقی رہ جائے، آپس میں لوگ تذکرہ کرنے لگیں کاش کہ خطیب اور تھوڑی دیر بولتا تو ہم اور محظوظ ہوتے، اگر انتہا بہتر نہ ہو تو لوگ پہلی خوبیوں کو بھی بھول جائیں گے۔ اس طرح کی ادا کو اہل بلاغت حسن انتہا سے تعبیر کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مزمل علی غفرلہ

خادم تدریس دار العلوم دیوبند

۷/۶/۱۴۱۹ھ

فہرست مضامین